پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مفکرِ اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ، فیصل آباد
+92-041-2618003

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

فقیر محمد زاھد راشدی نقشبندی

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ______ خطبات فقیر ۲۱

از افادات ______ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

مرتب ______ محمد ناہد راشدی نقشبندی

ناشر ______ مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اول ______ دسمبر 2009ء

اشاعت دوم ______ اپریل 2010ء

تعداد ______ گیارہ سو

سرورق ______ حافظ انجم محمود

کمپوزنگ ______ دارالمطالعہ حاصل پور
062-2442059
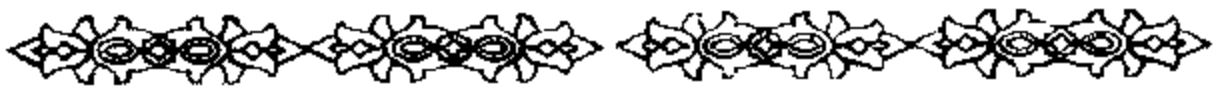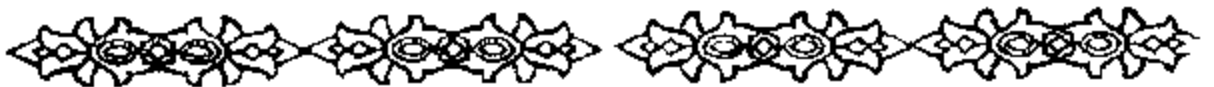
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرضِ مرتب

حضرت اقدس دامت برکاتہم کی شخصیت عالم عرب وعجم میں کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے مقناطیسیت اور جاذبیت رکھی ہے۔ جو افراد معاشرے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی گفتگو میں تقویٰ کا حسن، علم کی خوشبو، پاکیزگی کا جمال اور عمل کی لذت ہوتی ہے۔ آپ کے بیان میں سوز، رقت اور واردات قلبی کا اظہار ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم اپنی کیفیات باطنی کو چند جملوں میں بیان فرما کر اہل دل حضرات کو سوز کا بہت بڑا سرمایہ عطا فرما دیتے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کی زندگی کا مشن حضور اکرم ﷺ کا پیغام زندگی، جو ابدی نجات کا ذریعہ ہے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے۔

جی میں آتا ہے کہ اس نام کی خوشبو لے کر
سارے عالم میں پھروں اور بادِ صبا ہو جاؤں

اس مقصد کے حصول کے لیے حضرت جی دامت برکاتہم کا بسا اوقات صبح ایک ملک میں دوپہر دوسرے ملک میں اور شام ایک اور ملک میں بسیرا ہوتا ہے۔ تبلیغی اسفار میں آپ کے جذب وشوق کی ترجمانی کے لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کام لیتے ہیں تو اس کے اوقات میں بھی برکت عطا فرما دیتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اللہ والے جہاں سے گزرتے تھے وہاں ہدایت پھیل جاتی تھی۔ دنیائے روحانیت کے

تاجدار حضرت جی دامت برکاتہم بھی جہاں تشریف لے گئے الحمدللہ بڑی تعداد میں لوگ تائب ہو جاتے ہیں۔

الحمدللہ آپ کی شخصیت بڑی مؤثر' دل آویز اور ہمہ گیر ہے' آپ سرتاپا عمل اور مجسم جدوجہد کے حامل' نہ جھکنے والے' نہ مایوس ہونے والے نہ پست ہونے والے داعی ہیں۔ امت کی تربیت و تعلیم میں آپ کا سوز کچھ اس طرح سے ہے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینہ میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی اور بھی تیرے لیے دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

بربط حیات کا وہ کون سا تار ہے جو مفکر اسلام حضرت اقدس دامت برکاتہم نے نہ چھیڑا ہو اور جن کے سرمدی نغموں نے زندگی کے اسرار و رموز کا انکشاف نہ کیا ہو۔

خطبات فقیر و حضرت جی کی دیگر تصنیفات کیا ہیں؟ وہ ایک ایسا درد دل ہے جس کا مشاہدہ یوں کیا جاسکتا ہے۔

سلطان عالمگیر کی بیٹی نے جیسے کہا:

درسخن مخفی منم' چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد' درسخن بیند مرا

ترجمہ: میں اپنے کلام میں مخفی ہوں' جس طرح کہ پھول کی مہک اس کی پتیوں میں پنہاں ہوتی ہے' جو شخص مجھے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو' میرے کلام میں مجھے دیکھ لے حقیقت یہ ہے کہ کلام کسی کا بھی ہو وہ اپنے متکلم کا عکس ہوتا ہے جس سے اس کے مبلغ علم' زور بیان' انداز فکر اور طرز استدلال کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔

اس سعی ناتمام کتب کی اشاعت میں حضرت جی دامت برکاتہم کے محبوب خلیفہ ادارہ "**مکتبة الفقیر**" کے انچارج حضرت حاجی محمد صدیق صاحب مدظلہ اور ان کے رفقاء کی شبانہ روز کی جہد مسلسل شامل ہے۔ ادارہ "**مکتبة الفقیر**" کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے خطبات و دیگر تصنیفات کو شائع کروا کر دنیا بھر میں پہنچا کر حضرت جی دامت برکاتہم کی خصوصی دعاؤں اور توجہات کو حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرتے دم تک شیخ محترم کے ان صدقات جاریہ کو جاری رکھنے کے لیے قبول فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ

اجازت ہو تو آ کر میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں
سنا ہے کہ کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا

دعاؤں کا طالب
عاجز محمد زاہد راشدی نقشبندی
خانقاہ نقشبندیہ جامعہ دار العلوم تعلیم و تربیت حاصل پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُحِبُّكَ بِقَلْبِیْ كُلِّهٖ وَاُرْضِیْكَ بِجَهْدِیْ كُلِّهٖ۔

○

اے اللہ! مجھے ایسا بنا دے کہ اپنے سارے دِل کے ساتھ تجھ سے محبت کروں، اور اپنی ساری کوششیں تجھے راضی کرنے میں لگا دوں۔

○

فہرست مضامین

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ مائدہ آیت: ۲۷)

کون مقبول ہے...؟

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد
041-2618003

اقتباس

جس نے دین میں ایسی بات پیدا کی جو اس میں نہیں تھی وہ بات مردود وہ کام مردود وہ کام مردود ہو جائے گا۔ آپ نے دیکھا ہے کئی مرتبہ لوگ چیز خرید نے جاتے ہیں تو اوپر Brand name پڑھتے ہیں مہر لگی ہوتی ہے۔ اگر Brand name ہو تو چیز لیتے ہیں ورنہ نہیں لیتے۔ بالکل قیامت کے دن فرشتے متعین ہونگے۔ بندے کے عمل اللہ کے حضور پیش ہونگے۔ ہر ہر عمل پر فرشتے دیکھیں گے کہ سنت کی مہر لگی ہے یا نہیں۔ جس پر ٹھپہ لگتا نظر آئے گا وہ عمل قبولیت کے لیے ہوگا جو سنت کے مطابق نہیں ہوگا وہ نہیں ہوگا۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

کون مقبول ہے......؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ○ (سورۃ مائدہ آیت:۲۷)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

لفظ قبولیت کی تحقیق:

○ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ○ (سورۃ مائدہ آیت:۲۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

قبول عربی کا ایک لفظ ہے لسان العرب میں لکھا ہے کہ مُتَقَبِّلِ الشَّیْءِ کسی چیز کو لے لینا جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْھُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ (آیت ۱۶، پارہ ۲۶)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال کو اللہ قبول کرلیں گے۔ یعنی نیک اعمال قبول

ہو جائیں گے اور جو اخلاص والے اعمال نہیں ہونگے وہ رد کر دیے جائیں گے۔ شریعت کی اصطلاح میں قبول کے دو معنی ہیں۔

ایک معنی ہے الصحۃ کہ عمل کا ٹھیک ہو جانا جیسے حدیث پاک میں ہے:

﴿لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ﴾

تم میں سے کسی آدمی کا وضو ٹوٹ جائے تو جب تک دوبارہ وضو کر کے نماز نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔ رہا قبول کا اصطلاحی معنی صحت عمل کہ عمل ہی تب ٹھیک سمجھا جائے گا۔ اب کوئی آدمی بے وضو کھڑا ہو کے کہہ دے میں نے تو جی ساری نماز پڑھی تو شریعت کہے گی آپ کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے نجومی کے بارے میں کہا جو لوگ کاہن ہوتے ہیں مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں، شریعت نے منع کیا اس لیے کہ انسان ان چیزوں میں لگ کر اللہ کے یقین کو کمزور کرتا ہے اس پر ہر وقت ڈر اور خوف رہتا ہے مختلف چیزوں کا تو شریعت نے جڑ کاٹ دی کہ تم نجومیوں کے پاس جاؤ ہی نہ۔ حدیث پاک میں ہے:

﴿مَنْ اَتٰى عَرَّافًا لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا﴾

جو آدمی کاہن کے پاس آیا چالیس دن تک اللہ اس کی نماز کو قبول نہیں کرتے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر کسی بندے کا کوئی غلام ہو اور وہ بھاگ جائے تو فرمایا:

﴿اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ﴾

اگر غلام بھاگ گیا

﴿لَمْ تُقْبَلْ صَلٰوتُهُ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوَالِيْهِ﴾

جب تک وہ اپنے مالکوں کے پاس لوٹ کر نہیں آئے گا اس کی نمازوں کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا معنی قبول کا ہے کہ انسان کو کوئی چیز اچھی لگے پسند آجائے جب پسند آجاتی

ہے تو آدمی اس چیز کو لے لیتا ہے نکاح کے موقع پر جب دولہا سے پوچھا جاتا ہے کہ تو نے فلاں کو اپنے نکاح میں قبول کیا تو آگے سے وہ کہتا ہے قبلت میں نے قبول کیا۔ یہاں قبول کا مطلب کہ چیز اچھی لگی اور انسان نے اس کو لے لیا۔ یہی معنی یہاں لیا جائے گا کہ

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ (سورۃ مائدہ آیت: ۲۷)

بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کے عمل کو قبول کرتا ہے چنانچہ مفردات میں علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ التقبل یہ لفظ جو ہے یہ باب تفعل سے ہے

﴿قَبُوْلُ الشَّيْءِ عَلٰى وَجْهٍ يَقْتَضِيْ ثَوَابًا كَالْهَدِيَّةِ﴾

جیسے کوئی آدمی کسی کو ہدیہ پیش کرتا ہے تو ثواب کی نیت سے اس بندے کا ہدیہ لے لینا اس کو قبول کہتے ہیں۔ اسی طرح انسان جو عمل کرتا ہے اللہ رب العزت کے لیے اگر اس عمل کے اندر اخلاص ہوگا شریعت کے مطابق عمل ہوگا' تو اللہ تعالیٰ بھی بندے کا وہ عمل قبول کریں گے۔ اس کو قبولیت کہتے ہیں۔

معیار قبولیت کی وضاحت:

یہ ایک مستقل چیز ہے' جو سمجھنے والی ہے کیونکہ جب تک کوئی عمل قبول نہ ہو اس عمل کا انسان کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ کئی مرتبہ اچھی چیز ہوتی ہے۔ آپ نہیں قبول کرتے مثال کے طور پر آپ پھل کی دکان پر گئے اور وہاں جا کر آپ نے سیب خریدے وہ آپ کو کہتا ہے جی میرے پاس اچھی قسم کے انگور آئے ہوئے ہیں۔ آپ انگوروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں وہ دیکھنے میں بہترین پکے ہوئے تیار ہیں' خوبصورت ہیں لگتا ہے کہ میٹھے بھی ہوں گے۔ صفات سب موجود ہیں۔ آپ کا موڈ نہیں ہے آپ اس پر ایک نظر ڈال کر کہتے ہیں کہ جی نہیں مجھے نہیں لینے۔ اب باوجود اس چیز میں خوبیوں کے آپ نے اس کو Reject کر دیا۔

اس لیے عمل کا صحیح ہونا ایک درجہ اور عمل کا اللہ تعالیٰ کو پسند آ جانا یہ دوسرا درجہ۔ یہ وہ غم ہے جو نیکوں کو لگا ہوتا ہے وہ کانپتے رہتے ہیں۔ آپ نے کئی مرتبہ سنا ہوگا ایک عورت اچھے

گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ بہت لکھی پڑھی تھی' خوبصورت حور پری تھی' عقل مند تھی۔ اللہ نے اس کو عقل شکل ہر نعمت سے نوازا تھا اور اس کو طلاق ہوگئی تو باوجود اس کے پاس وہ سب چیزیں ہیں جو ایک بیوی کے پاس ہونی چاہئیں عمل کو پسند کیا۔ خوبصورت عورت کو طلاق ہوگئی اور آپ نے کئی دفعہ یہ بھی سنا ہوگا کہ عورت بالکل ان پڑھ ہے لکھنا نہیں جانتی شکل کی بھی عام ہے مالی اعتبار سے بھی عام گھرانے سے ہے۔ مگر خاوند اس کے ساتھ کچھ اس طرح خوش ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں راج کرتی ہے۔ قبول ہوگئی اک دلہن کو اس کی سہیلیاں شادی کے موقع پر تیار کر رہی تھیں' زیور پہنا رہی تھیں اور میک اپ کر رہی تھیں۔ اس دوران اس کی کسی سہیلی نے کہہ دیا کہ تم تو بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ تمہیں یہ سوٹ بڑا جچ رہا ہے۔ اور زیور تو کیا بات ہے۔ جب اس کی سہیلی نے تعریف کی تو دلہن کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے تو سہیلی گھبرا گئی کہ مسئلہ کیا ہے۔ پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ تو دلہن نے جواب دیا کہ آپ تو میرے حسن و جمال کی اتنی تعریفیں کر رہی ہیں لیکن جس خاوند کے پاس میں جا رہی ہوں اگر اسے پسند نہ آئی تو تمہاری تعریفیں میرے کس کام آئیں گی۔

لوگ ہمیں نیک سمجھیں' متقی سمجھیں' عبادت گزار سمجھیں' عارف باللہ سمجھیں لیکن اگر ہم اللہ کو پسند نہ آئے تو لوگوں کی تعریفیں کس کام کی کہ یہ اہم بات ہے کہ ہم ایسے زندگی گزاریں کہ اپنے مالک کو پسند آ جائیں اس کو قبولیت کہتے ہیں۔

معروف عارف عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک قول:

چنانچہ عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ اک بڑے عارف گزرے ہیں اسکندریہ میں پیدا ہوئے پلے بڑھے پھر مصر میں جامعۃ الازہر کے استاذ بھی رہے۔ بہت حکمت اور دانائی کی باتیں کرتے تھے ان کی باتیں آج کتب کے اندر Refrance کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ تو انہی ایک کتاب میں وہ یوں لکھتے ہیں۔

﴿رُبَّمَا فَتَحَ لَكَ بَابَ الطَّاعَةِ﴾

کبھی کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمہارے لیے طاعت کا دروازہ کھول دیا جائے

﴿وَمَافَتِحَ لَكَ بَابُ الْقُبُوْلِ﴾

لیکن تمہارے اوپر قبولیت کا دروازہ نہ کھولا جائے اب اس کی مثال اگر سننی ہے تو عزازیل شیطان نے اسی ہزار سال اس نے عبادت کی کوئی زمین کا ایسا ٹکڑا نہیں تھا جو اس نے چھوڑا ہو سجدہ نہ کیا ہو۔ اتنا سر جھکایا اطاعت تو کی اس نے مگر قبولیت نہ پاسکا تو عمل کرنا ایک بات۔ عمل اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو جانا یہ الگ ہے۔ جب تک اس کی فکر نہیں لگے گی جب تک انسان اس بارے میں فکر مند نہیں رہے گا۔ اللہ کے سامنے گڑگڑائے روئے مانگے تب جا کے قبولیت ہوگی۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ

﴿لَوْلَا جَمِيْلُ سَتْرِهِ﴾

اگر اسکی ستاری خوبصورت نہ ہوتی

﴿لَمْ يَكُنْ عَمَلٌ اَهْلًا لِلْقُبُوْلِ﴾

کوئی عمل بھی قبولیت کے قابل نہ ہوتا اگر عمل قبول ہوتا ہے تو اللہ کی صفت ستاری کے صدقے قبول ہوتا ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان عالیشان:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں فرمایا ہے کہ انسان جتنی یکسوئی کی عبادت کرے، جتنا دل لگائے عبادت کرے خشوع اور خضوع سے عبادت کرے اس کی عبادت کبھی بھی اللہ کے شایان شان نہیں ہوسکتی۔

﴿وَهُوَ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى وَرَاءُ الْوَرٰى﴾

وہ پروردگار اس سے بھی بلند ہے اس سے بھی بلند ہے اس سے بھی بلند ہے ہم کس کھیت کی گاجر مولیاں ہیں کہ ہم اپنی بات کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عبدیت:

سید الانبیاء سید الانس وجان سید الملائکہ محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے ایک مرتبہ یوں فرمایا:

﴿مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ﴾ (سورۃ الحج آیت:۶۵)

اے اللہ ہم نے تیری عبادت نہیں کی جیسے عبادت کرنے کا حق تھا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی حرم تشریف لے گئے طواف کیا مقام ابراہیم پہ دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا مانگی:

﴿مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ﴾

جس بندے نے چالیس سال ایسے گزارے کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ساری رات اللہ کی عبادت کی ہمسائے کے بچے ان کو چھت کا مینارہ سمجھتے تھے۔ اتنا لمبا قیام کیا کرتے تھے وہ بزرگ مقام ابراہیم پر نفل پڑھ کر کہتے ہیں۔

﴿مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ﴾

اللہ جیسے آپ کی عبادت کا حق تھا وہ حق ادا نہیں کر سکے۔

عبادت قبول کیسے ہوتی ہے:

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم ایسی عبادت کر بھی نہیں سکتے جو اللہ کے شایان شان تو عبادتیں قبول کیسے ہوتی ہیں۔ بھائی اس کی بھی مثال سن لیجئے۔ آپ نے اپنے بچے کو عبداللہ کو سکول داخل کروایا ابتدائی دنوں میں آپ اس کو سکول سے لے کر آئے وہ آپ کو کہتا ہے ابو میں نے گنتی لکھنا سیکھی ہے آپ کہتے ہیں دکھاؤ وہ ایک صفحہ آگے کرتا ہے جس پر جگہ جگہ سیاہی لگی ہوتی ہے۔ اور لائنیں بالکل ٹیڑھی اور گنتی ایسی لکھی کہ

بالکل سمجھ نہیں لگتی مگر جو شفقت آپ کو بیٹے کے اوپر ہے آپ اس کی Effort کو Appriciate کرنے کے لیے اس کو آئس کریم انعام کے طور پر لے کر دیتے ہیں۔ اب یہ جو اس بچے کو آئس کریم کا انعام ملا یہ خوشخطی کے بدلے نہیں تھا اگر لکھائی کو دیکھتے تو یہ تو دیکھنے کے قابل نہیں مگر باپ کی محبت ہے کہ وہ بچے کو دیکھتا ہے۔ Pain Stacking کی اس نے Efforts کی اس نے لہٰذا اچھا نہیں بھی لکھا پھر بھی انعام دے دیا۔ ہم بھی اسی طرح عبادت کرتے ہیں۔ ہماری عبادت ہرگز اللہ کے شایان شان نہیں ہوتی۔ مگر

﴿ اَللّٰهُ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (سورہ الحج آیت ۶۰)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رؤف اور رحیم ہے۔ وہ بندے کی Pain Stacking کو دیکھتے ہوئے محنت کو دیکھتے ہوئے جیسا بھی عمل ہوگا اپنی رحمت سے قبول فرما لیتے ہیں۔

جنت میں داخلہ کیسے ہوگا:

یہاں پر ایک بات اور سمجھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ اگر ہمارے اعمال قبولیت کے درجے کو نہیں پہنچے تو پھر ہمیں قیامت کے دن اس کا بدلہ کیا ملے گا اس لیے یہ فکر کا لمحہ ہے۔ چنانچہ فرمایا

﴿لَيْسَ كُلُّ طَاعَةٍ سَبِيْلًا اِلٰى مَثُوْبَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ﴾

ہر طاعت یعنی ہر عمل اس قابل نہیں ہوتا کہ اللہ کو وہ راضی کر پائے اور اللہ اس پر بندے کو اجر عطا فرمائے ہر عمل ایسا نہیں ہوتا اور ایک جگہ فرماتے ہیں۔

﴿لَاعِبْرَةَ بِالطَّاعَةِ اِذَا لَمْ يَصْحَبْهَا قُبُوْلٌ﴾

اس عمل کا کوئی اعتبار نہیں جس عمل کے ساتھ قبولیت نہ ہو۔ اس عمل کا کیا فائدہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہی نہ آئے اسی لیے اس بات کی فکر ہو کہ ہمارے عمل اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو جائیں۔ اب یہاں پر ایک سوال حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ انسان جنت میں

جو داخل ہوگا وہ اللہ رب العزت کی رحمت کی وجہ سے ہوگا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے حدیث مبارکہ میں فرمایا

﴿لَا يُدْخِلُ اَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ﴾

طبرانی شریف کی روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں تم میں سے کسی بندے کا عمل اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔

﴿وَلَا يُجِيْرُهُ مِنَ النَّارِ﴾

نہ اس کو جہنم سے نکالے گا۔

﴿وَلَا اَنَا﴾

اور نہ مجھے

﴿اِلَّا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللهِ﴾

ہاں اللہ رب العزت کی رحمت ہمیں جنت لے جائے گی اور جہنم سے نکالے گی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ النحل آیت:۳۲)

تم جنت میں جاؤ اپنے عملوں کی وجہ سے تو قرآن پاک کی آیت بتا رہی ہے کہ جنت میں جاؤ عملوں کی بنا پر اور حدیث مبارکہ بتا رہی ہے کہ کوئی بندہ نہ اپنے عملوں کی وجہ سے جنت جائے گا اور نہ جہنم جائے گا ہاں اللہ کی رحمت اس کو جہنم سے نکالے گی جنت لے جائے گی تو حدیث مبارکہ میں اس کی تفصیل ہے۔ اس لیے ایک حدیث کو پڑھ کر آپ دین کو نہیں سمجھ سکتے جب تک تمام احادیث سامنے نہ ہوں دوسری حدیث میں نبی علیہ السلام نے بتلا دیا کہ:

﴿دُخُوْلُ الْجَنَّةِ بِفَضْلِهٖ﴾

جنت میں داخل ہونا اللہ کے فضل سے ہوگا۔

﴿ودرجاتہ بحسب الاعمال﴾

اور جو درجے ہونگے وہ اعمال کے حساب سے ہونگے۔ نفس جنت میں داخل ہونا وہ اللہ کے فضل سے ہوگا اور

﴿ولکل درجات مما عملوا﴾ (آیت ۱۹ پارہ ۲۶)

سب کے درجات ان کے عملوں کے بقدر تو درجات عمل کی بنا پر اور جنت میں داخلہ اللہ کی رحمت کی بنا پر چنانچہ حدیث پاک میں ہے

﴿لن یدخل احدکم الجنۃ بعملہ﴾

تم میں سے کوئی بندہ اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا ایک اور حدیث مبارکہ توجہ سے سنئے۔

﴿ان اللہ عزوجل یقول للجنۃ﴾

اللہ تعالیٰ نے جنت سے یہ فرمایا

﴿انت رحمتی﴾

تو میری رحمت ہے۔

﴿ارحم بک من اشاء من عبادی﴾

اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تیرے ذریعے اس پر رحمت کروں گا اب اس پر علماء نے بہت بہت خوبصورت تفصیل بیان کی ہے کہ آدمی جنت میں کیوں نہیں جائے گا اپنے عملوں کی وجہ سے چنانچہ لمبی تفصیل میں پڑنے کی بجائے صرف ایک بزرگ کی بات یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ دلائل:

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی تحقیق یہ ہے کہ انسان کو عمل کی توفیق ملتی ہے وہ اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے:

اِنَّ التَّوْفِیْقَ لِلْعَمَلِ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰہِ

﴿وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ (سورۃ ہود آیت:۸۸)

بھئی مشین بجلی کی چل تو رہی ہے لیکن مین سوئچ جس کے ہاتھ میں ہے اسکی مرضی ہے کہ مین سوئچ آن کرے تو چلے ورنہ موٹر بھی ٹھیک پمپ بھی ٹھیک پانی نہیں نکلے گا کیوں کہ پیچھے سے بند کر دیا ہے تو توفیق اللہ رب العزت کی طرف سے ملتی ہے۔ تو جب عمل کی توفیق ہی اللہ نے دی تو سبحان اللہ معاملہ تو پھر اللہ پر پہنچا فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْلَا رَحْمَةُ اللّٰہِ سَابِقَہ مَاحَصَلَ الْاِیْمَانُ وَلَا الطَّاعَةُ الَّتِیْ یَحْصِلُ بِھَا النَّجَاةُ﴾

اگر اللہ رب العزت کی اس بندے پر رحمت نہ ہوتی نہ یہ ایمان حاصل کر پاتا نہ عمل کی توفیق ملتی تو پھر اس کو جنت کیسے مل جاتی تو ملی تو کس وجہ سے ملی اللہ کی رحمت کی بنا پر۔

دوسری دلیل قائم کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

﴿اِنَّ مَنَافِعَ الْعَبْدِ لِسَیِّدِہٖ﴾

جب کوئی غلام ہوتا ہے تو اس غلام کے جتنے منافع ہوتے ہیں اس کے لیے نہیں ہوتے وہ کس کے ہوتے ہیں اس کے آقا کے ہوتے ہیں۔ اور ہم تو اللہ کے ملک ہیں غلام سے بھی ایک درجہ آگے تو ہم اگر اعمال کریں بھی تو یہ ملک کس کے ہوئے اللہ کی۔

﴿وَعَمَلُہٗ لَمُسْتَحَقٌّ لِمَوْلَاہُ﴾

اب دیکھیں غلام ہے اور وہ غلام آپ کے گھر میں کام کرتا ہے غلام جو ہے آخر اس نے کام کرنا ہے اب اس غلام کو کام کرنے پر آپ انعام دے دیں اپنی طرف سے اس کا تو حق ہی نہیں بنتا تھا۔ آپ نے جو انعام دیا یہ آپ کی اس کے اوپر مہربانی ہو گی تو اللہ رب العزت نے بندے کو عمل کی توفیق بھی دی اور بندے نے عمل بھی کیے اب ان عملوں پر جنت کا عطا کر دینا یہ مالک کا اپنے بندوں کے اوپر احسان ہے ورنہ تو بندے اس بات کے

مستحق تھے کہ ساری زندگی عبادت کرتے وہ مملوک ہیں اور اللہ مالک ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿فَمَهْمَا اَنْعَمَ عَلَيْهِ مِنَ الْجَزَآءِ﴾

جو بھی نعمت اسکو بدلے میں اللہ کی طرف سے ملی:

﴿فَهُوَ مِنْ فَضْلِهِ﴾

وہ اللہ کے فضل کی وجہ سے ہے اور پھر تیسری دلیل عجیب قائم کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ انسان جو عمل کرتا ہے وہ فانی ہے اور جنت جو ہے وہ باقی رہنے والی ہے۔ تو فانی عملوں پر کبھی بھی کوئی بندہ باقی رہنے والی جنتوں کا حق دار نہیں بن سکتا اگر اس کو اللہ نے ہمیشہ رہنے والی جنت دی تو یہ اپنے فضل کی وجہ سے۔

﴿اِنَّ اَعْمَالَ الطَّاعَةِ كَانَتْ فِيْ ثَمَنٍ يَسِيْرٍ ○ وَالثَّوَابُ لَا يَنْفَدُ وَالْاِنْعَامُ الَّذِيْ لَا يَنْفَدُ فِيْ جَزَآءِ مَا يَنْفَدُ بِفَضْلٍ لَا مُقَابَلَةِ الْاَعْمَالِ﴾

لہٰذا جنت جو ملی یہ اعمال کے مقابلے میں نہیں یہ اللہ کے فضل سے ملی بلکہ علماء نے مسئلہ لکھا ہے۔

انوکھی مثال:

آپ ایک مثال سن لیں آپ کے پاس ایک سیب ہے آپ اس کو فریزر کے اندر رکھ دیتے ہیں تو کوئی بندہ آپ کو کہہ سکتا ہے کہ آپ بڑے ظالم ہیں جی فریزر کے اندر رکھ دیا آپ اس کو اٹھا کے چولہے پہ چڑھا دیتے ہیں کوئی بندہ کہہ سکتا ہے کہ آپ نے بڑا ظلم کیا بھئی آپ مالک ہیں مالک کو اختیار ہوتا ہے۔ اپنی مملوکہ چیز میں کہ جو مرضی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مالک ہیں وہ چاہیں تو جنت میں رکھ دیں اور وہ چاہیں تو جہنم میں ڈال دیں دونوں صورتوں میں ظالم کوئی نہیں کہہ سکتا۔ چنانچہ حدیث پاک میں

﴿لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ وَاَهْلَ سَمٰوٰتِهٖ وَاَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ﴾

اگر اللہ تعالیٰ اہل آسمان اور زمین کو عذاب دے سزا دے تو سزا دینے کے باوجود ظالم کوئی نہیں کہہ سکتا۔

﴿وَلَوْ رَحِمَهُمْ﴾

اور اگر اللہ ان پر رحمت کردے اس کی رحمت اپنے بندوں کیلئے زیادہ بہتر ہے تو معلوم ہوا کہ اعمال ہمیں کرنے ہیں اور قبولیت کے لیے فکرمند رہنا ہے یہ نہیں کہ اب ہم نے چونکہ نماز پڑھ لی چاہے نماز میں دنیا کا خیال رہا چاہے کاروبار کا چاہے کسی بندے کا۔ اب جی اللہ پہ لازم ہوگیا قبول کرنا ایسی بات نہیں ہے۔ اعمال کرنا ایک قدم اور اس کی قبولیت کی فکر ہونا دوسرا قدم ہے۔

قبولیت کی علامات:

کچھ علامات ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمل قبول ہے۔ تو وہ علامات آپ کو معلوم ہونی چاہئیں۔ کہ جس سے پتہ چلے کہ ہمارے عمل قبولیت کے مقام تک پہنچے کہ نہیں۔

قبولیت کا اولین معیار سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿مِنْ عَلَامَاتِ قُبُوْلِ الْاَعْمَالِ﴾

سب سے پہلا

﴿مُوَافَقَةُ الْعَمَلِ لِمَا جَاءَ بِهِ الشَّرْعُ وَصَحَّتْ بِهِ السُّنَّةِ﴾

جو بھی عمل آپ کریں شریعت کے مطابق ہو اور سنت کے بالکل مطابق ہو یہ قبولیت کی پہلی شرط اگر کوئی عمل شریعت کے مطابق نہیں آپ کا جی چاہا کہ جی آج تو فجر میں میری طبیعت بڑی انشراح والی ہے۔ میں آج چار رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ تو چار رکعت آپ نے بڑے خشوع و خضوع سے پڑھے کیا قبول ہو جائے گی۔ نہیں ہوگی اس کا مطلب یہ کہ پہلی شرط کہ عمل اگر ہو تو شریعت کے مطابق ہو اس کو کہتے ہیں۔

﴿مِيْزَانٌ لِلْاَعْمَالِ فِيْ ظَاهِرِهَا﴾

یہ ظاہر میں کسوٹی ہے اعمال کی جس عمل کو دیکھنا ہے قبولیت کے قابل ہے یا نہیں اسکو سنت پہ تو لو اگر سنت کے مطابق تو قبولیت کے قابل ہے۔ یہ پہلی شرط پوری ہوگئی اور اگر سنت کے خلاف ہے تو پھر قبولیت کے قابل نہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

﴿مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ﴾

جس نے دین میں ایسی بات پیدا کی جو اس میں نہیں تھی وہ بات مردود، وہ کام مردود، وہ کام مردود ہو جائے گا۔ آپ نے دیکھا ہے کئی مرتبہ لوگ چیز خریدنے جاتے ہیں تو اوپر Brand name پڑھتے ہیں مہر لگی ہوتی ہے۔ اگر Brand name ہو تو چیز لیتے ہیں ورنہ نہیں لیتے۔ بالکل قیامت کے دن فرشتے متعین ہوں گے۔ بندے کے عمل اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ ہر ہر عمل پر فرشتے دیکھیں گے کہ سنت کی مہر لگی ہے یا نہیں۔ جس پر ٹھپہ لگا نظر آئے گا وہ عمل قبولیت کے لیے ہوگا جو سنت کے مطابق نہیں ہوگا وہ نہیں ہوگا۔

اللہ کا پسندیدہ عمل:

انسان کا کام ہے صحیح طریقے سے کرے۔

اَنْ یَکُوْنَ الْعَمَلُ حَلَالًا طَیِّبًا

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا﴾

اللہ تعالیٰ خود بھی طیب ہیں اور کون سے عمل کو پسند کرتا ہے جو طیب ہو پاکیزہ ہو۔

﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ﴾

ایک جگہ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ (سورۃ المومنون آیت نمبر ۵۱)

طیب چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ طبرانی شریف کی ایک روایت ہے بہت ہی عجیب۔ سبحان اللہ۔ سعد ؓ کو نبی علیہ السلام نے نصیحت فرمائی تو فرمایا:

﴿یَاسَعْدُ اَطِبْ مَطْعَمَکَ﴾

اپنے کھانے کو پاکیزہ کر یعنی تو وہی کھا جو پاکیزہ ہو۔

﴿تَکُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَۃِ﴾

ایسا کرنے سے تو مستجاب الدعوات بن جائے گا۔ تیری دعا اللہ کے ہاں سیدھی قبول ہوگی اللہ اکبر۔

آنکھوں دیکھا حال:

میں ایک مرتبہ اس کا تجربہ ہوا بیرون ملک میں مدرسہ میں ایک طالب علم پڑھتا تھا ایک ڈاکٹر صاحب کا بیٹا تھا بڑا ذہین۔ آئی کیو لیول (I.Q Level) بڑا اچھا سکول کے اندر پوزیشن لینے والا بلکہ Presidential award کیلئے اس کا نام پیش کیا گیا۔ اتنا ذہین بچہ قرآن پاک پڑھنے کیلئے آیا۔ ایک سال وہ ابتدائی قاعدہ ہی پڑھتا رہا قرآن پاک پر ہی نہیں پہنچا۔ جب ہم نے جائزہ لیا سال کے بعد کہ کس بچے نے کتنا پڑھا۔ تو وہاں آ کے ہماری سوئی بھی اٹک گئی کہ ایک سال ہو گیا اس بچے کو آئے ہوئے اور ابھی تک اس کا قرآن پاک ہی شروع نہیں ہوا۔ استاد کو بلایا استاد نے کہا:

جناب میری محنت میں کوئی کمی نہیں۔ میں اسے پڑھاتا ہوں چند صفحے آگے جاتا ہوں یہ پیچھے سے بھول جاتا ہے۔ پھر پیچھے سے میں کوئی دو درجن دفعہ شروع سے شروع کرا کے لے جا چکا ہوں آگے دوڑ تو پیچھے چوڑ میں کیا کروں بچے کو بلایا بھائی معاملہ کیا ہے؟ بچے نے کہا جی میری محنت میں کمی نہیں ہے کلاس کے لڑکے بھی گواہی دیں گے استاد بھی گواہی دے گا میں آتا ہوں پورا ٹائم میں بیٹھ کے پڑھتا ہوں اس بات کی سمجھ مجھے نہیں آتی میں چند صفحے آگے جاتا ہوں پیچھے کی باتیں میرے ذہن سے نکل جاتی ہیں۔ اور میں نالائق نہیں ہوں۔ میں ٹاپ کرنے والا لڑکا ہوں پتہ نہیں زبان سے میری مناسبت نہیں ہو رہی ہے۔ یا کیا وجہ ہے اب ہماری فکر کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گئی کہ جب استاد بھی پڑھا رہا ہے

شاید دیکھ پڑھ رہا ہے۔ تو پھر قرآن پاک بچہ کیوں نہیں پڑھ رہا ہم نے اس بچے کو الگ بلایا۔ اور بعد اس سے تھوڑی دیر بات چیت کی اللہ تعالیٰ دلوں میں بات ڈالنے والے ہیں۔ اس سے ایک Question پوچھا کہ بچہ یہ بتاؤ کہ تم کھاتے کیا ہو۔ کون کون سی چیزیں تمہیں پسند ہیں۔ اس نے کہا جی چکن نگسٹ مکڈانل کے بڑے اچھے لگتے ہیں۔ اور فلاں Peeza Hut (پیزا ہٹ) کی Chees مجھے بڑی اچھی لگتی ہے۔ اور ابو فلاں چیز Thanks God is Friday وہاں سے لے کر آتے ہیں۔ پتہ چلا کہ ان ڈاکٹر صاحب کو شام کا کھانا باہر کھانے کی عادت تھی وہ سارا دن مریضوں' دفتر میں لگے رہتے تھے۔ حلال پاکیزہ کمائی شام کو بیوی بچوں کو لے جاتے اور اس طرح جو ملٹی نیشنل قسم کے Advertise (ایڈورٹائیز) وہاں سے اپنی طرف سے چکن کی چیز لے لی فش کی بنی ہوئی چیز لے لی اس قسم کی چیزیں کھلاتے تھے۔ Potato Chips کھلا دیتے تھے مگر بنی ہوئی تو انہیں کی اب ہمیں بات سمجھ میں آئی کہ آخر مسئلہ کیا ہے تو ہم نے ایک ٹیچر پیرنٹ میٹنگ رکھی اس بچے کے والدین کو بلایا ہم نے ان سے ایک بات کی آپ اگر چاہتے ہیں بچہ قرآن پڑھے ہمارے ساتھ Promise کریں کہ اس بچے کو آپ اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا کھلائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کو کہا آپ کی بیوی مسلمان ہے نماز پڑھتی ہے۔ اس کا پکا ہوا کھانا آپ اس کو کھلائیں تب ہم محنت کریں گے ورنہ ہماری محنت بھی ضائع اور اگر آپ باہر کھلانا نہیں چھوڑ سکتے تو جاتے ہوئے بچے کو ساتھ لے جائیں جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو بہت ہی Hard ہو گئے ہیں اس معاملہ میں کہنے لگے نہیں حضرت ہم نے بچے کو پڑھانا تو ہے ہم باہر نہیں کھاتے گھر ہی کا کھانا کھائیں گے۔ بچے کو والدین نے گھر کا کھانا کھلانا شروع کیا اور ادھر سے بچے نے قرآن پڑھنا شروع کیا ایک سال میں بچے نے پورا قرآن پاک مکمل پڑھ لیا۔

روحانیت میں کمی کی وجہ کیا ہے؟

انگریزی میں کہتے ہیں You a healt is what you eat? کہ تمہاری صحت وہی ہوتی ہے جو تم کھاتے ہو اور اسی کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی جو روحانیت ہے Its what you eat نمازوں کا نور' تلاوت کا نور' باہر سے کوئی مشتبہ چیز کھائی سارا کا سارا ایک برابر ہو گیا۔ آج کیوں انسانوں کے اندر روحانیت کی کمی ہے۔ اس کی بہت ساری وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے اور ماشاء اللہ یہ شوق ہوتا ہے۔ فلاں کارنر سے یہ کھائیں گے فلاں کارنر سے یہ کھائیں گے۔ چیز تو آپ نے کھائی لیکن جس مزے کے پیچھے آپ کا سب کچھ ضائع ہوا وہ کتنا نقصان دہ ہے۔ کوشش کریں گھر کا کھانا کھانے کی عادت بنائیں کچھ باہر سے لینا بھی ہے تو ایسی چیزیں جو پاکیزہ حلال مل سکتی ہیں وہ لا کے گھر کھائیں۔ ورنہ فجر کی نماز کے بارے میں پوچھتے ہیں کہتے ہیں کہ جی فجر میں آنکھ نہیں کھلتی بھائی آپ نے سوچا تھا کہ آپ نے شام کو کھایا کیا تھا۔ جب جسم میں حرام جائے گا تو انسان عمل کی توفیق سے محروم ہو جائے گا۔ اور جی الارم بھی لگا کے رکھتا ہوں۔ سات بجے آنکھ کھلتی ہے تو ایک بڑی اہم بات اپنے من کے نور کی حفاظت کرنے کیلئے کہ انسان اپنے کھانے کو پاکیزہ حلال رکھے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سعد رضی اللہ عنہ کو کہ اے سعد اطیب مطعمک تو اپنے کھانے کو پاکیزہ کر لے۔

﴿تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ﴾

اللہ تعالیٰ تیری مانگی ہوئی ہر دعا کو قبول فرمائیں گے۔ بہت بڑا انعام ہے تو یہ پہلی چیز کیا ہوئی اس کو کہا میزان الاعمال فی مظاہرھا۔ ظاہر میں عمل کے قبولیت کی کسوٹی اور میزان Criteria کرئیٹریا ایک اسکا باطن بھی ہے کہتے ہیں

﴿مِيزَانُ الْأَعْمَالِ فِي بَاطِنِهَا﴾

اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے:

باطن میں انسان کے اعمال کی کسوٹی وہ کیا چیز ہے:

﴿اِبْتِغَاءُ وَجْهِ اللّٰهِ بِالْعَمَلِ﴾

کہ عمل کا اصل مقصود اللہ کی رضا کا حاصل کرنا ہو چنانچہ آپ نے حدیث مبارکہ سنی ہوگی۔

﴿اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾

اعمال کی صحت اعمال کی قبولیت کا دارومدار انسان کی نیت کے اوپر ہے تو نیت بھی ٹھیک ہو۔ اگر نیت ٹھیک نہیں ہوگی تو عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔

سنیے قرآن عظیم الشان ایک جگہ فرمایا:

﴿اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى﴾ (سورۃ الیل آیت ۲۰)

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَلَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ﴾ (سورہ بقرہ آیت ۲۶۵)

حدیث مبارکہ میں ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَقَبَّلُ مِنَ الْعَمَلِ﴾

اللہ تعالیٰ عمل قبول نہیں کرتے۔

﴿اِلَّا مَا كَانَ خَالِصًا﴾

جو خالص ہو

﴿وَابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُهٗ﴾

اور عمل سے بندے کا مقصود اللہ کی رضا ہو اور بعض سلف سے یہ منقول ہے کہ

﴿مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُقْبَلَ عَمَلُهٗ﴾

جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اس کے عمل قبول ہو جائیں۔

فَلْیُصْحِحْ نِیَّتَہٗ

اس کو چاہیے کہ اپنی نیت کو ٹھیک کر لے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَاْجُرُ لِعَبْدِہٖ

بے شک اللہ تعالیٰ بندے کو اجر دیتے ہیں۔

اِذَا حَسُنَتْ نِیَّتُہٗ حَتّٰی بِلُقْمَۃٍ

جب اس کی عمل کی نیت ٹھیک ہوتی ہے حتیٰ کہ لقمہ بھی بیوی کے منہ میں ڈالے گا اللہ لقمہ پر بھی اجر عطا فرمائے گا تو عمل کی قبولیت کی دو کسوٹیاں ایک ظاہر میں شریعت کے مطابق سنت کے مطابق۔ ایک باطن میں کہ نیت اس کی خالص اور صحیح ہو یہ دو کسوٹیاں ہیں۔

سکون قلب:

تیسری بات علامت عمل کے قبول ہونے کی

زِیَادَۃُ الْاَعْمَالِ وَالتَّرَقِّیْ فِی الْاَحْوَالِ

کہ انسان جو عمل کرتا ہے اس کے اعمال میں اور احوال میں ترقی ہوتی ہے۔ ایک عمل کے بعد دوسرے عمل کی توفیق مل جاتی ہے۔ دروازہ کھلتا چلا جاتا ہے۔

عِبَادُ الْہِمَمْ اَحْمَدُ بْنُ عَجِیْبَہ

فرماتے ہیں۔

مَنْ وَجَدَ ثَمَرَۃَ عَمَلِہٖ عَاجِلًا

جس نے اپنی عبادت کا اجر جلدی پالیا اجر سے مراد ثمرہ سے مراد روحانی سکون یعنی جس بندے کو عبادت کرتے ہوئے سکون ملا دل کو تسلی ہوگئی۔

فَھُوَ دَلِیْلٌ عَلٰی وُجُوْبِ الْقَبُوْلِ عَاجِلًا

یہ دلیل ہے قیامت کے دن یہ عمل اللہ کے ہاں قبول ہوگا اب یہاں پر ایک اور (Question) ہوگا کہ جی اب پتہ کیسے چلے کہ ہمارے عمل کو وہ کیفیت ملی یا نہیں ملی

چنانچہ سنئے:

﴿فمن علائم قبول اللہ الصلوۃ﴾

لکھتے ہیں کہ نماز میں قبولیت کی علامت یہ ہے۔

﴿ان یشعر المصلی فیھا بلذۃ الاقبال علی اللہ﴾

ایک نماز پڑھنے والے نماز کے دوران محسوس کرتے ہیں کہ میں اپنے رب کے حضور کھڑا ہوا ہوں جب یہ کیفیت ہو نماز کے دوران کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں وہ فرماتے ہیں۔یہ روحانی کیفیت اس بات کی دلیل ہے کہ نماز اللہ کے ہاں قبول ہے:

﴿ومن علائم قبول اللہ لمناسک الحج﴾

اگر کوئی آدمی حج پر گیا تو اس کے مناسک حج کی قبولیت کی علامت کیا ہے۔

﴿ان تقطعہ عن مشاغل الدنیا وھمومھا﴾

کہ وہ جو حج کرنے میں اس کا ٹائم گزرتا ہے۔اس میں اللہ کی طرف اتنا دھیان کہ وہ بندہ دنیا کے ہموم اور غموم سے بالکل فارغ ہو جاتا ہے دماغ ادھر سے کٹ جاتا ہے ادھر انسان کا دل جڑ جاتا ہے۔

ومن علائم قبول اللہ لتلاوۃ القرآن

اگر کوئی بندہ تلاوت قرآن کر رہا ہے تو اس کی کون سی کیفیت ہوگی کہ پتہ چل جائے کہ تلاوت قبول فرماتے ہیں

﴿ان یشعر انہ ماصل بین یدی اللہ﴾

تلاوت کرتے ہوئے یہ کیفیت ہو کہ میں اپنے اللہ کے سامنے بیٹھا اپنے مالک سے ہمکلامی کر رہا ہوں اور پھر فرماتے ہیں کہ:

﴿ومن علائم قبول اللہ لذکر الذاکرین﴾

ذکر کرنے والے جو ذاکرین ہیں ان کے ذکر کی قبولیت کی علامت کیا:

﴿اَنْ تَبْعَثَ الْيَقْظَةُ بِمُرَاقَبَةِ اللّٰهِ بِقُلُوبِهِمْ﴾

ان کے قلوب میں بیداری آجاتی ہے۔

﴿اَنْ تَبْعَثَ الْيَقْظَةَ اِلٰى مُرَاقَبَةِ اللّٰهِ فِىْ قُلُوبِهِمْ﴾

اوران کے نفوس میں اللہ کی خشیت آجاتی ہے۔تو اگران اعمال کو کرتے ہوئے یہ کیفیات مل رہی ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعمال قیامت کے دن اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو جائیں گے۔

مداومۃ عمل:

چوتھی نشانی اعمال کے قبول ہونے کی

﴿اَلْمُدَاوَمَةُ عَلَى الْعَمَلِ﴾

عمل پر مداومۃ مل جانا مستقل انسان پابندی کے ساتھ عمل کر رہا ہے۔حدیث پاک میں ہے:

﴿اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ﴾

اللہ کو پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو پابندی سے کیے جائیں اگرچہ وہ عمل تھوڑے ہوں۔ مثلاً ایک انسان ہزار دفعہ درود شریف نہیں پڑھتا صرف ایک سو مرتبہ صبح یا شام پڑھتا ہے۔ اور پابندی سے پڑھتا ہے اس پابندی سے پڑھنا بہتر ہے کہ کبھی نہ پڑھا اور کبھی ہزار دفعہ پڑھ لیا مداومت تسلسل کے ساتھ اسی لیے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اے دوست! تیرا ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کیلئے مسجد میں آجانا تیری پہلی نماز کی قبولیت کی دلیل ہے۔ اگر قبول نہ ہوتی اللہ تجھے توفیق نہ دیتے آنے کی۔تو یہ جو تہجد ہے اس پہ مداومت مل جائے۔ مستقل تہجد پڑھ رہے ہیں۔متواتر تحیۃ الوضو تحیۃ المسجد آنکھوں کا پرہیز یہ اعمال مستقل بندہ کرتا ہے یہ قبولیت کی دلیل ہوتی ہے۔

عمل کا جاری ہونا:

اور اس کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہوتے ہیں اللہ تعالی ان اعمال کو پھر جاری کر دیتے ہیں وہ کیسے ذرا توجہ فرمائیں بات کو اب سمیٹنا چاہوں گا کہ ایک معنی اس کا یہ بھی ہے کہ انسان کا جب عمل اللہ کے ہاں قبول ہوتا ہے اللہ تعالی اس عمل کو آئندہ وقت میں جاری فرما دیتے ہیں وہ کیسے سنیئے قرآن عظیم الشان سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی اللہ کے حضور پیش کی اللہ تعالی کو قربانی پسند آ گئی اللہ تعالی فرماتے ہیں "سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ" ابراہیم تم پر سلامتی ہو ہمارے ہاں جیسے خوش ہو کر کہتے ہیں کہ او بچے تمہاری عمر دراز ہو تم جیتے رہو بالکل اس کا عربی میں ترجمہ یہی بنتا ہے کہ اللہ تعالی ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے اتنا خوش ہوئے کہ فرمایا" سلام علی ابراهیم "ابراہیم تمہیں شاباش ہو ابراہیم تم جیتے رہو ابراہیم تم پر سلامتی ہو اب اللہ کے ہاں قربانی تو قبول ہو گئی لیکن کیا ہوا اللہ تعالی اس عمل کو آگے جاری کر رہے ہیں آئندہ امتوں میں فرمایا "وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ ہم نے آنے والوں میں اس عمل کو جاری کر دیا سال میں ہم بھی عید الاضحیٰ کے دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کر کے اس عمل کو تازہ کرتے ہیں عمل کا جاری ہو جانا

فقہ حنفی کی قبولیت:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ رب العزت نے ان کے کام کو کیا شان دی آج آپ مشرق مغرب کا سفر کر کے دیکھیں اک اہم فقہی عمل آپ کو ملے گا پاکستان میں اسی پر عمل قریب کے ملک میں اس پر عمل بنگلہ دیش میں اس پر عمل اور آگے چلتے چلے جائیں۔ اگر ماوراء النہر میں ازبکستان قزاقستان تاجکستان جتنے یہ ممالک ہیں سب میں فقہ حنفی پھر چائنہ میں آ جائیں تو چائنہ میں سنکیانگ کا علاقہ جہاں مسلمان ہیں وہاں فقہ حنفی ترکی میں آ جائیں وہاں فقہ حنفی شام میں آ جائیں فقہ حنفی سبحان اللہ حیران ہوتے ہیں فقہ حنفی اور حرمے کی بات

سنیے کہ جن ملکوں میں فقہ حنفی نہیں ایسے بھی ممالک ہیں کہ جو عبادات تو امام مالکؒ کی فقہ پر کرتے ہیں لیکن ان کی عدالتوں کا نظام ان کے فیصلے فقہ حنفی کے مطابق ہوتے ہیں مجھے سوڈان کے ایک جج ملے سفر میں کہیں اکٹھے ہو گئے جہاز میں آپس میں بات چیت ہوتی رہی عالم تھے بہت بھلے آدمی تھے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے ہاں اعمال کس فقہ کے مطابق کرتے ہیں؟ اس نے یہ بات کہی کہ ہمارے ہاں عبادات تو ہم امام مالکؒ کے مطابق کرتے ہیں لیکن عدالت کے جو فیصلے ہیں وہ ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں میں نے پوچھا وہ کیوں؟ کہنے لگے کہ پوری دنیا میں اس وقت عدالتوں کے نظام کے مطابق فقہ حنفی جتنی کامل ہے کوئی دوسری فقہ اس درجے پر اترتی ہی نہیں تو مجھے یہ بات دل میں آئی کہ ممکن ہے یہاں ایسا ہو تمہیں مصر جانا ہوا۔ جامعہ الازہر کے استاذ نے بتایا کہنے لگے کہ ہمارے ہاں عبادات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہوتی ہیں اور ہمارے ہاں بھی عدالتوں کے فیصلے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہوتے ہیں یہ کیا ہے؟ یہ قبولیت عنداللہ ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے علماء کی ایک جماعت بھیجی دیوار چین کو دیکھنے کے لیے کہ یہ کہاں ہے۔ جو دیوار ہے اسکو دیکھنے کے لیے وہ جب لوٹ کر آئے تو وہ کہنے لگے عجیب بات ہے ہم جہاں جاتے تھے وہاں لوگوں کو فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتے پاتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کا حکومتی وفد بعد میں جا رہا ہے۔ میرا اللہ اپنے ایک متقی نیک پرہیزگار بندے کی محنت کو قبول کر کے ان سے پہلے وہاں پہنچا رہا ہے۔ یہ قبولیت ہے اللہ کی دیکھیں حدیث مبارکہ کی کتابیں تو بہت ہیں لیکن امام بخاری کی بخاری شریف اللہ کے ہاں قبول ہو گئی۔ آج کوئی نوجوان عالم نہیں بن سکتا جب تک بخاری شریف کو نہ پڑھے قبولیت ہے عنداللہ سبحان اللہ۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام:

اسی طرح مدارس دنیا میں بہت ہیں لیکن دارالعلوم دیوبند اللہ رب العزت کے ہاں

قبول دیکھیں کیا قبولیت اللہ نے دی۔ سبحان اللہ۔ آج اس دارالعلوم کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد پوری دنیا میں پھیلے ہوئے دین کا کام کر رہے ہیں۔ عاجز اپنے دوستوں کو پہلے بھی کئی مرتبہ بتا چکا کہ اس دین کی نسبت سے اللہ رب العزت نے مشرق و مغرب میں ان جگہوں سے زیادہ جانے کی توفیق دی افریقہ دیکھا امریکہ دیکھا۔ مشرق دیکھی مغرب دیکھا۔ بہت جگہوں پر اللہ نے توفیق دی ایسی جگہ بھی جانا ہوا جہاں سائبیریا برف ہی برف۔ سفر کر رہے ہیں۔ سڑک کے دونوں طرف ہے۔ دو دوفٹ اونچی چنانچہ نماز پڑھی تو برف کو کھود کر نیچے سے پانی نکالا اور اس سے وضو کیا اور برف کے اوپر چادر بچھا کر نماز پڑھی اور وہ برف اتنی پکی تھی شیشہ تھی۔ کہ ہم نے اپنے سفر کی دو رکعت پڑھی جب چادر اٹھائی تو گیلی نہیں ہوئی تھی۔ برف پہ نماز پڑھی چادر گیلی نہیں ہوئی۔ اتنی ٹھنڈی بلکہ اس جگہ بھی اللہ نے پہنچایا جہاں چھ مہینے رات اس جگہ بھی اللہ نے پہنچایا کہ برف اتنی کہ لوگوں کے گھر برف کے بنے ہوئے دیواریں برف کی' چھت برف کی۔ دروازے برف کے اور مزے کی بات کہ چارپائی برف کی اور اس سے مزے کی بات کہ جب وہ کھانا کھلاتے کے لیے لاتے تھے تو وہ ٹرے برف کی لوگ ہزاروں ڈالر خرچ کر کے وہاں جاتے ہیں صرف Enjoy کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ نے اس دین کی نسبت سے وہاں بھی پہنچایا۔ ایک ایسی جگہ بھی جانا ہوا جس کو End of the World کہا گیا۔ دنیا کا آخری کنارہ مجھے حیرت ہوئی تو میں نے پوچھا اسے کیوں دنیا کا آخری کنارہ کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا دیکھو جی۔ یہ گورنمنٹ نے بورڈ لگایا ہوا ہے پوری دنیا کے سائنس دان متفق ہیں کہ یہ دنیا کا آخری کنارہ ہے۔ وجہ بھی تو ہو گی کہنے لگے ہاں ایک وجہ ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں سال میں ایک دن ایسا آتا ہے کہ سورج ڈوبنے کے لیے نیچے اترتے اترتے اور پھر غروب ہونے کی بجائے دوبارہ طلوع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں پر رات نہیں اس دن کئی لاکھ سیاح پوری دنیا سے وہاں پہنچے ہوتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھنے کے لیے اللہ کی شان تو ان ساری باتوں کو بتانے کا

مقصد یہ تھا کہ اللہ نے دین کی نسبت سے اتنی جگہوں پر جانے کی توفیق دی۔ مگر ایک بات اس منبر پر بیٹھے ہوئے ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں کہ یہ عاجز دنیا میں جہاں بھی گیا وہاں اپنے سے پہلے دارالعلوم دیوبند کا کوئی نہ کوئی روحانی فرزند بالواسطہ یا بلاواسطہ دین کا کام کرتا ہوا وہاں نظر آیا۔

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا شہ پارہ ہے
ہر پھول اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
عابد کے یقین سے روشن ہے سادات کا سچا ساتھ عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

یہ خلوص ہوتا ہے اللہ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے۔ آج اللہ نے دیکھو اس کا فیض پوری دنیا میں پہنچایا۔

پانچویں علامت التقوی کہ انسان احتیاط کے ساتھ عمل کرے کئی مرتبہ ہم ایسی Situation میں آ جاتے ہیں کہ جہاں طبیعت سوچتی ہے یہ کروں یا یہ کروں۔ مشتبہ معاملہ اس میں اسکو چھوڑ دو اللہ کے لیے۔ چھوڑ دو اس کو تقوی کہتے ہیں۔ آپ نے تقوی کا اگر مطلب سمجھنا ہو آج کی زبان میں اسکو کہتے ہیں To be on the safe side کیا کہتے ہیں۔ to be on the safe side کہ انسان To be on the safe side رہ کر شریعت پر عمل کرے آپ کہتے ہیں جی کہ فلائٹ 5 بجے ہے اور مجھے تو چار بجے ائر پورٹ پہنچنا ہے مگر To be on the safe side میں پونے چار بجے پہنچ جاؤں گا دیکھا۔ آپ نے احتیاط برتی۔ بیوی کو کہتے ہیں کہ میں نے تو دس بندوں کو دعوت دی مگر To be on the safe side آپ پندرہ کا کھانا بنا دیں۔ احتیاط جس طرح دنیا میں ہم ان کاموں میں احتیاط کرتے ہیں شریعت پر عمل کے معاملے میں جو بندہ احتیاط کرتا ہے۔ اللہ کے ہاں متقی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ (سورۃ مائدہ آیت:۲۷)

اللہ متقیوں ہی کے عملوں کو قبول فرماتے ہیں تو یہ پانچ علامات ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کا یہ عمل قبول ہوا یا نہ ہوا۔

انبیاء کی فکر:

ایک بات ذرا ایک بات غور سے سن لیجئے وہ یہ کہ قبولیت کا غم مومن کے دل سے زندگی بھر جاتا نہیں ہے۔ کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ پاؤں پسار کے سو جائے کہ جی اب سب قبول نہیں ڈر لگا رہتا ہے۔ غم لگا رہتا ہے دل کے اندر فکر ہوتی ہے اور یہ فکر ہم جیسے گناہ گاروں کو نہیں ہوتی۔ یہ اولیاء کو اور انبیاء کو بھی فکر ہوتی ہے۔ اللہ اکبر توجہ فرمایئے انبیاء کو فکر ہوتی ہے۔ جی ہاں سنئے ذرا بات کو سمجھیں:

﴿اِبْتِهَالُ الْاَنْبِيَاءِ اِلَى اللّٰهِ بِاَنْ يَّرْزُقَ ... ﴾

انبیاء کا اللہ کے سامنے گریہ زاری کرنا اللہ ہمارے عملوں کو قبول کرنا یا اللہ معصوم ہستیاں وہ بھی ڈرتے تھے۔ وہ بھی روتے تھے۔ اللہ قبول کرے سنئے قرآن عظیم اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۷)

ابراہیم خلیل اللہ کا گھر بنا رہے ہیں مسجد بنا رہے ہیں۔ جب مسجد بنائی پہلی دعا کیا مانگی ربنا اللہ قبول کرلے ابراہیم خلیل اللہ بھی اللہ سے زاری کر رہے ہیں۔ دعا مانگی

﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾

(سورۃ ابراہیم آیت ۴۰)

انبیاء کے بھی دل گڑگڑاتے تھے کپکپاتے رہتے تھے۔

﴿رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾

اللہ دعا کو قبول فرمالیجئے۔ چلیں نیک عورت کا تذکرہ قرآن عظیم الشان میں عمران علیہ

السلام کی اہلیہ حاملہ ہیں امید سے ہیں۔ چاہتی ہیں کہ میرا بچہ بڑا ہو کر نیک بنے۔ بچہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔ ماں کے بطن میں ہے اور ماں کو فکر لگی ہوئی ہے اور ماں اللہ کے ہاں کیا دعا مانگتی ہے۔

﴿رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ﴾ (آل عمران آیت ۳۵)

دیکھا اللہ قبول کر لے یہ غم ہے یہ نیک دل کے اندر حزن ہوتا ہے ہر وقت کا کہ جو کر رہے ہیں مولا قبول کر لے۔ آیئے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی تعلیمات دیکھیں۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیم:

حدیث مبارکہ میں آتا ہے نبی علیہ السلام ذبح کے وقت دعا مانگتے تھے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ﴾

اے اللہ اس کو قبول کیجئے یا نبی محمد ﷺ کی اور ان کی امت کی طرف سے قبول فرما لیجئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے دعا مانگی

رب تقبل توبتي واجب دعوتي

ام سلمی رضی اللہ عنہا کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے دعا مانگی

﴿اللهم إني أسئلك علما نافعا ورزقا طيبا وعملا متقبلا﴾

ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا اللھم تقبل حسنات اللہ میرے نیک عملوں کو قبول کر اللہ کے پیارے حبیب ﷺ بھی یہ دعا مانگ رہے ہیں۔ گویا امت کو تعلیم دے رہے ہیں۔ یہ ہیں کہ تم نے نماز پڑھ کے گویا اللہ پہ احسان چڑھا دیا نہیں۔ دعا مانگو اللہ اسکو قبول کرے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام افطار کے وقت دعا مانگتے:

﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّي﴾

اللہ مجھ سے قبول کر لیجئے تو معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے اعمال کی قبولیت کی فکر ہوگی۔

اللہ رب العزت کی بے نیازی:

اب یہاں پر ایک بات ذرا وضاحت طلب ہے کہ آخر اتنا ڈرانے کی وجہ کیا ہے؟ اتنا ڈرنے کی بات سن رہے ہیں توجہ سے امید ہے کہ آپ حضرات ساتھ دیں گے اور اب میں بات کا نچوڑ جو میں عرض کرنے لگا ہوں اسکو سمجھنے کی کوشش فرمائیں گے آخر اتنے خوف کی وجہ کیا تھی؟ سنئے

خوف کی وجہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہے کریم بھی ہے ستار بھی ہے۔ غفار بھی ہے رؤف بھی ہے سب صفات ہیں مگر اک صفت اللہ کی اور بھی ہے پتہ ہے کیا اللہ تعالیٰ بے نیاز بھی ہے وہ جو اس کی بے نیاز ہے نا وہ رلاتی ہے۔

کیا کیا اپنے زہد و اطاعت پہ ناز تھا
بس ورع نکل گیا جو سنا بے نیاز ہے

جب یہ سنتے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے دل ڈرتا ہے اللہ اگر بے نیاز ہے تو پھر ہمارے عمل کی قبولیت کا کیا؟ ہر چیز تھی جو گڑگڑاتے تھے انبیاء بھی اور اہل اللہ راتوں کو اٹھ کر روتے ہیں۔ اللہ کی بے نیازی بلند ہے اور اللہ کی خوبی تدبیر سے ڈرتے ہیں۔ سنئے قرآن عظیم الشان اللہ فرماتے ہیں۔

﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ (سورۃ الانفال آیت ۲۴)

جان لو اللہ بندے اور اسکے دل کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

جو امیدیں ہوتی ہیں۔ پوری نہیں ہوتیں اللہ اکبر کبیرا چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا:

﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ﴾

اللہ کی تدبیر سے مطمئن ہو گئے۔

﴿فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (سورۃ اعراف آیت ۹۹)

اللہ کی تدبیر سے مطمئن نہیں ہو سکتا مگر وہی جو کافر ہوتا ہے۔ جو مومن ہوتا ہے وہ ڈرتا رہتا ہے۔ عمل کی کی باتیں نہیں بچا سکتا ہے کہ اب اللہ کے لیے لازم کہ مجھے جنت بھیجیں گے۔ موت تک یہ غم ساتھ چلتا ہے آخر وقت یہ وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی علیہ السلام کی زبان ترجمان جنت کی بشارتیں پا چکے تھے۔ پھر بھی ڈرتے تھے

حدیث پاک میں ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حبیبہ حبیب رب العالمین رات کو تہجد پڑھتے ہوئے ایک آیت سامنے آ گئی رونے لگ گئیں یہ آیت تھی:

﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ (سورہ الزمر آیت ۴۷)

اور ان کو قیامت کے دن ایک ایسا معاملہ پیش آئے گا جس کا وہ گمان نہیں کرتے یہ آیت اور پوری رات روتی رہیں کہ کہیں میرے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آ جائے یہ جو ہے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور یہ بندے کو رلا کے رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سنئے قرآن سبحان اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ (سورۃ المومنون آیت ۶۰)

اللہ اکبر دیتے ہیں اللہ کے راستے میں مگر دل ان کے کانپ رہے ہوتے ہیں کیوں فرمایا:

﴿اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾

ان کو ڈر ہوتا ہے ہم نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے اسی لیے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾ (سورۃ الانشقاق آیت ۶)

تجھے درجے چڑھنے ہیں اور ایک دن تجھے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے یہ جو پیشی کا احساس ہوتا ہے یہ رلا کے رکھ دیتا ہے راتوں کی نیند چلی جاتی ہے۔ انسان کرتا بھی ہے اور اوپر سے ڈرتا بھی ہے کہ پتہ نہیں میرے ساتھ اللہ کا معاملہ کیا ہوگا اب اللہ کی بے

نیازی کی بات سنئے۔

بنی اسرائیل کا عابد:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک عابد تھا تین سو سال عبادت کی ہماری تو زندگی آج پچاس سال کم وبیش اس نے کتنی عبادت کی تین سو سال عبادت کی۔ حتیٰ کہ مستجاب الدعوات بندے کے درجے پر پہنچ گیا جو دعا مانگتا تھا قبول ہو جاتی تھی۔ اتنے بڑے درجے پر پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر کیا ہوا اک غلطی کر بیٹھا اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ (سورۃ اعراف آیت ۱۷۶)

تو پھر اللہ نے کیا فرمایا:

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ﴾ (پارہ ۳ آیت ۲۶۴)

جب اس آیت کو پڑھتے ہیں قرآن پاک میں تو دل بند ہونے لگتا ہے۔ اللہ اس بندے نے تین سو سال تو آپ کی عبادت کی تین سو سال تو سر جھکاتا رہا۔ اور تین سو سال سر جھکانے کے بعد آپ نے قرآن مجید میں فرمایا:

- ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ﴾ (سورۃ اعراف آیت ۱۷۶)

اس کی مثال کتے کی مانند ہے۔ اللہ اکبر دل کانپتا ہے ڈرتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ اندلسی کا واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ حافظ الحدیث تھے ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ حافظ قرآن تھے لاکھوں طلباء کے استاد تھے ہوا کیا ایک بستی کے قریب سے گزرتے ہوئے وہاں صلیب کے نشان بنے ہوئے دیکھے عیسائیوں کی بستی تھی تو دل میں سوچا کہ یہ کتنے بے وقوف لوگ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اس بات پر صرف پکڑ ہو گئی۔ اچھا تم اگر ہدایت پر ہو تو یہ تمہاری عقل کا کمال ہے یا میرے فضل کا کمال ہے اتنی سی بات پر پکڑ کوئی کبیرہ گناہ تو نہیں کیا تھا کیا ہوا؟ صرف اتنی سی بات دل میں آئی کتنے بے وقوف لوگ ہیں۔ فرمایا اچھا اسے تم اپنے عقل کی

طرف منسوب کر رہے ہو۔ تمہارا ایمان تو ہمارے فضل کی وجہ سے تھا۔ تمہیں تو ہماری طرف منسوب کرنی چاہیے تھی۔ یہ چیز۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے سے جو کیفیات تھیں وہ نکال لیں۔ آگے گئے وضو کیلئے تو کنوئیں کے اوپر پانی بھرنے والی لڑکیاں تھیں کسی! ایک پر نظر پڑی ایسی اس کی خواہش دل میں جم گئی کہ اپنے شاگردوں کو کہا کہ تم جاؤ اب میں جاؤں گا اور اس کے والد سے بات کر کے اس سے شادی کروں گا اس کے عیسائی باپ کے پاس گئے کہ اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دو۔ اس نے کہا میں کروں گا مگر مجھے آپ سے اجنبیت ہے۔ ہمارے ہاں رہو کچھ موانست ہو کچھ ہمیں جانو کچھ ہم جانیں ایک دو سال رہو۔ یہاں کہنے لگے ٹھیک اس نے کہا شرط یہ ہے کہ یہاں رہو گے تو ہمارے کام کرنے پڑیں گے۔ ہاں جی ٹھیک کام کریں گے۔ کیا کام ہے؟ کہنے لگے ہمارے سوروں کا ریوڑ ہے وہ تم چرایا کرو گے۔ قبول کر لیا۔ روزانہ سوروں کو لے کر نکلتے چرانے کے لیے۔ اللہ نے اپنی شان دکھا دی تم ہزاروں لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا سبب بننے والے میری رحمت کی نظر ہٹی تو تم سوروں کو چرانے لگو۔ ایک سال کے بعد شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس واپس گئے وہ جانتے تھے کہ میرے شیخ متقی ہیں۔ نیک ہیں اک کیفیت میں گرفتار ہو گئے۔ اللہ کی رحمت ہو گی۔ پوچھا لوگوں سے جی وہ کہاں ہیں عبداللہ اندلسی انہوں نے کہا جنگل میں جاؤ سور چرا رہے ہوتے۔ کہتے ہیں جنگل میں جا کے دیکھا تو جس کپڑوں میں عصا کو لے کر منبر پر خطبہ دیا کرتے تھے جمعہ کا آج انہیں لباس وضع قطع میں وہ سوروں کو چرا رہے ہیں شبلی قریب ہوئے آپ تو حافظ قرآن تھے قرآن یاد ہے کہنے لگے۔ قرآن تو بھول گیا کوئی آیت یاد ہے کہنے لگے۔ ہاں ایک آیت یاد آتی ہے۔ کونسی آیت؟ کہنے لگے آیت یاد آتی ہے:

﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ (سورۃ الحج آیت ۱۸)

جسے اللہ ذلیل کرنے پہ آتا ہے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں۔

سارا قرآن بھول گئے بس اتنی سی بات یاد تھی۔ حضرت آپ تو حدیث کے حافظ تھے

حدیث یاد ہے حدیث تو بھول گیا۔ کوئی ایک حدیث یاد ہو ہاں ایک حدیث یاد ہے کونسی:

﴿مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوهُ﴾

جو دین کو بدل لے اسکو قتل کر دینا چاہیے اس پر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے روئے پھر عبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ بھی روئے اور روتے ہوئے انہوں نے یہ بات کہی اللہ میں آپ سے یہ توقع تو نہیں کرتا تھا میں توقع تو نہیں کرتا تھا میں اس حال میں پہنچ جاؤں گا ان کا رونا اللہ کو پسند آ گیا اللہ نے پھر ان کو دوبارہ ہدایت عطا فرمائی۔

کون جانتا ہے کونسی اختلاء انتظار میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زندگی بھر ہمیں اللہ کے سامنے رونا پڑے گا اللہ سے مانگنا پڑے گا کیا پتہ اللہ رب العزت کا ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اور ہمارا حال تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اعمال سستی والے آج کیسے کل نہیں کیے کل کیے پرسوں نہیں کیے۔ حالت ہم اپنی دیکھیں تو وہ اس قابل تو نہیں کہ اللہ کے حضور عمل پیش کیے جاسکیں ایک دن قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے ایک آیت سامنے آئی بات پرسنل سی ہے مگر فائدے کی خاطر عرض کر رہا ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۞ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰)

تحقیق ہم نے تمہارے اوپر کتاب نازل کی جس میں تمہارا ذکر ہے تم عقل نہیں رکھتے۔ تو دل میں سوچ آئی کہ ہمارا ذکر اس کا مطلب ہے کہ پڑھنے والے کا بھی کہیں ذکر ہوگا تو پورے قرآن پاک کو اس نیت سے پڑھا ایک ایک آیت کے ساتھ سوچیں کہ میری حالت کے ساتھ فٹ کیا ہوتی ہے۔ اور واقعی ایک آیت مل گئی اس آیت کو پڑھتا ہوں تو بالکل 100 فیصد اپنی حالت پر منطبق ہوتی نظر آتی ہے۔ اور وہ آیت پتہ ہے کیا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایک غلام کا تذکرہ فرماتے ہیں:

۞ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ ۞ (سورۃ النحل)

کسی کام کی قدرت نہیں تھی

﴿وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ﴾

اپنے مالک کا بوجھ بنا ہوا تھا۔

﴿أَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ﴾ (سورہ النحل آیت ۷۶)

جہاں کہیں جاتا تھا کہیں سے خیر نہیں لاتا تھا۔ آج ہم اگر اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ دیکھیں تو بالکل ہماری مثال یہی ہے۔

﴿وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ﴾ (آیت ۷۶ پارہ ۱۴)

اپنے گناہوں کے بوجھ زمین پر بنے ہوئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلٰنِ﴾ (سورہ الرحمٰن آیت ۳۱)

اور میری زمین کے بوجھ ہم اپنے آپ کو تمہارے لیے فارغ کر رہے ہیں۔ نمٹیں گے تمہارے ساتھ۔ تم میری زمین پہ بوجھ بنے پھر رہے ہو۔ تو ہمارے پاس سوائے عاجزی وزاری کے ہے ہی کچھ نہیں ہمارا معاملہ وہی ہے کہنے والے نے کہا تھا ایک خاوند اپنی بیوی سے سخت ناراض ہوا تھا' ڈانٹا اس کو کہنے لگا نہ شکل ہے نہ عقل ہے' نہ تعلیم نہ اچھے گھرانے کی ہو۔ نہ یہ ہے کچھ بھی نہیں تمہارے پاس۔ جب اتنا زبردست اس نے ڈانٹا تو بیوی نے آگے سے جواب دیا:

نہیں کوئی اوقات اوگنہاردی
نہیں کوئی اوقات اوگنہار دی
جیہو جئی وی ہاں میں ہاں سرکار دی

خاوند کو پیار آ گیا کہ نہیں کوئی اوقات اوگنہاردی جیہو جئی وی ہاں میں ہاں سرکار دی۔ اے میرے مولا عمل کوئی پاس نہیں جو آپ کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو۔ نہ ہی نیک بس اتنی سی بات ہے جیسے بھی ہیں آپ کے ہیں۔ آپ کا کلمہ پڑھا' آپ کی رحمت سے

وحدانیت کی گواہی دی۔ اللہ بندے تو آپ کے ہیں آپ کے بندے تو ہیں نا ہم نافرمان بن جائیں آپ کی بندگی سے نکل تو نہیں نہ سکتے۔ بندے آپ ہی کے ہیں میرے مولا۔ بس تو رحمت کرلے اور میرے مولا ہمیں قبول کرلے اور ہمیں ایسا بنادے کہ ہم آپ کو پسند آجائیں۔

کون مقبول ہے کون مردود ہے
بے خبر کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے
جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر
تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

یہ تو قیامت کے دن پتہ چلے گا میرے مولا! بس آپ رحمت کی نظر اک فرمادیجئے اور ہمیں ایک مرتبہ محبت کی نظر سے دیکھ لیجئے۔ ہم آپ کو پسند آجائیں ایک مرتبہ ہمارا معاملہ اللہ رب العزت کی ایک نظر پر موقوف ہے ایک مرتبہ اللہ نے پیار سے دیکھ لیا ہماری کشتی کنارے لگ گئی۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا
اے اللہ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا
ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا
اے اللہ پیار سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا

ایک مرتبہ محبت کی نظر سے دیکھ لیجئے ہمارے مولا ہماری بگڑی بن جائے گی۔ لہٰذا آج کے بعد اپنی دعاؤں میں اس دعا کو شامل کرلیجئے۔ کہ اللہ ہمیں ایسا بنادے کہ ہم آپ کو پسند آجائیں۔ اے اللہ ہمیں ایسا بنادے کہ ہم آپ کو پسند آجائیں۔ ساری دعاؤں کا نچوڑ آخیر پر یہ دعا ضرور مانگا کریں میرے مولا بس ہمیں ایسا بنادیجئے ہم آپ کو پسند آجائیں:

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۞ (سورہ مائدہ آیت ۲۷)

اللہ تعالیٰ متقیوں کے عمل ہی کو قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ و طہارت کی زندگی نصیب فرمائے اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

اللہ کی نعمتیں

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

آپ ذرا غور فرمائیے اگر اللہ رب العزت ہمیں بینائی نہ دیتے ہم اندھے ہوتے' گویائی نہ دیتے ہم گونگے ہوتے' سماعت نہ دیتے ہم بہرے ہوتے' اگر اللہ تعالیٰ ہمیں صحت نہ دیتے ہم بیمار ہوتے' لباس نہ دیتے تو ننگے ہوتے' کھانا نہ دیتے تو ہم بھوکے ہوتے' پینے کو نہ دیتے تو ہم پیاسے ہوتے' گھر نہ دیتے تو بے گھر ہوتے' اولاد نہ دیتے لاولد ہوتے' علم نہ دیتے تو ہم جاہل ہوتے اگر اللہ رب العزت ہمیں عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے' اگر عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے۔ آج دنیا میں جو عزتوں بھری زندگی گزارتے پھر رہے ہیں۔ یہ سب اس مالک کا کرم اور احسان ہے۔ اس نے بن مانگے نعمتیں عطا فرمائیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت کی ان نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد مجددی نقشبندی

اللہ کی نعمتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

حضرت انسان پر اللہ تعالٰی کے انعامات:

انسان اس دنیا میں اللہ رب العزت کا نائب، اسکا خلیفہ اور اس کی صفات کا مظہر اطہر ہے۔ اسے اللہ رب العزت نے ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے۔ ہم اگر ان نعمتوں کو گننا چاہیں تو ہم انہیں گن ہی نہیں سکتے۔ رب کریم نے ارشاد فرمایا

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ○ (سورہ ابراہیم آیت ۳۴)

کہ اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کو گننا بھی چاہو تو تم انہیں گن بھی نہیں سکتے۔

آپ ذرا غور فرمایئے اگر اللہ رب العزت ہمیں بینائی نہ دیتے ہم اندھے ہوتے' گویائی نہ دیتے ہم گونگے ہوتے' سماعت نہ دیتے ہم بہرے ہوتے' اگر اللہ تعالیٰ ہمیں صحت نہ دیتے ہم بیمار ہوتے' لباس نہ دیتے تو ننگے ہوتے' کھانا نہ دیتے تو ہم بھوکے ہوتے' پینے کو نہ دیتے تو ہم پیاسے ہوتے' گھر نہ دیتے تو بے گھر ہوتے' اولاد نہ دیتے لاولد ہوتے' علم نہ دیتے تو ہم جاہل ہوتے اگر اللہ رب العزت ہمیں عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے' اگر عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے۔ آج دنیا میں جو عزتوں بھری زندگی گزارتے پھر رہے ہیں۔ یہ سب اس مالک کا کرم اور احسان ہے۔ اس نے بن مانگے نعمتیں عطا فرمائیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت کی ان نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ عام طور پر ہر انسان کے اندر اچھائیاں بھی ہیں۔ برائیاں بھی ہیں۔

انسان بھی سونے اور چاندی کی مانند:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

٥ الناس معادن کمعادن الذھب والفضة ٥

کہ جیسے سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں انسان بھی کانوں کی مانند ہیں۔ کسی میں کوئی خوبی کسی میں کوئی خوبی ہر بندے میں اللہ تعالیٰ نے خوبیاں رکھی ہیں۔ لیکن دستور یہ ہے کہ جس شخص پر خیر غالب وہ اچھا انسان کہلائے گا اور جس پر شر غالب وہ برا انسان کہلائے گا چنانچہ انسان کے نفس کے اندر یہ خیر اور شر کا مجموعہ فطرتاً رکھ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتے ہیں۔

٥ ونفس وما سواھا فالھمھا فجورھا وتقوھا ٥ (سورۃ الشمس آیت ٨)

جو آدمی اپنے اوپر خیر کو غالب کرے۔

٥ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ٥

اور جو شر کو غالب کرے وہ ناکام ہو گیا

انسان کے نفس کی دو حالتیں:

تو انسان کے نفس کی دو حالتیں ایک نفس امارہ۔ جب انسان کا نفس امارہ ہوتا ہے سرکش ہوتا ہے تو اسے خیر اور شر میں تمیز نہیں ہوتی حسن اور قبیح کے اندر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ نماز پڑھ لے یا قضا کر دے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سچ بول دے یا جھوٹ بولے احساس نہیں ہوتا۔ حلال کھالے یا حرام کھالے اس کو فکر نہیں ہوتی یہ نفس امارہ کی دلیل ہے۔ کہ اس کو ضار اور نافع کے درمیان فرق کا پتا نہیں چلتا۔ اندھیرے اور اجالے کے درمیان باطنی اعتبار سے پتا نہیں چلتا۔ میں نے زبان سے جھوٹ بولا اور میرے دل پر کتنی ظلمت آئی اسے اس چیز کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ ایسا نفس مائل شہوات ہوتا ہے۔ بس اس کی ایک تمنا ہوتی ہے کہ میری چاہت پوری ہو جائے۔ جائز طریقے سے ہو یا ناجائز طریقے سے وہ گناہ کرتا ہے اور مزے لیتا ہے۔ وہ دوسرے کا دل دکھاتا ہے اور محفل میں بیٹھ کر اچھے انداز سے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ دیکھا میں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ تو یہ نفس امارہ کہ گناہ بھی کرتا ہے اور اس پر شرمندہ ہونے کی بجائے التذاذ لیتا ہے۔ اگر انسان کے نفس کی اصلاح ہو اور وہ کچھ بہتر ہو جائے تو اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں۔ نفس لوامہ کیا ہے کہ جو انسان گناہ کر بیٹھے تو دل میں شرمندہ ہو مجھے ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا۔ جس شخص کے دل میں غلطی کرنے کے بعد اسے ندامت ہو اعتراف جرم ہو یہ نفس لوامہ کی دلیل ہے۔ کہ دل میں ملامت ہو رہی ہے۔ ندامت ہے کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا میں برا کر بیٹھا لیکن چونکہ نفس کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ موقع آنے پہ غصہ کر دیتا ہے زبان سے باتیں نکال دیتا ہے۔ بعد میں پچھتاتا بھی ہے۔ یہ ایسا نفس کہ تفرح وحزن یہ لطف بھی لیتا ہے اور بعد میں غمگین بھی ہوتا ہے کہ میں نے غلط کام کیا شریعت کے حکم کو توڑ دیا۔ تطیع اطاعت بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کر بیٹھتا ہے۔ حکم خداوندی کو نظر انداز بھی کر بیٹھتا ہے تو یہ نفس لوامہ کی پہچان ہے۔ اگر انسان اپنے نفس کی اصلاح اور زیادہ کر لے تو یہ

ایک ایسا مقام پالیتا ہے کہ جہاں اس پر خیر غالب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے اندر اللہ رب العزت کی محبت غالب آنے کی وجہ سے اتباع اوامر ونہی کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر کام میں یہ اللہ رب العزت کے حکم کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بارے میں سوچتا بھی نہیں۔ اس راستے پر قدم بھی نہیں اٹھاتا جیسے بکری اپنے مالک کے اشارے پر گھاس کھانا چھوڑ دیتی ہے۔ یہ بھی اسی طرح مالک کے حکم پر اپنی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے اور اللہ رب العزت کے احکام پر سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔ اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ یہ نفس انسان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ قیامت کے دن اسی کو اللہ رب العزت کامیابیوں سے نوازیں گے اور اس کے سر پر عزتوں کے تاج رکھیں گے فرمائیں گے:

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾

(سورۃ الفجر آیت ۲۷، ۲۸)

لوٹ اپنے رب کی طرف اے اطمینان پکڑنے والی جان! اے نفس مطمئنہ! لوٹ اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾

میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنتوں میں داخل ہو جا۔ تو یہ کوشش ہو کہ اللہ رب العزت ہمیں ایسا نفس عطا فرما دے۔

اس کے لیے انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے۔ جیسے مختلف چیزوں کے لیے انسان محنت کرتا ہے تب حاصل ہوتی ہیں۔ یہ مقام پانے کے لیے بھی انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے۔ رزق حلال صدق مقال اگر اس کی پابندی کرے تو پھر انسان کے نفس کے اندر خیر غالب آ جاتی ہے۔

رونا قرب الٰہی کا موثر ذریعہ:

غور فرمائیے! انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا۔

بچہ پیدا ہوتا ہے نہ اس کے پاس لباس اپنا نہ اس کے پاس مکان اپنا' نہ اس کے جسم میں طاقت اتنی کہ اٹھ کر کھڑا ہو سکے نہ اس کی عقل کہ کچھ بات سمجھ سکے۔ بولنے کی طاقت نہیں منہ میں دانت نہیں۔ اپنا اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر اللہ رب العزت اس حالت میں بھی اس کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو ایک نعمت دیتے ہیں۔ جسے کہتے ہیں رونا یہ رونا ایک ایسی نعمت ہے بچے کو بھوک لگی رو پڑا ماں باپ نے دودھ کا انتظام کر دیا۔ بچہ بیمار ہوا رو پڑا ماں باپ نے اس کے لیے دوائی کا انتظام کر دیا' بچے کو نیند آئی وہ رو پڑا ماں باپ نے بستر کا انتظام کر دیا' بچے کی جو بھی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فقط رونے کے ذریعے اس کی ضرورت کو پورا کر دیتے ہیں۔ یہاں سے کسی عارف نے ایک نقطہ نکالا اے انسان جب تو رونا جانتا تھا اللہ تعالیٰ تیرے کاموں کو سلجھا دیتے تھے تو نے رونے کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے کاموں کو الجھا دیا۔ اب یہ بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو اللہ رب العزت اسے اپنی نعمتیں اور عطا کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر بچپن سے لے کر جوانی کی عمر کو پہنچا اللہ تعالیٰ اسے علم عطا فرما دیتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو علم دیا۔

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾

اللہ تعالیٰ اس بندے کو علم دے دیتے ہیں' طاقت دے دیتے ہیں' مشقت اٹھا سکتا ہے۔ اس کو نفع اور نقصان کی چیزوں کے درمیان فرق عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ چیز نقصان دہ اور یہ چیز فائدہ مند ہے۔ پھر اللہ رب العزت اس کو مال دے دیتے ہیں۔ گھر دے دیتے ہیں۔ گھر والی دے دیتے ہیں۔ اولاد دے دیتے ہیں۔ معاشرے کے اندر عزت کا مقام دے دیتے ہیں۔ محبتیں دیتے ہیں۔ یہ سب نعمتیں آہستہ آہستہ بندے کو مل جاتی ہیں۔ یہ اللہ کی نعمتیں اس پر کامل ہوتی چلی جاتی ہیں۔

جوانی کیسے گزاریں:

چنانچہ جوانی کا ایسا زمانہ کہ انسان ان کامل نعمتوں کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ نعمتیں دینے کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد یہ کہ میرے بندے یہ نعمتیں تیرے پاس ادھار کا مال ہے۔ تم ان نعمتوں کو دینے والے کی مرضی کے مطابق استعمال کرو۔ اور کئی مرتبہ انسان ان نعمتوں کو پا کر دینے والے کو بھول جاتا ہے۔ جو شخص ادھار کے مال پر فریفتہ ہوا کرے اسی کو تو 'بیوقوف' کہا جاتا ہے۔ تو وہ انسان جوانی میں کئی مرتبہ بیوقوفی کرتا ہے۔ نعمتوں سے محبت کرتا ہے اور نعمتیں دینے والے پروردگار کو بھول جاتا ہے۔ مستیاں اڑانے میں لگ جاتا ہے۔ یہ جوانی کی عمر ہے ہی ایسی۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ جب انسان کو زندگی کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے تو اس کی آدھی سے زیادہ زندگی گزر چکی ہوتی ہے۔ یہ عمر ایسی ہے۔

عبادت الٰہی میں سرشار نوجوان:

جو نیک بخت لوگ ہوتے ہیں وہ اس جوانی کی عمر میں بھی اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے:

شاب نشأ في عبادة الله

وہ نوجوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت میں سرشار رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرمادیں گے

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار

علم اور ارادہ سے گناہ چھوڑنے پر انعام:

ہمارے بعض بزرگوں نے کتابوں میں لکھا ہے کہ جو نوجوان کبیرہ گناہوں سے اپنے

آپ کو محفوظ رکھتا ہوا ایسا پاک دامنی کی زندگی گزارنے والا نوجوان جب اللہ رب العزت کے حضور دعا مانگنے کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس نوجوان کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتے۔ تو یاد رکھیے کہ جو شخص علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

زندگی ایک امانت ہے:

یہ جوانی اس لیے ملی کہ ہم اپنے پروردگار کو راضی کریں۔ اس کے حکموں کے مطابق ان نعمتوں کو استعمال کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادیا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾

بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے حقدار کے سپرد کردو۔

چنانچہ یہ امانتیں اللہ کی ہیں ہمیں اللہ کے سپرد کرنی ہیں کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرنی ہیں۔ آپ ذرا غور کریں۔ کرایے کا مکان ہو اور آپ اسے گندہ رکھیں صاف نہ کریں۔ تو مالک مکان آپ کو کہے گا کہ مکان خالی کردو کہ آپ اس کو میری مرضی کے مطابق استعمال نہیں کر رہے تو اگر دنیا میں مالک مکان Attitude (رویہ) یہ ہے تو سوچیے یہ چھ فٹ کا جسم ہمارا اپنا تو نہیں ہے یہ ہمارے مالک کا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے تھوڑی مدت کے لیے اس پر اختیار عطا کردیا اب اگر ہم ان اعضاء کو حکم خداوندی کے مطابق استعمال کریں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہونگے اور اگر حکم خدا کو توڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہونگے پھر یہ انسان کا وقت ہمیشہ نہیں رہتا یہ جوانی کی مدت تھوڑی مختصر سی ہوتی ہے۔

نعمتوں کی واپسی:

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں آہستہ آہستہ واپس لینی شروع کر دیتے ہیں۔ پہلے نظر 6/6 تھی اب پچاس سے اوپر ہوئے تو قریب پڑھنے والی عینک لگانی پڑ گئی کچھ عرصے

کے بعد دور والی عینک بھی لگ گئی۔ بینائی کمزور ہونی شروع ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ یہ نعمت اب واپس جا رہی ہے۔ پہلے دور کوئی بندہ آہستہ بات کرتا تھا تو سن لیتا تھا اب کان ایسے ہو گئے کہ قریب آواز دے تب سنائی دیتی ہے ورنہ سنتا ہی نہیں۔ سماعت کا بند ہو جانا نعمت کی واپسی کی علامت ہے۔ پہلے 32 دانت ٹھیک کام کرتے تھے اب کسی میں Cavity ہو گئی کوئی دانت ہی نکلوانا پڑ گیا یہ نعمت بھی کم ہوتی چلی گئی معلوم ہوا کہ یہ نعمت آہستہ آہستہ واپس ہو گئی۔ پہلے ہاضمے کا نظام ایسا تھا کہ جوانی میں جو کھائے ہضم لکڑ ہضم پتھر ہضم اب ایسا ہے کہ ذرا سی کوئی چیز کھائی پیٹ خراب یہ نعمت اب آہستہ آہستہ واپس جا رہی ہے۔ پہلے دوڑتا بھاگتا تھا تھکنے کا نام نہیں لیتا تھا اب بیٹھا ہوا اٹھ جائے تو آنکھوں میں اندھیرا آ جاتا ہے۔ یہ نعمتوں کے واپس جانے کی علامت ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے کامل حالت میں دی تھی اب آہستہ آہستہ وہ نعمت واپس جانی شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ موت کے وقت اللہ رب العزت یہ نعمتیں تمام کی تمام انسان سے واپس لے لیتے ہیں۔

انوکھی مثال:

اب اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے بات جلدی سمجھ میں آ جائے گی۔ ایک بڑا امیر باپ ہے۔ Multi Mallinier ہے۔ اس کا جوان بیٹا وہ اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ بیٹے میں تمہیں دس بیس لاکھ کا ایک کام کر کے دیتا ہوں یہ جانچنے کیلئے کہ تمہارے اندر اہلیت کتنی ہے اگر تم نے اس کام کو اچھی طرح کر دکھایا ذمہ داری سے چلا دیا۔ تو میں اپنا سارا بزنس تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اب اگر اس دس بیس لاکھ کے کام کو ہی تم نے بگاڑ دیا تو میں اپنا بزنس تمہارے حوالے کس لیے کروں۔ بالکل یہی مثال ہے اللہ رب العزت دنیا میں یہ نعمتیں بندے کے حوالے فرماتے ہیں۔ اے میرے بندے ان نعمتوں کو میری مرضی کے مطابق استعمال کر کے دکھاؤ۔ چنانچہ جو ان کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اسکو یہ نعمتیں اور زیادہ کر

کے واپس لوٹا دیتے ہیں۔ اور اگر وہ ان نعمتوں کو غلط استعمال کرتا ہے تو موت کے وقت ان نعمتوں سے اللہ تعالیٰ اس انسان کو محروم کر دیتے ہیں۔

چنانچہ موت نام ہے ان نعمتوں کے چھن جانے کا۔ اب اس کے بعد قیامت کے دن انسان کو کھڑا کیا جائے گا۔ یہ انسان Justify کرے گا کہ اے اللہ! میں نے آپ کی نعمتوں کو ٹھیک استعمال کیا۔ اگر اس نے ثبوت پیش کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں بھیجیں گے اور یہ نعمتیں بہت زیادہ حالت میں اسکو واپس لوٹائیں گے۔ اور اگر ثابت ہوا کہ اس نے نعمتوں کو غلط استعمال کیا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں بھیجیں گے اور ان نعمتوں سے اس کو محروم کر دیں گے۔

نعمتوں کا عروج وزوال:

اگر انسان نے دنیا میں اپنی آنکھ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کیا' غیر محرم سے اپنی آنکھ کو بچایا' جھکایا اور ان چیزوں کو دیکھا جن کو شریعت نے جائز قرار دیا تو گویا اس نے اس نعمت کی قدر دانی کی اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس سے یہ بینائی واپس لیں گے۔ اب اگر قبر میں حشر میں یہ ثابت ہو گیا کہ اس بندے نے بینائی کا ٹھیک استعمال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت پہنچائیں گے اور اس کو ایسی بینائی عطا فرمائیں گے جس سے یہ اللہ رب العزت کا دیدار کر سکے گا۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (سورۃ القیامۃ آیت ۲۲، ۲۳)

آنکھ والی نعمت کا غلط استعمال:

رب کی طرف دیکھیں گے کیا Climax ہے اس نعمت کا کہ بندے کو ایسی مدد مل جائے گی یہ اپنے رب کا دیدار کرے گا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ اور اگر ثابت ہوا کہ نہیں یہ تو دنیا میں ان کو غلط استعمال کرتا تھا۔ تو اللہ رب العزت موت کے وقت اس سے بینائی واپس لے لیں گے اور اس کو نہ میدان محشر میں عطا کریں گے اور نہ جہنم میں عطا کریں گے چنانچہ

قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا

جب اس دنیا میں زندہ رہا اللہ کے حکموں کو پس پشت ڈالتا رہا' اللہ تعالیٰ اسکو قیامت میں اندھا کھڑا کردیں گے۔

اب قیامت کے دن اسکو بینائی نہیں ملے گی اندھا جہنم میں ڈالیں گے تو وہاں بھی روشنی نہیں ہوگی۔ اندھیرا ہوگا۔ وہاں بھی کچھ نہیں نظر آئے گا۔ بینائی اس سے لے لی گئی یہ اس نعمت کے دیے جانے کے قابل ہی نہیں۔ غلط استعمال کرتا پھرا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سے بینائی واپس لے لیں گے۔

کان والی نعمت کی واپسی:

اسی طرح اگر دنیا کے اندر اس نے اپنی سماعت کا استعمال ٹھیک کیا' کانوں سے نیک بندوں کے واعظ سنے' قرآن سنا' نبی علیہ السلام کی شان میں نعت سنی' اچھی باتیں سنیں۔ اب اس سماعت کو اللہ تعالیٰ موت کے وقت واپس لیں گے لیکن اسکو بہتر کر کے واپس لوٹائیں گے۔ حتیٰ کہ سماعت ایسی ہوگی کہ جنت میں اللہ رب العزت جب قرآن مجید سورۃ یسین کی تلاوت فرمائیں گے یہ بندہ اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کی تلاوت کو سن سکے گا۔

اور اگر غلط استعمال کیا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں پہنچائیں گے اور جہنم میں اسکو بہرا بنادیں گے۔ کچھ بھی نہیں سن سکے گا۔

زبان والی نعمت کا غلط استعمال:

اگر اس نے اپنی گویائی کو شریعت کے مطابق استعمال کیا۔ خیر کی باتیں زبان سے نکالتا تھا۔ سچ بولتا تھا۔ غیبت سے بچتا تھا۔ چغلی سے بچتا تھا۔ لوگوں کے دل نہیں دکھاتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس سے یہ گویائی کی صفت واپس لے لیں گے لیکن اس کو جنت میں بھیج کر ایسی گویائی عطا فرمائیں گے کہ یہ بندہ اپنے رب سے ہمکلامی کرے گا اور

اگر اس نے گویائی کا استعمال غلط کیا' زبان سے یہ جھوٹ بولتا تھا' بری باتیں کہتا تھا اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس سے یہ نعمت واپس لے لیں گے اور پھر اس کو اللہ تعالیٰ یہ واپس نہیں لوٹائیں گے چنانچہ قیامت کے دن یہ گونگا کھڑا کیا جائے گا۔ سنئے قرآن عظیم الشان' دلیل اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا﴾

ہم قیامت کے دن ان کو اندھا' بہرا اور گونگا کر کے کھڑا کریں گے۔

یہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کو یہ نعمتیں دیں۔ انہوں نے تو دنیا میں غلط استعمال کر لیا تھا۔ من مرضی شروع کر دی تھی۔ یہ Justify ہی نہیں کرتے کہ ان کو یہ نعمتیں واپس دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں واپس لے لیں گے۔

پاؤں والی نعمت کا استعمال:

حتیٰ کہ اللہ نے پاؤں چلنے کیلئے دیے۔ اب اگر انسان مسجد کی طرف چل کے جاتا ہے اللہ کے راستے میں چل کے جاتا ہے۔ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے۔ اب اللہ رب العزت اس کو قیامت کے دن ایسے پاؤں عطا کریں گے جو جنت کی طرف چل کے جائیں گے۔

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾

جنت کی طرف یہ چل کر جائے گا اگر یہ ان پاؤں کے ذریعے سے برے لوگوں سے ملنے کیلئے جاتا تھا' برائی کے اڈوں کی طرف جاتا تھا' غلط کاموں میں اپنے ان پاؤں کو استعمال کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکو سر کے بل کھڑا کریں گے۔

﴿نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ﴾

جیسے ایک بندہ سر نیچے رکھ کے ups and down ہو جائے مفسرین نے لکھا ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس طرح سر کے بل کھڑا کریں گے۔ پاؤں سے

نہیں چلے گا اب سر کے بل گھسٹتا ہوا بالآخر اس کو جہنم کے اندر ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہم ان امانتوں کا صحیح استعمال کریں تو امانت کامل ہو کر واپس مل جائے گی اور اگر غلط استعمال کریں گے اللہ تعالیٰ اس نعمت کو ہم سے واپس لے لیں گے۔

سنت کی قدر:

دنیا کے اندر اگر کسی انسان نے اپنے لباس کو سنت کے مطابق بنایا تو اللہ رب العزت اس کو جنت میں بھیجیں گے:

﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴾

اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

بہتر لباس عطا فرمادیں گے اور اگر فرنگی کے طریقے پر چلے اور سنت کے خلاف لباس پہنتے پھرے آدھا جسم ڈھکا ہوا آدھا ننگا رہا تو اللہ تعالیٰ پھر اس کو قیامت کے دن ایسا لباس پہنائیں گے جہنم میں ڈالتے ہوئے قرآن مجید گواہی دے رہا ہے:

﴿ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ ﴾

گندھک کا لباس پہنایا جائے گا۔

فقہا نے لکھا کہ جہنمی کے لباس میں اتنی بو ہوگی کہ اگر ساری دنیا کے انسان حیوان چرند پرند مر جائیں اور ان کی لاشیں گل سڑ جائیں تو جتنی بدبو اس جگہ ہوگی جہنمی کے کپڑوں میں بدبو اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ آج اگر اس نعمت کو غلط استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ ایسا بدبودار لباس عطا فرمادیں گے۔ اور اگر سنت کے مطابق بنالیا اللہ تعالیٰ ریشم کے لباس عطا فرمادیں گے۔

جنتیوں اور دوزخیوں کا تقابلی جائزہ:

اگر دنیا میں حلال کھایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت میں بھیج کر بہترین کھانے لَحْمٌ طَيْرٌ بھونا ہوا پرندوں کا گوشت اس کو عطا فرمائیں گے اور اگر اس بندے نے حرام

کھایا تو اللہ رب العزت یہ نعمت واپس لیں گے چنانچہ اس کو جہنم کے اندر

﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ○ طَعَامُ الْأَثِيمِ ○ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾

اللہ تعالیٰ زقوم کھلائیں گے یہ کانٹے والا ایک پودا ہوتا ہے جو انتہائی کڑوا' صبح کے وقت اپنی زبان سے لگاؤ تو شام تک کڑواہٹ دور نہیں ہوتی اور اوپر سے یہ کیکٹس کا پودا کانٹے والا بھی ہوتا ہے۔ جب انسان کھائے گا نہ نگلتے بنے گی نہ اگلتے بنے گی۔ پریشان ہوگا تو اگر حلال کھایا تو نعمتیں جنت میں ملیں گی اور اگر حرام کھایا تو جہنم میں دیکھئے کھانے کیلئے زقوم کا پودا ملے گا۔

اگر دنیا کے اندر اچھے مشروبات پیے۔ پانی پیا' دودھ پیا' پھلوں کے جوس پیے جو حلال مشروبات ہیں۔ تو اللہ رب العزت اس بندے کو جنت میں

﴿شَرَابًا طَهُورًا وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا﴾

اور ان کا پروردگار ان کو شراب طہور پلائے گا۔ وہ نعمت عطا کر دی جائے گی۔ اور اگر دنیا کے اندر اس نے حرام مشروبات استعمال کیے تو اللہ تعالیٰ یہ نعمت واپس لے لیں گے اور جہنم کے اندر اس کو کون سا مشروب دیں گے؟

﴿وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ○ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ﴾ (سورۃ الحاقۃ آیت ۳۶، ۳۷)

مفسرین نے لکھا جہنمیوں کے زخموں سے جو خون گرے گا' پیپ گرے گی اس کو پیالوں میں اکٹھا کر کے فرشتے اس جہنمی کو پینے کیلئے دیں گے۔ پیپ کی بدبو کی وجہ سے بندہ قریب نہیں کھڑا ہوتا اور آج جہنم کے اندر یہ بندہ پیپ بھرا سوپ پی رہا ہے۔ اے دنیا کے اندر غلط مشروبات پینے والے تو نے نعمت کا غلط استعمال کیا۔ آج دیکھ تو اس کے بدلے تجھے سزا کیا دی جا رہی ہے۔ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکان دیا اگر حلال مال سے بنایا اور اس کو نمازوں کے ذریعے' تلاوت کے ذریعے نبی علیہ السلام کی سنتوں کا گلشن بنایا تو اللہ رب العزت اس نعمت کی قدردانی پر اس کو آخرت میں اتنا بڑا گھر دیں گے حدیث

پاک میں آتا ہے کہ ”آخری جو جنتی ہوگا اس کو اتنی بڑی جنت دی جائے گی جو زمین و آسمان سے دس گنا بڑی جنت ہوگی“ اتنا بڑا گھر دے دیں گے اور اگر اس نے یہ مکان حرام مال سے بنایا۔ پھر اس میں ڈرامے اور موسیقی اور اس قسم کے بے حیائی کے کام شروع رکھے نمازیں قضا کرتے رہے، فجر کے وقت سب لوگ سوتے رہے اللہ کی نماز قضا کی تو اس بے قدری کے اوپر اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن جہنم میں بھیجیں گے اور جہنم میں مکان کیسے ہوگا سنئے قرآن عظیم الشان، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَكَانًا ضَيِّقًا﴾

بہت تنگ مکان ہوگا، اتنا چھوٹا کہ انسان صحیح طرح اس میں بیٹھ اٹھ بھی نہیں سکے گا حتی کہ اس ڈربے کے اندر یہ تنگ ہو کر کہے گا:

﴿دعوهنالك ثبورا﴾ (الفرقان آیت ۱۳)

اللہ مجھے موت دے دے۔ پھر اللہ تعالیٰ کیا فرمائیں گے:

﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا﴾ (الفرقان:۱۴)

ایک موت نہیں کتنی موتیں مانگو تمہاری جان چھوٹ نہیں سکتی۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

دنیا کے اندر اگر انسان نے خیر کے اوپر زندگی گزاری تو جنت کے اندر اللہ تعالیٰ اس کو بھیجیں گے اور اس پر سلام پڑھیں گے۔

﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ (یٰسین آیت ۵۸)

رب کی طرف سے ان کو سلامتی کا پیغام ملے گا۔ اور جب یہ جنت میں جائیں گے تو فرشتے بھی مبارکیں دیں گے:

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۞ (سورۃ الرعد آیت ۲۳/۲۴)

اب فرشتے بھی ان کو مبارکیں دے رہے ہیں۔ سلامتی کا پیغام دے رہے ہیں۔ اور اگر دنیا میں اس نے من مرضی کی زندگی گزاری تو اللہ تعالیٰ جہنم میں بھیجیں گے اور جہنم میں جا کے یہ اپنی زبان سے کیا کہے گا۔ یوں کہے گا:

۞ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۞ (المومنون ۱۰۶)

اے ہمارے پروردگار ہمارے اوپر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم تو گمراہ ہو گئے۔

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا اللہ ایک دفعہ نکال دیجیے۔

۞ فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۞

اگر ہم دوبارہ لوٹ کر گناہ کریں تو واقعی بڑے ظالم ہو نگے۔ مگر اللہ تعالیٰ اتنے ناراض ہو نگے، قرآن مجید نے گواہی دی۔ فرمائیں گے:

۞ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۞

دنیا امتحان گاہ ہے:

یہ دنیا ہمارے لیے امتحان ہے۔ ہم ان نعمتوں کو شریعت وسنت کے مطابق استعمال کریں تا کہ اللہ رب العزت کے ہاں جب پہنچیں تو یہ نعمتیں اور بہتر حالت میں ہمیں واپس لوٹا دی جائیں اور اگر بندہ بیس لاکھ کا کاروبار بھی سنبھال نہ سکا تو یہ کہاں اس قابل کہ اس کو اربوں کھربوں کا کام کر کے دے دیا جائے۔ تو یہ نعمتیں ہماری اپنی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ صرف جاننے کیلئے آزمانے کے لیے کہ بندو تم دنیا میں کرتے کیا ہو۔ ہم ان نعمتوں کو شریعت وسنت کے مطابق استعمال کریں۔ تا کہ قیامت کے دن ان نعمتوں میں اضافہ ہو اور اللہ رب العزت یہ بہتر حالت میں ہمیں واپس لوٹا دیں۔ پانچ انگلیاں برابر تو نہیں ہوتیں۔ اگر گناہ گار ہیں تو اس دنیا میں نیکوکار بھی موجود ہیں ایسی ایسی ہستیاں اس امت میں گزری ہیں۔

امت کے اکابر:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس امت میں بعض ایسی پاکیزہ ہستیاں گزریں کہ ان کے گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک کوئی گناہ لکھنے کا موقع نہ ملا۔ ایسی پاکیزہ ہستیاں تھیں۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عورت میں نے دیکھی ''رایت امرءۃ مشکلۃ بالکلام'' وہ عورت جو قرآن مجید کی آیتوں سے گفتگو کرتی تھی۔ قرآن مجید کے سوا کوئی لفظ اس کی زبان سے نکلتا ہی نہیں تھا۔ اللہ اکبر! کہاں یہ لوگ قیامت کے دن کھڑے ہوں گے اور کہاں ہم ہوں گے کہ جن کی زبانوں سے معلوم نہیں کیا کیا کلام نکلا ہوگا۔ تو نیک لوگ بھی گزرے۔

ایک حیران کن واقعہ:

ایک صاحب تھے بھوک لگی تھی یہ نہر کے کنارے چل رہے تھے ایک سیب تیرتا نظر آیا انہوں نے وہ سیب اٹھا کر کھا لیا۔ جب پیٹ میں کچھ پڑ گیا اب بات سمجھ میں آئی کہ یہ سیب میرا تو نہیں تھا یہ تو کسی اور کی ملکیت اور میں نے بغیر اجازت کے کھا لیا قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ زیادہ بہتر ہے کہ ابھی جا کر میں معافی مانگ لوں، چنانچہ up stream جدھر سے پانی آ رہا تھا وہ ادھر کو چل پڑے آگے ان کو ایک باغ نظر آیا جو سیب کے درختوں کا تھا وہ پہچان گئے کہ یہاں سے سیب گرا ہوگا۔ باغ کے مالک سے مجھے معافی مانگنی ہے۔ باغ کے مالک سے جا کر کہا کہ میں فقیر آدمی ہوں میرے پاس پیسے نہیں کہ میں pay کر سکوں آپ پلیز مجھے اللہ کے لیے معاف کر دیں۔ اس نے کہا میں تو معاف نہیں کرتا یہ معافی مانگنے لگے وہ انکار۔ ادھر سے اصرار تو ادھر سے انکار تو انہوں نے کہا کہ اچھا

بھی کوئی صورت ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں۔ اس نے کہا ایک صورت ہے میری ایک بیٹی ہے مگر بکما اللسان زبان سے گونگی ہے عمیا العینین آنکھوں سے اندھی ہے صما الاذنین دونوں کانوں سے بہری ہے قصیحۃ القدمین اور دونوں پاؤں سے لولی لنگڑی ہے اگر تم اس میری بیٹی کے ساتھ نکاح کرو اور اس کی خدمت کرو ساری زندگی تو تب میں یہ اپنا حق معاف کر دوں گا۔ اس اللہ کے بندے نے یہ سوچا کہ دنیا میں یہ مشقت اٹھانی آسان قیامت کے دن اس بندے کے حق کا جواب دینا یہ بڑا مشکل کام تیار ہو گیا۔ اللہ کی شان نکاح ہوا جب اپنی بیوی سے ملاقات ہوئی دیکھتا ہے بہت خوبصورت آنکھوں والی بولنے والی سننے والی علم والی عقل بھی اچھی شکل بھی اچھی حیران ہوا پوچھا کہ تم اپنے باپ کی ایک ہی بیٹی ہو کوئی اور بہن بھی ہے۔ اس نے کہا نہیں ایک ہی ہوں خیر وقت گزر گیا اگلے دن سسر سے ملاقات ہوئی۔ سسر نے پوچھا مہمان کو کیسے پایا کہنے لگا کہ جناب آپ نے تو معلومات کچھ اور ہی دی تھیں اور بیوی تو بہت اچھی خوبصورت خوب سیرت ہے اس پر اس کے سسر نے کہا کہ ہاں یہ میری بیٹی کبھی اس نے غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا میں نے کہا کہ یہ آنکھوں سے اندھی ہے۔ کبھی غیر محرم سے ہمکلامی نہیں کی میں نے کہا گونگی ہے۔ کبھی کسی کی بات نہیں سنی غلط میں نے کہا کہ یہ بہری ہے۔ کبھی بغیر اجازت گھر سے نکل کر نہیں گئی۔ میں نے کہا پاؤں سے لنگڑی ہے۔ ویسے یہ میری بیٹی قرآن کی حافظہ حدیث کی عالمہ ہے میں چاہتا تھا۔ اس بیٹی کا رشتہ کسی ایسے بندے سے کروں جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو تا کہ وہ میری بیٹی کو عزت قدر کے ساتھ رکھ سکے۔ جب تم نے ایک سیب کی مجھ سے معافی مانگی میں پہچان گیا تیرے دل میں اللہ کا خوف ہے میں نے اپنی اس بیٹی کا نکاح اس وجہ سے تمہارے ساتھ کر دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ ماں تھی اور یہ باپ تھا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایک بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام انہوں نے نعمان رکھا یہ بڑا ہو کر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہوا۔ جب ماں فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہوتی ہے اور باپ علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں تو پھر بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ بنا کرتے ہیں۔ تو ایسے بھی لوگ دنیا میں گزرے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی ٹھیک ٹھیک قدر دانی کی۔ اور ہم جیسے غافل لوگ بھی ہیں۔ کبھی تکبیر اولیٰ قضا، کبھی نماز قضا، کبھی تلاوت کی فرصت نہیں۔ کبھی اپنے معمولات چھوٹ گئے۔ کبھی زبان سے جھوٹ بول لیا۔ ہمیں چاہیے کہ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔ ہم اپنے ان گناہوں سے سچی توبہ کر کے یہ نیت کر لیں کہ اے مولا زندگی کا جو وقت گزر گیا وہ تو ہاتھ سے نکل گیا جو باقی ہے ہم ارادہ کرتے ہیں ہم اس کو آپ کے حکموں کے مطابق استعمال کریں گے۔ آپ ہمیں شریعت و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ اللہ رب العزت بڑے مہربان ہیں۔ وہ بندے کو رد نہیں فرماتے۔ تو اگر نیک بنیں تو اس دنیا سے اندر ن ماق ... ابھی ہیں۔

گناہوں کی حقیقت:

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو بندہ جس قسم کے گناہ کرتا ہے باطنی طور پر اس بندے کی شکل ویسی ہوتی ہے جانور جیسی شکل۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جو بندہ دوسروں کے دل بلاوجہ دکھاتا ہے اس کی مثال بچھو کی مانند ہوتی ہے۔ جو بندہ حریص زیادہ ہوتا ہے باطنی طور پر یہ کتے کی مانند ہوتا ہے جو عالم ہو کر بھی بے عمل ہوتا ہے یہ باطنی طور پر گدھے کی شکل رکھتا ہے۔ اور جو شخص بے شرمی اور بے حیائی کی زندگی گزارتا ہے باطنی طور پر سور کی شکل ہوتی ہے۔ اور جو عیار، مکار، سمارٹ بنتا ہے باطنی طور پر بندر کی شکل ہوتی ہے۔ جانوروں جیسی شکل۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیان ... میں اپنا واقعہ خود سناتے ہوئے فرماتے تھے۔

میں ایک مرتبہ بازار میں جا رہا تھا۔ میں نے ایک اللہ والے کو دیکھا قریب ہوا میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دینے کے بعد مجھے پہچانا اور پہچان کر کہنے لگے احمد علی! انسان کہاں بستے ہیں؟ میں نے بڑے حیران ہو کر دیکھا بازار لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں

نے کہا کہ حضرت یہ انسان ہی تو ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے ایک عجیب سی نظر مجمع پر دوڑائی فرماتے ہیں کہ ان کی توجہ کا یہ اثر ہوا کہ جب میں نے مجمعے کی طرف دیکھا تو مجھے بازار میں کتے بلے خنزیر چلتے نظر آئے۔ انسان تھوڑے کوئی کوئی چلتا نظر آتا تھا۔ فرماتے ہیں جب یہ کیفیت میری زائل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ تو چلے گئے تھے۔ چنانچہ میں گھر واپس آیا۔

حضرت یہ واقعہ اپنے درس قرآن میں سنا کر کہا کرتے تھے کہ لوگو!

مالک تو سب کا ایک مالک کا کوئی ایک
ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

لاکھوں میں کوئی ایک بندہ ہوتا ہے جو سر کے بالوں سے لے کے پاؤں کے ناخنوں تک ادخلوا فی السلم کافۃ میں داخل شدہ ہوتا ہے۔ یہ ہیں صحیح وہ بندے کہ جن پر اللہ کے نیک بندوں کے لقب کا اطلاق ہوتا ہے۔ اللہ کو خوشی ہوتی ہے ان بندوں کو دیکھ کر۔ ان کے ہاتھ اٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہاتھوں کو نہیں لوٹاتے

﴿لو اقسم علی اللہ لابرہ﴾

اگر یہ لوگ قسم کھالیں اللہ ان کی قسم کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیتے۔ ان کی قسموں کو پورا فرما دیتے ہیں۔ تو ہم بھی نیکو کاری کی زندگی گزار دیں تا کہ اللہ رب العزت کی ہم پر بھی مہربانی ہو جائے۔

آٹھ گواہ:

قیامت کے دن ہر انسان کے خلاف گواہی اس کے اعضاء سے لی جائے گی۔ اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ اعضاء کی لذتوں کی خاطر ہم گناہ کرتے ہیں۔ یہی اعضاء اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دینگے کہ اس بندے نے ہم سے کیا کیا کروایا اور یہ بندہ ناراض ہوگا کہے گا

﴿لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا﴾

تم نے کیوں میرے خلاف گواہی دی

﴿قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ﴾ (سورۃ حم السجدہ آیت ۲۱)

وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے نطق عطا کیا جس نے ہر چیز کو بلوا دیا۔ ہمیں بھی بولنے کی طاقت اسی نے عطا کی۔ اب بتائیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ﴾ (حم السجدہ ۲۲)

تم تو گناہ کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے ٹانگوں سے اعضاء سے پردہ ہی نہیں کیا کرتے تھے۔ لو یہی سلطانی گواہ بن جائیں گے۔

چنانچہ علماء نے کہا ہے قیامت کے دن بندے کے خلاف آٹھ گواہیاں پیش کی جائیں گی۔ آٹھ گواہ بندے کے گناہوں پر گواہی دیں گے۔

آٹھ گواہیاں کونسی ہونگی؟

وہ آٹھ گواہیاں کونسی ہونگی۔ فرمایا ان میں سے پہلی گواہی "المکان" جس جگہ پر انسان گناہ کرتا ہے۔ اللہ کی وہ زمین کے ذرات ویڈیو کیمرے کی طرح اس منظر کو Save کر لیتے ہیں۔ اس منظر کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیں گے۔ تو زمین اپنی خبریں سنائے گی۔

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا﴾ (سورۃ زلزال آیت ۴،۵)

اللہ تعالیٰ زمین کو کہیں گے بتاؤ اس جگہ پر اس بندے نے کیا کرتوت کیے زمین کے ٹکڑے گواہی دیں گے۔ اللہ اس جگہ پر یہ کیا تھا۔ اس جگہ پر یہ کیا تھا تو زمین قیامت کے دن انسان کے خلاف گواہی دے گی۔ یہ پہلا گواہ "المکان"

دوسری گواہی وقت کی، وقت بھی گواہی دے گا "الزمان" جس کو ہم وقت کہتے ہیں زمانہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی گواہی کے لیے کھڑا کریں گے۔ چنانچہ حدیث پاک

میں آتا ہے۔

ینادی کل یوم

ہر دن یہ آواز دیتا ہے

اَنَا یَوْمٌ الْجَدِیْدُ وَاَنَا فِیْ مَا تَعْمَلُ فِیْھَا شَھِیْد

میں نیا دن ہوں اور میرے اندر تو جو عمل کرے گا اے بندے قیامت کے دن میں تیری گواہی دوں گا۔ تو وقت بھی گواہی دے گا قیامت کے دن تیسری گواہی "والسان" انسان کی زبان گواہی دے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿یَوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ﴾

قیامت کے دن ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے "سب اعضاء زبان کے سامنے فریاد کرتے ہیں کہ اگر تو ٹھیک استعمال ہوئی تو ہم سب ٹھیک رہیں گے تیرے غلط استعمال سے ہم مصیبت میں پڑ جائیں گے"۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے۔ بندہ نیکی کرتے کرتے جنت کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے مگر اپنی زبان سے ایک کلمہ ایسا نکالتا ہے ناشکری کا، اللہ کے سامنے شکوے شکایت کا، ایسا کلمہ نکالتا ہے کہ اس ناشکری کے کلمے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے گھسیٹ کر جہنم میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے کہا "جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَجُرْمُہٗ کَبِیْرٌ"، اس کی جسامت تو چھوٹی سی ہے لیکن اس سے ہونے والا گناہ بڑا موٹا ہوتا ہے۔ تو زبان کا ایک فقرہ بسا اوقات جہنم میں جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

چوتھا گواہ "والارکان"، انسان کے جسم کے باقی اعضاء، ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان اور رانیں یہ بھی انسان کے خلاف گواہی دیں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْھِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْ یَکْسِبُوْنَ﴾

ہاتھ بولیں گے اور رانیں گواہیں دیں گی کہ ہم نے دنیا میں کیا کام کیا۔ چنانچہ یہ

چوتھی گواہی ہوگی۔ پانچویں گواہی انسان کے خلاف "والملکان" اور دو فرشتے:

﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ○ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾

تمہارے اوپر محافظ متعین ہیں کراماً کاتبین تم جو کرتے ہو وہ جانتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ فرشتے گواہی دیں گے' اے اللہ! اس نے فلاں فلاں جگہ جا کر آپ کے ان ان حکموں کو توڑا تھا۔ پھر چھٹی گواہی والدیوان اور نامہ اعمال جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ اس کا ریکارڈ بن رہا ہے۔ اس کی شیٹ وہ تیار ہو رہی ہے۔ اور قیامت کے دن وہ سب کچھ اللہ کے سامنے کھول دیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب مجرم اپنے سامنے نامۂ اعمال کو دیکھے گا تو کہیں گے:

﴿يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ﴾

او ہماری کمبختی یہ کیسی کتاب ہے

﴿لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا﴾

کوئی چھوٹا کوئی بڑا عمل ایسا نہیں کہ جو اس میں درج نہ کر دیا گیا ہو۔

﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾

جو کیا ہوگا اپنے سامنے حاضر پائیں گے

﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾

تیرا رب تو کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔

اپنے پاؤں پر کلہاڑیاں ماری ہونگی۔ بھاگ بھاگ کے گناہ کیے ہونگے دوڑ دوڑ کے گناہ کیے ہونگے۔ اس کی وجہ سے یہ اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر پچھتائیں گے۔ کاش کہ ہم نے نیک اعمال کیے ہوتے:

﴿يَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾

اے کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

اللہ اکبر! تو انسان کا نامہ اعمال گواہی دے گا۔ اور اس سے اوپر ایک گواہی بہت زیادہ نازک گواہی ہے اور وہ کیا ہوگی؟ گواہی ہوگی "نبی الانس والجان" اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی گواہی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

اعمال نبی ﷺ کے سامنے پیش ہوتے:

چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین ہیں۔ وہ بندوں کے اعمال کو میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تو امت کے اعمال نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں تو جو نیک اعمال کرنے والے ہیں۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو خوشی ہوتی ہے اور جو گناہوں میں پڑنے والے ہیں۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ محبوب جو راتوں کو اٹھ کر رویا کرتے تھے۔ قیامت کے دن فرمائیں گے میرے امتی تم نے میرے آنسوؤں کی قدر نہ کی تم دنیا میں بھول گئے کہ یہ تمہارے اعمال میرے سامنے بھی اللہ پہنچاتے رہے ہیں۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔

سبق آموز واقعہ:

چنانچہ مشہور واقعہ ہے مرزا بیدل ایک شاعر گزرے ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ کچھ اچھے شعر لکھے تو ایک ایرانی شیخ تھے انہوں نے وہ پڑھے تو ان کا جی چاہا کہ میں اس شاعر سے ملاقات کروں لہٰذا وہ مرزا بیدل سے ملنے کے لیے اس کے پاس آئے۔ جب اس کے پاس آئے تو انہوں نے کیا دیکھا کہ مرزا صاحب بیٹھے ہوئے اپنے چہرے سے سنت کو صاف کر رہے تھے کاٹ رہے تھے۔ شیو کر رہے تھے تو ایرانی شیخ نے جب یہ دیکھا تو اس نے فوراً پوچھا

آغا ریش مے تراشی

کیا تم نبی علیہ السلام کی سنت کو تراش رہے ہو تو اس نے آگے سے جواب دیا

اے ریش مے تراشم ولے دل کسے تراشم

میں داڑھی مونڈھ رہا ہوں میں کسی کے دل کو تکلیف نہیں پہنچا رہا۔ ایرانی شیخ نے چیخ مار کر کہا۔ او خدا کے بندے

ولے دل رسول اللہ می خراشی

تو رسول اللہ ﷺ کے دل کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ تو سید القلوب کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ جب اس نے یہ بات کی مرزا بیدل کے دل پر چوٹ پڑی تبھی توبہ کر لی اور پھر اس نے یہ کہا

جزاك الله كه چشم وا كردی

مرا با جان جان همراز کردی

کہ اللہ بدلہ دے کہ تو نے میری آنکھ کھول دی اور مجھے میرے محبوب سے تو نے واصل کر دیا۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے سامنے ہمارے گناہ اگر پیش ہو گئے تو ہمارے لیے یہ کتنی شرم کی بات ہے۔ تکلیف کی بات ہے اور اسی کو تو کہا تھا علامہ اقبال نے کہ اے اللہ

تو غنی از هر دو عالم من فقیر

روز محشر عذر هائے من پذیر

زمین بھر دو عالم من فقیر اللہ

تو دو عالم سے غنی ہے۔ میں فقیر ہوں اللہ قیامت کے دن میرے عذروں کو قبول کر لینا

گر تو می بینی حسابم ناگزیر

اور اللہ اگر فیصلہ کر لیں میرا حساب آپ نے لازمی لینا ہے تو اے اللہ آپ

از نگاه مصطفی پنهاں بگیر

نہ آئے مصطفیٰ کریم کی نظروں سے اوجھل میرا حساب لینا مجھے ان کے سامنے شرمندگی۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہیں گے؟

میرے آقا کیا کہیں گے یہ میری سنتوں کا مذاق اڑاتا پھرتا تھا۔ قیامت کے دن نبی علیہ السلام کی بھی گواہی۔ اور پھر ایک گواہی اس سے بھی اور آگے نازک اللہ اکبر وہ گواہی کیا ہوگی؟ علماء نے لکھا کہ وہ گواہی ہوگی "والرحمان" اور اللہ تعالیٰ خود بھی گواہی دیں گے۔ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا﴾ (سورہ یونس آیت ۶۱)

تم کوئی عمل نہیں کرتے مگر ہم تمہارے عملوں پر گواہ ہوتے ہیں۔ ہم رب کے سامنے گناہ کرتے ہیں اس رحمان کے سامنے جس کی رحمت سے ہمارا کام سنورتا ہے۔ وہ رحمان بھی کیا کہتے ہونگے یہ میرے بندے نعمتیں مانگتے چلے جاتے ہیں۔ اور میری ان نعمتوں کی دیکھو کتنی ناقدری کرتے پھر رہے ہیں۔

بزرگ کا قول مبارک:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا' میرے دل میں یہ خیال ڈالا فرمایا کہ "میرے بندوں سے کہہ دو کہ گناہ کرنے کیلئے تم ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہو جن سے مخلوق دیکھتی ہے۔ اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کم درجے کا تم مجھے سمجھتے ہو" اللہ اکبر یہ قیامت کے دن گواہیاں ہونگی۔ انسان کے گناہ کے اوپر تو پھر سوچئے قیامت کے دن ہمارا کیا بنے گا۔

سنہری موقعہ (گولڈن چانس):

آج وقت ہے ہم اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی سچی معافی مانگ کر اپنے گناہوں کو بخشوا لیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ دعا کریں کہ رب کریم ہمیں نیکوکاری کی زندگی نصیب فرما، اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کریں اور اپنے نفس کے اوپر کبھی بھی اعتماد نہ کریں اس لیے ایک کہنے والے نے کہا:

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

انسان اپنے آپ پر بھروسہ نہ کرے اس لیے کہ گناہوں کی طرف انسان کا کھنچاؤ کئی مرتبہ بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ تو گناہوں کے موقعوں سے ہی بچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اے اللہ مجھے گناہ کے موقعوں سے بچا دے۔

[illegible] کے سائے محیط نہ کرنا
کسی غریب کو دل کا غریب نہ کرنا
میں امتحان کے قابل نہیں میرے مولا
مجھے گناہ کا موقع نصیب نہ کرنا

اے اللہ ہمیں گناہ کے موقع سے بچا لیجیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا:

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بال سفید ہو گئے بڑھاپا ہے اس بڑھاپے کے عالم میں دعا مانگتے تھے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَزْنِیْ وَاَسْرِقْ﴾

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں زنا کروں اور چوری کروں جب وہ یہ دعا مانگتے تو کسی کہنے والے نے کہا

قیل لہ

ان سے کہا گیا

کبرسنک

آپ کی عمر اتنی بڑھاپے کی ہو گئی

وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں

﴿ اَتَخَافُ عَلٰى نَفْسِكَ مِنَ الزِّنٰى وَالسَّرِقَةِ ﴾

کیا آپ اپنے نفس پر زنا اور سرقہ (چوری) سے خوف کھاتے ہیں۔ انہوں نے آگے سے قال فرمایا

کیف امن علی نفسی وابلیس حی

میں اپنے نفس سے کیسے اطمینان کر سکتا ہوں جبکہ شیطان ابھی زندہ ہے جب تک شیطان زندہ ہے۔ یہ بندے کو کسی وقت بھی گرا سکتا ہے۔

ایمان کیسے بچایا جائے:

اپنے آپ کو انسان گناہوں سے بچانے کی پوری کوشش کرتا رہے۔ حتیٰ کہ انسان کی زندگی کا آخری لمحہ آ جائے۔ اس طرح جو اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے گا تو پھر ایمان کو یہ اس دنیا سے لے کر آخرت میں جائے گا۔ اللہ رب العزت کی اس بندے کے اوپر رحمت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فائدہ اٹھا کر آج کی اس محفل میں اللہ سے معافیاں مانگ لیجئے۔ پچھلے گناہوں کو بخشوائیے۔ آئندہ نیکوکاری پرہیزگاری کی زندگی گزارنے کا ارادہ کر لیجئے۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نجاست سے لتھڑا ہوا دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ دریا نے پوچھا! اے نجاست سے آلودہ شخص تو کیوں غسل نہیں کر لیتا۔ اس نے کہا میری نجاست کہیں تجھے ناپاک نہ کر دے۔ تو دریا کے پانی نے کہا ارے تیرے جیسے سینکڑوں نجاست بھرے آئے ذرا میرے اندر غوطہ لگا دے۔ جاری پانی ہوں تجھے بھی پاک کر دوں گا خود

بھی پاک رہوں گا۔ ارے جب دریا کا یہ عالم ہے اللہ کی رحمت کے دریا کا کیا کہنا۔ آج اگر ہم سچی توبہ کرلیں گے تو رحمت کا دریا ایسا ہے گا ہمارے گناہوں کو بھی دھو دیا جائے گا۔ آئندہ ہمیں نیکوکاری اور پرہیزگاری کی زندگی عطا کر دی جائے گی۔

اندھے کی عقلمندی:

آخر کوئی تو زندگی کا وقت ایسا ہو کہ انسان سچی توبہ کرے۔ فیصلہ کرے کہ مولا آج کے بعد آپ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرنی۔ ہم سے تو وہ اندھا زیادہ عقل مند تھا۔ جس کے ہاتھ میں کشکول تھا مانگتا پھر رہا تھا ایک دروازے کے سامنے پہنچا صدا لگائی جواب نہیں آیا۔ پھر صدا لگائی پھر جواب نہیں آیا۔ تیسری مرتبہ جب جواب نہ آیا کہنے لگا۔ کس بخیل کا دروازہ ہے۔ جواب نہیں آتا۔ کسی نے کہا او خدا کے بندے یہ مسجد کا دروازہ ہے تو اللہ کے در پہ آ پہنچا ہے اس اندھے نے جب یہ سنا اس نے زور سے پیالے کو دیوار پہ مارا اور اس کو توڑ کے کہا اچھا اگر میں اللہ کے دروازے پہ آ پہنچا ہوں اب میں کسی اور دروازے پہ نہیں جاؤں گا۔ میں رب کے دروازے پہ آ پہنچا ہوں۔

اے اللہ تمہی سے مانگیں گے تمہی ہی دو گے:

ہم بھی تو اللہ کے گھر میں آئے بیٹھے ہیں۔ آج ہم اللہ تعالیٰ سے یہی دعا مانگیں اے رب کریم اگر کوئی آدمی مندر سے نکل کر جہنم میں ڈال دیا گیا اس پہ کوئی حسرت نہیں۔ حسرت تو اس پہ ہے جو اللہ کے گھر میں آیا مسجد میں آیا۔ مگر یہاں آکر سچی توبہ نہ کی اور اللہ پھر آپ اپنے گھر سے نکال کر اس کو جہنم میں ڈال دیں۔ اے مولا تیرے گھر سے نکل کر جہنم میں نہیں جانا چاہتے۔ ہم آپ کے در پہ آئے بیٹھے ہیں۔

اے اللہ تمہی سے مانگیں گے تمہی دو گے
تمہارے در سے ہی لو لگی ہے
عمل کی اپنے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے

رہے سلامت تمہاری نسبت میرا تو بس آسرا یہی ہے

اے اللہ کلمہ پڑھ لیا۔ آپ کی وحدانیت کی گواہی دے دی۔ آپ کے پیارے حبیب ﷺ کی رسالت کی گواہی دے دی۔ آپ کے کلام کی گواہی دے دی۔ اے اللہ اسی ایمان کو قبول کر کے آج ہم پر رحمت کی نظر فرما دیجئے۔ اے اللہ آپ نے قرآن مجید میں فرما دیا:

﴿واما السائل فلا تنهر﴾ (سورہ الضحیٰ آیت ۱۰)

سوالی کو انکار نہ کرو' جھڑکیاں نہ دو' اے اللہ ہم کمزوروں کو حکم ہے ہم سوالی کو انکار نہ کریں۔ اللہ ہم بھی تو آپ کے در کے سوالی ہیں۔ ہم بھی تو آپ سے بیٹھے معافی مانگ رہے ہیں۔ آپ کے در پہ جھولی پھیلائے بیٹھے ہیں۔ اے رب کریم اپنی رحمت کی ایک نظر فرما دیجئے۔ ہمارے دلوں کو دھو دیجئے۔ اللہ ہم اپنے نفس سے تنگ آ گئے ہیں۔ گناہ کر کر کے ہم تھک گئے ہیں۔ میرے مولا نفس|پلید' پلید جا کیتا کوئی اصل پلید نہ تھے۔ اس نفس نے ہمیں ناپاک کر دیا ورنہ دنیا میں کوئی ناپاک تو پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اے اللہ اس ناپاکی کو دور کر کے آج گناہوں سے پاک کر دیجئے۔ اور آئندہ نیکوکاری' پرہیز گاری کی زندگی گزارنے کی ہمیں توفیق عطا فرما دیجئے۔ تا کہ قیامت کے دن ہم آپ کے پیارے حبیب ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوں۔ اور ان کے ہاتھوں حوض کوثر کا جام پینے والے بن جائیں۔ اے اللہ ہم دنیا میں ایسے وقت میں پیدا ہوئے کہ آپ کے پیارے حبیب ﷺ کا دیدار نہیں کر سکے اے اللہ اگر آپ نے قیامت کے دن اندھا کھڑا کر دیا۔ تو ہم تو قیامت کے دن بھی ان کا دیدار نہ کر سکیں گے۔ اللہ اس دوہری محرومی سے بچا لینا۔ اگر دنیا میں نہیں دیکھ سکے تو آخرت میں ان کا دیدار عطا فرمانا۔ ہمارا بھی دل چاہتا ہے اس چہرے کو دیکھیں جسے آپ نے والضحیٰ کہا ان زلفوں کو دیکھیں۔ جنہیں آپ نے والیل فرمایا۔ جو چہرہ آسمان کی طرف دیکھتا تھا آپ فرماتے تھے:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴)

محبوب آپ آسمان کی طرف دیکھتے تھے ہم آپ کے چہرے کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ہمیں قیامت کے دن ان کے قدموں میں جگہ عطا فرما دینا۔ ان کے ہاتھوں حوض کوثر کا جام عطا فرما دینا۔ اور جو زندگی کے دن باقی ہیں۔ اللہ تیری ایک ایک سنت کی پابندی پر گزارنے کی توفیق عطا فرما دیجئے گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۝ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

قلب کا جاری ہونا

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

بعض اوقات کچھ لوگ یہ Complain کرتے ہیں کہ حضرت ہم مراقبے میں بیٹھتے تو ہیں ہمیں بیٹھ کے نیند آ جاتی ہے۔ وہ بچارے ضروری نہیں کہ تھکے ہوئے ہوتے ہیں تو نیند آ جاتی ہے۔ نہیں فریش ہوتے ہیں اور فریش ہونے کے باوجود جیسے ہی مراقبے میں بیٹھتے ہیں نیند آ جاتی ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں۔ یہ بات سمجھ لیں کہ مراقبے میں نیند آ جانے سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش کرنی چاہیے۔ نیند نہ آنے۔ اپنی طرف سے انسان کوشش کرے کہ بیدار ہو کر ہوشیار ہو کر بیٹھے۔ لیکن اگر بالفرض نیند آ بھی جائے اونگھ آ بھی جائے تو اس سے فرق نہیں پڑتا۔ ہم آپ لوگوں کو ایک مزے کی بات سناؤں کہ جب آپ نیت کر کے اللہ کی یاد کی مراقبے میں بیٹھ گئے تو آنکھ لگ جائے تو اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد مجددی نقشبندی مدظلہ

قلب کا جاری ہونا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ○ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

کثرت ذکر کے اثرات:

سالک جب کثرت کے ساتھ اللہ رب العزت کا ذکر کرتا ہے تو اس پر کچھ کیفیات وارد ہوتی ہیں۔ جو بندہ ذکر نہ کرے اس پر کیفیات بھی وارد نہیں ہوتیں۔ اس لیے ہمارے مشائخ نے فرمایا:

☆ مَنْ لَّا وِرْدَ لَهٗ لَا وَارِدَ لَهٗ ○

جو آدمی اوراد اور وظائف نہیں کرے گا' اس کے اوپر واردات اور کیفیات نہیں ہوں گی' رہ گئی بات ذکر کی تو اس کے اثرات انسان پر یقینی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نے

بتلا دیا کہ جس مجلس میں ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ﴾

ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ سکینہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خصوصی برکت رحمت نور اہل ذکر کے اوپر نازل کیا جاتا ہے اس کو سکینہ کہتے ہیں۔

ذکر کے اثرات کی علامات:

اس سکینہ کے انسان کے اوپر مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ کئی مرتبہ اس سکینہ کی وجہ سے انسان کے دل کی پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہ بھی ایک پہچان ہے۔ دل کا اطمینان پالینا' سکون پالینا' مطمئن ہو جانا۔ غموں کا ہجوم انسان کے دل سے دور ہو جانا۔ طبیعت کا ہلکا پھلکا محسوس کرنا۔ یہ نشانیاں ہیں اس سکینہ کے نازل ہونے کی۔ بعض اوقات سالک کو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ محسوس ہوتا ہے۔ یہ نشانی ہے' اس سکینہ کے نازل ہونے کی۔ بعض مرتبہ انسان کو اپنے گناہوں پہ بہت ندامت ہوتی ہے۔ رونا آتا ہے' افسوس ہوتا ہے۔ یہ بھی نشانی ہے اس سکینہ کے نازل ہونے کی۔ بعض اوقات دنیا انسان کو بہت حقیر نظر آنے لگ جاتی ہے۔ بہت ہی بے وقعت نظر آتی ہے۔ جیسے اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہوتی۔ میں اس کے پیچھے جو لگا ہوا ہوں میں کس پروردگار کو چھوڑ کر دنیا کے دھوکے میں پڑ گیا ہوں۔ تو دنیا کا حقیر نظر آنا یہ بھی اس سکینہ کے اثرات ہوتے ہیں۔ کئی مرتبہ انسان کا مرنے کو جی چاہتا ہے' یہ بھی عجیب بات ہے۔ کہ دل میں یہ بات آئی ہے کہ بس جلدی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاؤں' یہ بھی ایک کیفیت ہے۔ یہ بھی اس سکینہ کے نازل ہونے کی ایک نشانی ہے۔

ایک نوجوان کا واقعہ:

ایک نوجوان کسی بزرگ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ موت سے بہت خوف آتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھئی یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے

پاس کچھ مال پیسہ ہے۔ کہنے لگا جی! انہوں نے کہا اسے اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ اور نیک اعمال کی پابندی کیا کرو۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر ان کی ملاقات ہوئی۔ بزرگوں نے پوچھا سناؤ بھئی اب طبیعت کیسی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ حضرت وہ موت سے خوف تو ختم ہو گیا مگر حیران اس بات پر ہوں کہ اب تو میرا مرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر ایسا کیوں ہوا۔ تو ان بزرگوں نے یہ بات سمجھائی کہ دیکھو بندے کا دل وہیں لگتا ہے جہاں اس کا خزانہ ہوتا ہے۔ پہلے تم نے اپنے آگے کے لیے کوئی سرمایہ جمع نہیں کیا تھا تو تمہیں موت سے وحشت تھی۔ اب تم نے آگے یہ سرمایہ بھیج دیا ہے نیکیوں کا صدقے کا مال کا۔ تو جہاں سرمایہ ہوتا ہے بندے کا وہیں جانے کو دل کرتا ہے۔ تو رحمت کے نازل ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ انسان کا مرنے کو جی چاہتا ہے۔ موت اچھی لگتی ہے موت سے وحشت ختم ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے اوپر یہ کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

ذکر کے اثرات کی علامات:

جیسے نیند آ رہی ہو اونگھ کی سی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ یہ جو اونگھ کی کیفیت ہے یہ بھی وہی سکینہ کے نازل ہونے کی نشانی ہے۔ اور اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً﴾

دیکھا میدان بدر میں اللہ تعالیٰ نے رحمت نازل فرمائی۔

﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

قرآن مجید میں ایک جگہ یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر اور ان کے جو خدمت گزار تھے ایمان والے ان پر سکینہ نازل فرمائی۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ جب تمہارے اوپر اونگھ کو طاری کر دیا۔

تو سکینہ کی کئی مرتبہ یہ بھی نشانی ہوتی ہے کہ سالک اونگھنا شروع کر دیتا ہے۔ اچھا یہاں یہ بات بھی ذرا توجہ سے سن لیں۔

سالکین کا مسئلہ:

بعض اوقات کچھ لوگ یہ complain کرتے ہیں کہ حضرت ہم مراقبے میں بیٹھتے تو ہیں ہمیں بیٹھ کے نیند آ جاتی ہے۔ وہ بیچارے ضروری نہیں کہ تھکے ہوئے ہوتے ہیں تو نیند آ جاتی ہے۔ نہیں فریش ہوتے ہیں اور فریش ہونے کے باوجود جیسے ہی مراقبے میں بیٹھتے ہیں نیند آ جاتی ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں۔ یہ بات سمجھ لیں کہ مراقبے میں نیند آ جانے سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ نیند نہ آئے۔ اپنی طرف سے انسان کوشش کرے کہ بیدار ہو کر ہوشیار ہو کر بیٹھے۔ لیکن اگر بالفرض نیند آ بھی جائے اونگھ آ بھی جائے تو اس سے فرق نہیں پڑتا۔ جی آپ لوگوں کو ایک مزے کی بات سناؤں کہ جب آپ نیت کر کے اللہ کی یاد کی مراقبے میں بیٹھ گئے تو آنکھ لگ جانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

انوکھی مثال:

فرض کرو کہ ایک آدمی فقیر ہے۔ اب کسی سخی کے دروازے پر گیا ہے اور فجر پڑھ کے جا بیٹھا۔ اب جب جا بیٹھا تو وہاں بیٹھے بیٹھے اسے اونگھ بھی آ گئی۔ وہ گھنٹہ آدھا گھنٹہ اونگھتا بھی رہا بیٹھا بھی رہا۔ تو جب اس کا وہ آدمی سخی آئے گا۔ اور پوچھے گا جی آپ کب آئے تو کیا وہ اپنی اونگھ کا ٹائم نکال کر بتائے گا۔ کیا بتائے گا۔ کہ جی فجر پڑھ کے آ گیا تھا۔ تو حاضری لگے گی تو کس وقت سے لگے گی فجر پڑھ کے آ گیا تھا جی اب اگر بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی تو وہ تو کیفیت بندے کی ہے۔ تو اگر دنیا کے سخی کے دروازے پر جائے تو وہ بیٹھنے کا وقت دیکھتا ہے درمیان میں اونگھ کے وقت کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ تو اگر سخیوں کے پروردگار کے دروازے پر جا کر بیٹھو تو کیا وہ پھر اونگھ کے ٹائم کو نکال دے گا۔

سائنسی مشاہدہ:

اب اس کی اور ایک پریکٹیکل مثال دوں آپ کو یہ تو خیر ایک بات ویسے ہی سمجھانے کے لیے کی تھی۔ آج کل کچھ باتوں کا سمجھنا آسان ہو گیا سائنس کی ترقی کی وجہ سے۔ مثال کے طور پر آپ ٹیلیفون دیکھیں۔ ایک بندہ ٹیلی فون کو چارجنگ پہ لگا دیتا ہے on ہو فون یا off ہو۔ وہ چارجنگ پہ لگ جاتا ہے۔ آپ بتائیں۔ فون on ہو یا فون off ہو۔ چارجنگ پہ لگا دیا تو چارجنگ ہو رہی ہے یا نہیں۔ تو جب آپ نے مراقبے کی نیت کر کے دل کی بیٹری کو چارجنگ پہ جوڑ دیا تو اب آپ کی سکرین on ہے یا off ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اترتی ہے۔ اور بندے کے دل کی بیٹری کو چارج کرتی ہے۔

اللہ رب العزت نیتوں کو دیکھتے ہیں:

اونگھ سے تو بالکل بھی نہیں گھبرانا چاہیے۔ ہاں اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے کہ بیدار ہو کر بیٹھے ہوشیار ہو کر بیٹھے۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ کئی مرتبہ تو اونگھ یا نیند تھکاوٹ کی وجہ سے آ جاتی ہے۔ کئی مرتبہ عادت کی وجہ سے آ جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کی عادت ہی ہوتی ہے اونگھنے کی۔ ذرا ان کی نیند کا سلسلہ ہی ایسا ہوتا ہے۔ over dream ہوتے ہیں۔ جب چاہو ان کو سلا دو۔ پس انہوں نے مراقبے میں سر جھکایا تو بس اب ان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ میں نے سر پہلے جھکایا تھا یا مجھے نیند پہلے آئی۔ یہ نہیں پتا ہوتا ان کو مگر اس سے فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ تو یہ دیکھیں گے کہ میرا بندہ میری یاد کی نیت کر کے بیٹھا تھا یا نہیں۔ اچھا یہ بتائیں کہ جب آپ بیٹھتے ہیں مراقبے میں تو آپ کی سونے کی نیت تو نہیں ہوتی۔

﴿اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ﴾

اعمال کا دارومدار نیت کے اوپر ہے۔ ہاں اگر آپ نے نیت ہی یہ کر لی کہ میں اس پوزیشن میں بیٹھ کر سونا چاہتا ہوں تو وہ تو بات ہی اور ہے۔ مگر مراقبے میں بیٹھنے والا تو کوئی

بندہ ایسی نیت نہیں کرتا وہ تو اللہ کی یاد میں بیٹھتا ہے۔تو اگر اس دوران اونگھ بھی آ جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ذاکرین پر سکینہ کا نزول:

اصل وجہ یہ ہے بھائی کہ وہ جو سکینہ نازل ہوتی ہے اس سکینہ کے نازل ہونے سے کئی مرتبہ انسان پر اونگھ کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ وہ اونگھ نہیں ہوتی۔ حقیقت میں وہ سکینہ کے اثرات اس پہ ہوتے ہیں۔اس لیے مراقبے میں جو لوگ اونگھ رہے ہوتے ہیں وہ باتیں بھی ساری سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اگر کہیں کوئی بولے' کوئی آواز آئے وہ سب باتیں ان کو سنائی دے رہی ہوتی ہیں۔اس کو نیند نہیں کہتے۔ اچھا جی یہ اونگھ کا آ جانا یہ رکاوٹ نہیں ہے۔ سالک اس کو یہ نہ سمجھے کہ جی میں تو ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ مجھے تو فوراً نیند آ جاتی ہے۔ بیٹھنا ہمارا کام رحمتوں کا نازل کرنا یہ پروردگار کا کام' ہم بیٹھے رہیں گے تو پروردگار اپنی رحمت نازل فرماتے رہیں گے۔تو جب بھی ذکر میں انسان بیٹھتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

﴿نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ﴾

ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔اب جب سکینہ نازل ہوگی تو اس کے اثرات تو ہوں گے' انسان پر' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رحمت کی بارش ہو اور بندے پہ اثر نہ ہو' اثرات تو ہوں گے۔ جب اثرات ہوں گے تو صاف ظاہر ہے کہ پھر انسان کی کیفیات ہوں گی۔ کیونکہ اثرات کے ہونے سے کیفیات ہوتی ہیں۔

انسانی مشاہدہ:

آپ دیکھیں عام طور پر جب بارش برستی ہے تو زمین کے اندر سے کچھ نہ کچھ جڑی بوٹیاں ضرور نکل آتی ہیں۔ہاں کوئی پتھریلی زمین ہو تو بات اور ہے۔ورنہ عام طور پر جب بارش کا موسم ہوتا ہے برسات کے موسم میں خوب ہریالی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ساون

کے اندر سے کو ہرا ہرا ہی نظر آتا ہے۔تو ساون کا موسم ہی ایسا ہوتا ہے کیونکہ برسات ہوتی ہے۔اور برسات کے موسم میں زمین سے خوب کھیتیاں نکلتی ہیں۔یعنی پودے نکلتے ہیں۔

رحمت کی برسات:

جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی برسات برستی ہے۔تو انسان کے اندر سے کیفیات کے پودے اور کھیتیاں پھر برآمد ہوتی ہیں۔کیفیات کو روک نہیں سکتے۔ذکر کی وجہ سے بندے کی کوئی نہ کوئی کیفیت ضرور ہوتی ہے۔یا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا اضافہ نظر آئے گا یا جو کیفیتیں میں نے پہلے بتائیں وہ محسوس ہوں گی۔

ذکر میں کیفیت نہ ملنے کی وجہ:

اگر کوئی بندہ کہے کہ جی مجھے تو کوئی بھی کیفیت محسوس نہیں ہوتی تو یہ بھی ایک کیفیت ہے۔یہ بھی ایک کیفیت ہے مراقبے میں بیٹھتا ہے تو اسے کوئی بھی کیفیت محسوس نہیں ہوتی اس لیے کہ Some thing is to be wrong somewhere اس کو Ignore کرنا چاہیے۔ہوسکتا ہے کہ اس کے دل پر کوئی اور اثر ہو کیا وجہ ہے کہ اس کے دل پر اثرات نہیں ہوتے؟ کیا وجہ ہے کہ اس کے دل پر ان برکات کا اثر نہیں ہوتا؟ اور اس کی وجہ عام طور پر کوئی نہ کوئی زیادہ گڑبڑ ہوتی ہے۔وہ بندہ کوئی ایسے گناہ کبیرہ میں پھنسا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے دل کے اوپر تالے لگے ہوتے ہیں۔دل کے دروازے بند ہو چکے ہوتے ہیں۔یا کوئی حلال حرام کا چکر ہوتا ہے کہ جو کیفیات اس کو ذکر میں ملتی ہیں۔حرام ان کیفیات کو چھپا دیتا ہے۔

حیران کن واقعہ:

چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا فرماتے ہیں کہ ایک ہمارا خادم تھا اور خادم لوگ جو ہوتے ہیں پھر ان کی رعایت بھی کرنی پڑتی ہے۔

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾

تو خادم صاحب تو ایک مرتبہ ان کا ایک بھائی وہ بیمار ہوا اور اس کے اوپر جان کنی کا عالم طاری ہو گیا۔ یعنی آخری وقت' آخری لمحات' آخری علامات پوری ہو گئیں۔ تو خادم نے آ کر کہا کہ حضرت میرا بھائی ہے' اگر آپ مہربانی فرمائیں تو آپ تشریف لائے چلیں دعا بھی فرما دیں اور اس موقع پر اس پر توجہ بھی فرما دیں۔ اسکا معاملہ اچھا ہو جائے گا۔ خاتمہ بالخیر ہو جائے گا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ وہاں گیا۔ دعا بھی کی اور پھر توجہ بھی کی' لیکن توجہ کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کے دل پر کوئی اثر نہیں۔ فرماتے ہیں میں بہت دیر بیٹھا رہا اور توجہات ڈالتا رہا مگر اس بندے کے دل پہ کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اس روحانیت کا بندہ اگر کسی بندے پر توجہ کر رہا ہو تو پھر دل پر اثر تو لازمی ہونا چاہیے مگر وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت دیر بیٹھ کر توجہ کی مگر اس بندے کے دل پر کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ فرماتے ہیں میں بہت پریشان ہوا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ میرے اللہ میرے مولیٰ رحمت فرما دے اور بات میرے اوپر واضح کر دے۔ فرماتے ہیں کہ پھر الہام کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے واضح فرمایا کہ اس بندے کی مصاحبت بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ تھی۔ اس بندے کا بیٹھنا اٹھنا بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ تھا' اس کی دوستی تھی کافروں کے ساتھ۔ اور کافروں کی دوستی کی وجہ سے یہ ان کی باتیں سنتا تھا اور ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتا تھا اس کی ظلمت ایسی تھی کہ وقت کے مجدد نے بھی توجہ ڈالی تو اس بندے کے دل پہ اثر نہ ہو سکا۔

لمحہ فکریہ:

ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ہزار سال کا مجدد اتنی روحانیت والی شخصیت' کہ پورے ہزار سال میں جس قدر انسانوں کو فیض پہنچے گا۔ وہ ان کے قلب کے ذریعے سے پہنچے گا۔ مجدد کا یہ مطلب ہے۔ جیسے امت کو فیض پہنچ رہا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے۔

نبی علیہ السلام کا فرمان مبارک:

نبی علیہ السلام نے فرمایا

﴿ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ ﴾

کہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں اسے تقسیم کرنے والا ہوں۔

تو یہ قلوب کے ذریعے سے جیسے تار کے ذریعے سے بجلی ہمارے گھر پہنچتی ہے۔

قابل توجہ:

دیکھیں بھئی بارش کون برساتا ہے۔ اللہ رب العزت۔ بارش کون برساتا ہے؟ اللہ تعالیٰ برساتا ہے۔ مگر بادل اس کے لیے ذریعہ بن جاتا ہے۔ سمجھ گئے؟ اولاد کون دیتا ہے اللہ رب العزت دیتا ہے۔ مگر ماں باپ اس کے لیے ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح دلوں میں نور کون دیتا ہے؟ اللہ دیتا ہے مگر پیر اس کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ تو یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ کہ انسان کے دل میں براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آ جائے اس کے لیے قلب کو کسی درجے کا بنانا ہوتا ہے۔

سائنسی مثال:

اسکو سمجھنے کے لیے ایک مثال کہ جیسے ایک بجلی کا پلانٹ ہائی وولٹیج پہ ہوتا ہے اب اس ہائی وولٹیج پلانٹ کے آگے ایک ٹرانسفارمر لگا ہوتا ہے۔ تو ٹرانسفارمر کے ایک طرف سے یہ بجلی کا بلب لگا ہوتا ہے اور دوسری طرف ہائی وولٹیج ہوتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر یہ بلب کو ڈائریکٹ ہائی وولٹیج کے ساتھ لگا دیں تو پھر کیا ہوگا؟ فیوز ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اس میں استعداد نہیں۔ اسی طرح مخلوق میں استعداد نہیں کہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیض حاصل کر سکے۔ نبی علیہ السلام پوری امت کے لیے اس کا ذریعہ بنے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ صلاحیت دی وہ نعمت دی وہ برکت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست وہ نعمت

حاصل کر سکتے ہیں۔

اللہ کے محبوب ﷺ کی شان:

اس لیے معراج کے موقعے پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی﴾

اب وہ محبوب اور محب میں کیا باتیں ہوئیں یا ملاقاتیں ہوئیں یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ تو اللہ رب العزت کے محبوب کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان رحمتوں اور برکتوں کو لیتے ہیں اور آگے پوری مخلوق کو جو رحمت نعمت ملتی ہے محبوب کے واسطے سے ملتی ہے۔ بات سمجھ آ گئی' محبوب کے واسطے سے' سی طرح ہم لوگ جو ہیں ہمارے اور نبی ﷺ کے درمیان ہمارے مشائخ کے قلوب موجود ہیں۔ فرض کرو آپ کا قلب اس عاجز کے قلب کے ساتھ منسلک ہے۔ اس عاجز کا قلب اپنے شیخ ابن شیخ حضرت مرشد عالمؒ ان کے قلب کے سات منسلک ہے۔ ان کا ان کے شیخ کے ساتھ تو یہ آپس میں قلوب کا رابطہ ہے تمام قلوب جا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب سے جڑ گئے اور ان کا قلب نبی علیہ السلام کے قلب سے جڑا۔ نبی ﷺ کا قلب مبارک اللہ رب العزت کے ساتھ یوں برکتیں آتی ہیں' یوں رحمتیں آتی ہیں۔ تو اس لیے اس آدمی کو جو مراقبے میں بیٹھتا ہے یہ جب مراقبے میں بیٹھے گا تو اسکو کیفیات تو محسوس ہونگی ہی سہی۔ اور اگر کیفیت محسوس نہیں ہو سکتی تو یہ بھی کیفیت ہے۔ اس کی بھی کوئی نہ کوئی Reason ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام:

میں بات آپ کو سنا رہا تھا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کہ ہزار سال کا مجدد امت کے علماء نے متفق طور پر ان کے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہ جو ہجرت کے بعد دوسرا ہزار سال گزر رہا ہے اس میں جتنے اولیاء کسی بھی سلسلے کے ہوں کسی بھی رتبے کے ہوں ان کو جو فیض پہنچ رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ چاروں سلسلے کے بزرگ

تھے۔امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہ چاروں خلافت کے خلیفہ ہیں۔ان کو چاروں نسبتیں حاصل تھیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں ان سے نقشبندیہ کا کام زیادہ لیا تھا۔لیکن جتنا یہ فیض آگے چل رہا ہے یہ ان کے ذریعے سے چل رہا ہے۔

ایک بیماری اوراس کی علامت:

اگر انسان مراقبے میں بیٹھے اور اسکو کیفیت کچھ بھی محسوس نہ ہوتو یہ Indication ہے کہ یہ E.C.U سیکشن کا مریض ہے۔

روحانی علاج:

Extentive Care Unit اسکو وہاں داخلہ دینا چاہیے۔اس کو جا کے Hospitalize ہونا چاہیے۔ادھر بیٹھ کے علاج نہیں ہوگا۔جب ذرا بڑی بیماری ہوتی ہے تو پھر لے کہ بھاگتے ہیں یانہیں ہاسپٹل میں بندے کو۔کہتے ہیں کہ ہم گھر سے نہیں جانے دیں گے۔بیوی کہتی ہے کہ میں نہیں جانے دیتی ؟ والد کہتا ہے والدہ کہتی ہے۔نہیں سب کہتے ہیں جلدی لے چلو جلدی لے جاؤ۔سب کہتے ہیں جلدی لے جاؤ۔اسی طرح بعض لوگ روحانی اعتبار سے ECU سیکشن کے مریض ہوتے ہیں۔ان کو بھی پھر شیخ کے پاس آکے ایڈمٹ ہونا پڑتا ہے۔پھر ان کو خانقاہ میں کچھ وقت ساتھ لگانا پڑتا ہے پھر ان کو سفر میں حضر میں شیخ کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے۔یہ وہ مبارک لوگ ہیں کہ جن کا کلام دوا اوردل کی نظر شفاء ہوتی ہے۔

سائنسی وضاحت:

کیوں بھئی آج کل شعاعوں سے علاج ہوتا ہے۔پہلے زمانے میں یہ بات سمجھنی مشکل تھی میں نے بتایا کہ آج کچھ باتیں سمجھنی آسان ہوگئیں ہیں۔دیکھیں کینسر کا علاج کس سے کر رہے ہیں۔لیزر کے ساتھ شعاعوں کے ذریعے آج کل انسان کے اندر اگر

(Stone) ہو تو اسکو کس سے توڑتے ہیں لیزر کے ذریعے۔ تو اگر دنیا کی بیماریوں کا علاج شعاعوں کے ذریعے سے ہو سکتا ہے تو کیا روحانی بیماریوں کا علاج شعاعوں کے ذریعے سے نہیں ہو سکتا۔ مشائخ کی نگاہیں تو شعائیں ہوتی ہیں۔

تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں

تو نظر کا اثر ہوتا ہے۔ اچھا اس کی دلیل شرعی طور پر دوں۔

نظر کا لگنا حدیث کی رو سے:

حدیث پاک میں آتا ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے تو ان پہ اثر ہو گیا۔ بیماری محسوس کرنے لگے۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بھئی تمہیں اپنے فلاں بھائی کی نظر لگ گئی ہے۔ تو اس کو اتارنے کا طریقہ بتا دیا اور حدیث پاک میں آتا ہے۔

اَلْعَیْنُ حَقٌّ

کہ نظر کا لگ جانا ٹھیک ہے' نظر لگ جاتی ہے' نظر اپنا اثر کر دیتی ہے۔ اب بتائیں جس نظر کے اندر دشمنی ہے' حسد ہے' عداوت ہے' بغض ہے' حرص ہے' طمع ہے اگر وہ نظر دوسرے بندے پہ اثر دکھا دیتی ہے۔ تو اللہ والوں کی وہ نظر جس کے اندر رحمت ہو' شفقت ہو' محبت ہو عنایت ہو' پھر وہ نظر اپنا اثر کیوں نہیں دکھا سکتی۔ اس لیے اللہ والوں کی بھی نظر لگ جاتی ہے۔ جیسے لوگوں کو بری نظر لگ جاتی ہے تو برے اثرات نکل آتے ہیں اور اللہ والوں کی جب نظر لگ جاتی ہے تو پھر اچھے اثرات نکل آتے ہیں۔ اس بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھ جاتی ہے' زندگی بدل جاتی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وصل کی تمنا دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

انگریزی زبان کی حقیقت:

یہ معمول تو تھا انگریزی میں گٹ مٹ کرنے کا۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ مجھے اب یہ

بیانات اردو میں کرنے پڑ رہے ہیں۔اس لیے کہ مجھے انگریزی میں لفظ ہی نہیں ملتے۔اب بتاؤ میں توجہ کو انگریزی میں کیا کہوں گا۔فیض کو انگریزی میں کیا کہوں گا' مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔کہ ان الفاظ یا ان Terms کا انگریزی میں ترجمہ کرنا اور سمجھانا بس میں ہی نہیں ہے۔تجلیات کا ترجمہ کیا کریں گے آپ ہمارے پاس تو تجلیات اور پتا نہیں کیا کیا الفاظ ہیں کہ ہر ہر لفظ صحیح معنوں میں سمجھا دیتا ہے کہ کیا چیز نازل ہو رہی ہے۔تو اس لیے چونکہ مجھے خاص ٹاپک پہ گفتگو کرنی تھی ذکر قلبی کے اوپر اب دیکھیں ایک بندے کا قلب جاری ہو گیا۔لیکن انگریزی میں کیسے سمجھاؤں گا جی ذرا انگریزی والے بیٹھے ہوئے ہیں ماشاء اللہ یہ بتا دیں کہ انگریزی میں قلب جاری ہونے کو کیا کہتے ہیں۔ہمیں تو انگریزی نہیں آتی۔ ہم نے تو سیکھی ہوئی ہے۔ان کی تو مادری زبان ہے' یعنی شروع سے ہی انگریزی تھی۔اسی ماحول میں رہے اور ہم تو انگریزی بھی بولتے ہیں تو وہ بھی دیسی لہجے میں اور یہ تو انگریزی کے ماشاء اللہ قاری ہیں۔ان کا تو لہجہ بھی وہی ہوتا ہے۔ان سے پوچھ لیں یہ قلب جاری ہونے کو کیا کہیں گے انگریزی میں' ہمیں تو سمجھ نہیں ہے۔میں آپ کو انگریزی میں سمجھانا چاہوں کہ قلب جاری ہونا کیا ہوتا ہے تو میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں سمجھا سکوں۔ قلب جاری ہونا۔لیکن اگر اردو میں کہوں گا تو آپ سمجھ جائیں گے کہ قلب جاری ہونا کسے کہتے ہیں۔تو اس مجبوری کی وجہ سے بالخصوص آج کی گفتگو میں نے اردو زبان میں کی تاکہ میرے لیے سمجھانا آسان آپ کے لیے سمجھنا آسان ہوگا۔اور جن کو سمجھ بالفرض نہیں آئی ان کے لیے ہے کہ وہ بھی سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ہم جیسے انگلش میں بولنے کی کوشش کرتے ہیں آپ ذرا اردو میں سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔یہ تو نہیں کہ آپ کہیں کہ ہم تو انگلش ہی سمجھیں گے۔کوئی آپ نے بھی ٹھیکہ تو نہیں لیا ہوا انگلش کا تو ہم بھی کچھ قدم اٹھا رہے ہیں کہ گٹ مٹ بولنا سیکھ رہے ہیں۔اور آپ بھی مہربانی فرمائیں اردو سمجھنا سیکھیں تاکہ افہام وتفہیم آسان ہو جائے ہمارے لیے' تو اس لیے اگر کسی پر ذکر کرنے کے

باوجود اثر مرتب نہیں ہوتا یہ بھی ایک کیفیت ہے اور اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ جو بندہ ذکر کرے گا تو اس کے اثرات اس پر یقینی ہوں گے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس پر اثرات نہ ہوں۔

گُر کی بات:

اس لیے آپ کو ایک گُر کی بات بتاؤں کہ بغیر بتائے پیروں کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون ذکر مراقبہ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ وہ کوئی عالم غیب نہیں ہوتے۔ عالم غیب اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ مگر ان کے پاس فراست ہوتی ہے اور وہ فراست کیا ہوتی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ سمجھا دیتے ہیں اب میں آپ کو ایک موٹی سی بات بتا دوں کہ بھئی جب ذکر کے اثرات یقینی بندے پر ہوتے ہیں تو مجھے ایک بات بتائیں کہ اگر ایک بندہ پابندی سے ذکر کر رہا ہے تو اثرات اس کے اوپر ہوں گے اور اگر اثرات ہوں گے تو وہ پیر سے پوچھے گا اور اگر کوئی پوچھے نہ کبھی یا سبق کی بات ہی نہ کرے یا مراقبے کا تذکرہ ہی نہ کرے اور پیر سے پوچھے نہ کیفیت خط نہ لکھے فون نہ کرے۔ ملے تو بھی مراقبے کا تذکرہ ہی نہ کرے یہ علامت ہوتی ہے کہ یہ صاحب ذکر و اذکار کو پابندی سے نہیں کرتا۔ جو کرنے والے ہوتے ہیں ان کا فوراً پتا چل جاتا ہے۔ پیر کو اندازہ ہو جاتا ہے کون کتنا ذکر کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بات سمجھا دیتے ہیں یہ کوئی علم غیب نہیں ہے۔ اسے تجربہ کہہ سکتے ہیں۔ فراست کہہ سکتے ہیں۔ انسان کی بصیرت کہہ سکتے ہیں۔

دلچسپ مثال:

جیسے ڈاکٹر ہوتا ہے وہ ایسے بندے کو دیکھ کر ہی بتا دیتا ہے کہ اسے ملیریا ہے۔ اس نے چیک کچھ نہیں کیا Test کچھ نہیں لیا ہوتا۔ بس اس نے تھوڑی سی علامات کچھ دیکھی ہوتی ہیں اور فوراً کہہ دیتا ہے کہ جی آپ کو یہ ہے اور واقعی وہی ہوتا ہے۔ تو جیسے جسمانی بیماری کے طبیب دیکھتے ہی بتا دیتے ہیں ایسے ہی بسا اوقات مشائخ دیکھتے ہی سالک کی

کیفیت کو پہچان لیتے ہیں۔اس کے اندر کیا ہے اور کیا نہیں۔

آج کا سالک:

مگر آج کل کے سالک بھی بڑے ہوشیار ہیں۔ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو دلی خواہش مرض بتاتے ہیں۔اور پیروں کے پاس آتے ہیں تو بالکل صحیح بات نہیں بتاتے۔ خواب بھی بتائیں گے تو خواب کا وہ حصہ جو ان کی اپنی سمجھ کے مطابق اچھا ہے وہ بتائیں گے۔ اور اسی خواب کا وہ حصہ جو ذرا گڑ بڑ ہے وہ چھپائیں گے۔تو پیروں کو in between the line ڈیل کرنا پڑتا ہے جو کہنے والا کہہ رہا ہوتا ہے تو ضروری نہیں کہ سو فیصد بات ویسی ہی ہو۔ وہ کچھ کہہ رہا ہوتا ہے اور کچھ درمیان میں شیخ پڑھ بھی رہا ہوتا ہے۔تو سمجھ ان کو لگ رہی ہوتی ہے۔اس لیے اثرات اور کیفیات جب بھی بندے پر ہونگی وہ ضرور رابطہ کرے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے فزیشن سے ڈاکٹر سے رجوع نہ کرے تو ذرا کھانسی ہوتی ہے فلاں ہوتی ہے تو فوراً ڈاکٹر سے فون کر کے پوچھ لیتے ہیں تو اگر بندے کو کیفیات محسوس ہو رہی ہونگی تو کیوں نہیں بتائے گا۔اس لیے پھر وہ رابطہ از خود بخود رکھتا ہے۔

مراقبہ کی پابندی کا اثر:

پابندی کے ساتھ جو بندہ مراقبہ کرتا ہے اس کے اوپر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اب ان اثرات میں سے ایک اثر یہ ہے کہ انسان کا دل جاری ہو جاتا ہے۔تو آپ یہ سمجھ لیں کہ دل جاری ہونا کس کو کہتے ہیں؟

دل کا جاری ہونا کسے کہتے ہیں؟

بات سمجھے کہ آج کیا سمجھنا ہے ہم نے اس محفل میں بیٹھ کے دل جاری ہونا کس کو کہتے ہیں۔کیونکہ پرانے حضرات ہیں کچھ سالکین ہیں کچھ طلباء ہیں تو ان کے سامنے اس قسم کی

باتیں کھولی جاسکتی ہیں۔ عام محفلوں میں اس کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ نہ آپ نے تذکرہ کبھی سنا ہوگا۔ لیکن خاص محفلوں میں جہاں سالک صادق ہوں سیکھنے والے ہوں حاصل کرنے والے ہوں یا محنت کرنے والے ہوں تو پھر ان کو یہ بات سمجھائی جاسکتی ہے۔ دل جاری ہونا کس کو کہتے ہیں۔

قلب کا مقام:

قلب کی جگہ کونسی ہے انسان کے سینے میں بائیں پستان کے دو انگل نیچے بائیں طرف جو بریسٹ ہے اس کے دو انگل نیچے کی طرف انسان کا دل ہے۔

پہلی کیفیت:

عام طور پر سب سے پہلے مراقبے کی پابندی کرنے والے تقویٰ طہارت کی زندگی اختیار کرنے والے اتباع سنت والی زندگی اختیار کرنے والے سالک کو پہلی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ دل کی جگہ پر اس کو ایک حرکت سی محسوس ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ حرکت سے تحرک ہے کہ یہ تحرک کہلاتی ہے پہلی کیفیت کیا کہلاتی ہے تحرک۔ ایک عجیب سی حرکت سی محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے انسان کا گوشت پھڑکنے لگ جاتا ہے۔ کبھی بازو کا کبھی کمر کا تو وہ گوشت جو پھڑکتا ہے یہ اس سے ملتی جلتی سی کیفیت ہے۔ تو انسان کو باقاعدہ اپنے دل کی اس جگہ پر ایک کیفیت سی محسوس ہوتی ہے۔ جیسے کچھ پھڑک رہا ہو۔

دل کا دھڑکنا اور پھڑکنا:

دل کا دھڑکنا اور ہے اور ذکر کی وجہ سے اس کا پھڑکنا اور ہے۔ یہ الگ چیزیں ہیں۔ یہ دونوں ایک چیز نہیں ہے۔

دل کی دھڑکن کا ایک جائزہ:

یہ جو قلب کی دھڑکن ہے اس کو کہتے ہیں Pulpitation of Heart دل کا دھڑکنا۔ یہ تو ایک منٹ میں ستر مرتبہ بہتر مرتبہ بندے کا دل دھڑکتا ہے۔ زیادہ تیز چلے گا اور بھاگنا شروع کر دے گا تو سو مرتبہ دھڑکن چلی جائے گی۔ ایک سو بیس مرتبہ چلی جائے گی۔ اور زیادہ بھاگے گا تو ایک سو تیس مرتبہ چلی جائے گی۔ تو یہ جو دھڑکن ہے یہ تو تھوڑی ہوتی ہے۔

مقام لطیفہ کی حالت:

لیکن وہ جو پھڑکن سی محسوس ہوتی ہے انسان کو لطیفہ میں وہ بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ کیا ہوتی ہے بہت تیز ہوتی ہے۔ ارتعاش محسوس ہوتا ہے۔ انسان کو اپنے اس لطیفہ کی جگہ ارتعاش پر کیا محسوس ہوتا ہے۔

مشاہداتی وضاحت:

فرض کرو کہ انسان کسی کھڑی بس کے اوپر بیٹھا ہے اور اسٹارٹ کر کے وہ بس کھڑی کی ہوئی ہے۔ سٹارٹ حالت میں انجن چل رہا ہے تو جو لوگ اس کے اندر بیٹھیں گے وہ محسوس کریں گے کہ جیسے ان کے جسم جو ہیں سارے کے سارے تھوڑے ہل رہے ہیں وہ جو ایک ہلکی سی وائبریشن محسوس کر رہا ہوتا ہے بندہ وہ وائبریشن انسان کو اپنے لطیفے میں محسوس ہوتی ہے۔

قابل توجہ:

بعض لوگوں کو تو باقاعدہ وہ دل کی وہ پھڑکن سی محسوس ہوتی ہے' ذرا سی توجہ کریں تو ان کو وہ کیفیت سی محسوس ہوگی وہ تیز ہوگی۔ وہ دل کی دھڑکن نہیں ہوگی۔ وہ بلکہ دل کی پھڑکن ہوگی' ارتعاش ہوگا۔ ایک وائبریشن ہوگی۔ جو دھڑکن سے بہت تیز ہوگی۔ وہ اس کو محسوس

ہوگی۔ اچھا کئی مرتبہ ایسے بندے کو جس کو یہ کیفیت محسوس ہو وہ اور زیادہ ذکر کرے اور زیادہ ذکر کرے یہ جو حرکت ہے یہ تحرک یہ پختہ ہوتا جاتا ہے۔ کیا ہوتا ہے؟ پختہ ہوتا ہے۔ اور پھر پختہ ہوتے ہوتے اس کا اثر غالب آنے لگتا ہے۔ پہلے یہ متوجہ ہوتا تھا اس تحرک کی طرف۔ اور پھر ذکر کرتے کرتے یہ کیفیت ہوگئی کہ وہ اس پہ غالب آنے لگ گیا۔ تو یہ اگر اس کو نہیں بھی متوجہ ہونا چاہتا تب بھی وہ اس کے اوپر غالب آ جاتا ہے۔ تو پہلے یہ توجہ کرتا تھا ذکر کی کثرت سے۔ پھر حرکت اتنی مضبوط ہو جاتی ہے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ بندے پہ غالب آنے لگ جاتی ہے تو خود بخود بندے کی توجہ ادھر جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس بندے کو اپنے آنکھوں کے سامنے بھی اس ارتعاش کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ ایسے بندے کو اپنے قلب کی وہ جو تحرک کی کیفیت ہے اس کی وجہ سے جب وہ غالب آ جاتی ہے تو کیا اثر محسوس ہوتا ہے؟ آنکھوں کے سامنے بھی اثر محسوس ہوتا ہے ہوا متحرک اس کو نظر آتی ہے۔ کیونکہ وہ قلب کی حرکت ہوتی ہے تو قلب کی حرکت کا اثر اتنا غالب آ جاتا ہے کہ عام بندے کو تو محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن اس بندے کو یوں Feel ہوتا ہے کہ جیسے ہوا اس کے سامنے متحرک ہے۔ وہ ایک کیفیت ہوتی ہے اس کے اوپر۔

مثال:

اچھا اس کو ذرا مثال سے سمجھاتے ہیں۔ تاکہ آپ کے لیے بات کو سمجھنا آسان ہو۔ کبھی اگر ٹیوب لائٹ اوپر لگی ہو۔ ٹیوب لائٹ کہاں لگی ہوئی ہو؟ اوپر چھت کے ساتھ۔ اور سیلنگ فین نیچے لگا ہوا ہے تو آپ اگر سیلنگ فین کو چلائیں تو سیلنگ فین کے چلنے سے آپ کو فرش کے اوپر سائیڈ میں ایک ارتعاش سا نظر آئے گا۔ کیونکہ وہ بہت تیزی سے چل رہا ہوتا ہے۔ سایہ بھی نظر نہیں آتا مگر ایسے نظر آتا ہے جیسے کچھ چیز ہے اور وہ حرکت کر رہی ہے۔ ارتعاش نظر آتا ہے وہ جو ارتعاش کی کیفیت ہے۔ ہو بہو اسی طرح اس بندے کی آنکھوں کے سامنے کیفیت ہوتی ہے۔ جس کا قلب جاری ہو۔

قلبی کیفیات:

Exactly آپ اسی چیز کی مثال دے سکتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ ہر بندے کی کیفیت ایک جیسی ہو۔ اس لیے میں نے بتایا کہ سکینہ نازل ہونے کی وجہ سے جو قلب کے اور ہر انسان کے جو اثرات ہیں وہ مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کو قلب میں خوشی محسوس ہوتی ہے کسی کو گناہوں پہ ندامت محسوس ہوتی ہے۔ پوری تفصیل بتائی تو اس کا مطلب ہے کہ ہر بندے کی کیفیت الگ الگ ہے۔ لیکن عام طور پہ جو کیفیت زیادہ لوگ Report کرتے ہیں وہ آپ کے سامنے بتائی جا رہی ہے۔ یہ کیفیت کون محسوس کرتے ہیں؟ زیادہ لوگ محسوس کرتے ہیں۔ جو آپ کو بتائی جا رہی ہے۔ اچھا تو یہ تحرک کی کیفیت ہوتی ہے۔ اسکو کیا کہتے ہیں تحرک اور اردو میں اس کو کہتے ہیں اس بندے کا دل جاری ہو گیا۔ یہ ابتدائی کیفیت ہے یہ کیفیت حرکت والی محسوس ہوتی ہے۔ جب یہ بندہ تقوی طہارت والی زندگی گزارے تو اور زیادہ پابندی سے ذکر کرتا رہے تو یہ تحرک کی کیفیت آہستہ آہستہ تذکر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ حرکت اس کو جو محسوس ہوتی تھی وہ حرکت کے ساتھ اللہ اللہ کی طرف دھیان اسکو نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ حرکت نہیں محسوس ہو رہی لگتا ہے جیسے اللہ اللہ اللہ ایسے محسوس ہو رہا ہو۔ تو یہی حرکت اس طرف جو ہے شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تو ایسے سالک کو جب وہ بیٹھا ہوتا ہے لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے ہر وقت کہیں سے جیسے اللہ اللہ کی آواز اس کو آ رہی ہے اور سنائی دے رہی ہے۔ حالانکہ دوسرے لوگ نہیں سن رہے ہوتے اور یہ بیٹھا سن رہا ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آج کل وہ جوگنگ کرنے والے لوگ جو ہیں انہوں نے جیب میں جو واک مین ہوتا ہے وہ ڈالا ہوتا ہے۔ اور اپنے کانوں کے ساتھ اسے لگایا ہوا ہوتا ہے۔ اب وہ کیا سن رہے ہوتے ہیں۔ لیکن دوسرے بندے تو نہیں سن رہے ہوتے۔ اب ہم نے ایک بندے کو دیکھا وہ واک مین سن بھی رہا تھا اور وہ ہنس بھی رہا تھا اور پھر نہیں وہ کیا کیا الٹی سیدھی حرکتیں کر رہا تھا۔ اب دیکھنے والا اسے پاگل سمجھ رہا ہے۔ اور وہ اسی کیفیت کی وجہ سے جو

اس کو کان میں سنائی دے رہی ہے وہ سب کچھ Respond کر رہا ہے۔

تو اسی طرح سالک کی کیفیت ہوتی ہے کہ وہ چونکہ ذکر کی کیفیت محسوس کرتا ہے تو مجمع میں بیٹھا ہوا وہ مجمع سے غائب ہوا کرتا ہے۔

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
جو آئے اپنی جلوت پر تو ساقط و سنائی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
یہی ہیں جن کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

یہ اسکو کہتے ہیں خلوت در انجمن محفل میں بیٹھ کر تنہائی کے مزے لینے۔ بیٹھے لوگوں میں ہوتے ہیں مگر اپنے یار کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں۔ باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا!!!

اللہ ان کے پاس ہوتا ہے اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہر وقت ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ تو یہ قلب کا جاری ہونا ابتداء میں تحرک کی کیفیت اور وقت کے ساتھ تذکرہ کی کیفیت اللہ اللہ کی کیفیت ہوتی ہے۔ ایسے سالک کو کہتے ہیں کہ اس کا قلب جاری ہو گیا۔

چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کو بھولتا نہیں ہے۔ لیٹے، بیٹھے، چلتے پھرتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا دھیان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رہتی ہے۔

خیالك فی عینی وذكرك فی فمی
خیالك فی عینی وذكرك فی فمی
ومثواك فی قلبی فاین تغیب

اے محبوب! تیرا تصور میری نگاہوں میں ہے اور تیرا تذکرہ میرے ہونٹوں پہ ہے۔
اور تیری یادیں میرے دل میں ہیں۔

اے محبوب! تو مجھ سے کہاں غائب ہو سکتا ہے۔ تو بندے کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد۔ اس لیے ان لوگوں کو باخدا لوگ کہتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معیت ہوتی ہے۔ ذکر کی کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پھر ان پر خاص رحمتیں ہوتی ہیں۔ تو یہ ہے قلب کا جاری ہونا۔ یہاں تک بات سمجھ آ گئی۔

دل جاری ہونے کی علامت:

اب ذرا اگلی بات بھی سمجھیں کہ یہ قلب کا جاری ہو جانا بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بندے کی کیفیت ہوتی ہے مگر ضروری نہیں کہ ہر ایک کی یہ کیفیت ہو۔ تو کیفیات کی بات عام طور پر تو یہی ہوتی ہے مگر کوئی پکا اصول نہیں' ہر بندے کی اپنی اپنی کیفیت ہے۔ تو بھی کوئی پکا اصول بھی تو ہونا چاہیے۔ یہ تو کیفیت ہے' کیفیتوں میں تو شیطان دھوکہ بھی دے سکتا ہے۔ وہی اس کے اوپر ایسی کیفیت طاری کروادے کہ حقیقت میں کچھ اور ہو۔ اور یہ صاحب محسوس کر رہے ہوں کہ ہمارا دل جاری ہے۔ اور دل ذکر کر رہا ہے۔ تو پھر کوئی راسخ پکی بات ہونی چاہیے تو ہمارے مشائخ نے پکی بات بھی کی ہے۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ جس بندے کا دل جاری ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس کو حرکت محسوس ہو' آواز محسوس ہو۔ فلاں محسوس ہو' یہ محسوسات ایک طرف رکھ دو۔ اس کے اثرات یہ ہوتے ہیں کہ بندے کے اوپر شریعت کے احکامات جاری ہو جاتے ہیں۔ بندے کے اوپر کیا ہوتا ہے؟ دل کا حکم اس کے اعضاء پر جاری ہو جاتا ہے۔ ذرا بتائیں؟ جب انسان کے دل کا حکم اعضاء پر جاری ہو جائے جب اعضاء دل کے تابع بن جائیں۔ جب دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جائے اور اعضاء دل کی اتباع کر رہے ہوں۔ یعنی دل کی جو حالت ہے۔ وہ کیفیت اعضاء پر طاری ہو جائے۔ دل کا حکم جب اعضاء پر طاری ہو جاتا ہے تو اس بندے کا دل جاری

ہوجاتا ہے۔ یہ پکی بات ہے۔

مستند اصول:

لہٰذا جس بندے کا دل جاری ہو ہم دیکھیں گے کہ اتباع سنت میں آگے بڑھ رہا ہوگا۔ اب ہمارے پاس ایک پکی چیز آگئی۔ اب کوئی صاحب آجائے کہ جی میرا دل تو بڑا جاری ہے اور اس کو نماز کی توفیق نہیں۔ تو اس کے دل جاری ہونے کو کیا کریں گے بھئی؟ تو ہم کہیں کہ نہیں بھئی آپ کا دل جاری نہیں بلکہ آپ کو کوئی دھوکہ لگ رہا ہے۔ تو ہمارے پاس ایک پکی چیز آگئی۔ اور وہ پکی چیز کیا ہے شریعت کی اتباع۔ تو جس بندے کا دل جاری ہوگا اور جس بندے کو کیفیتیں محسوس ہونگی تو اس کے اثرات یہ ہونگے کہ وہ بندہ اتباع سنت میں اتباع شریعت میں تقویٰ طہارت میں زہد فی الدنیا میں آگے بڑھے گا اس کے اندر ترقی محسوس ہوگی۔ اب یہاں سے سالک کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ان کے شیخ کو کہ بھئی اس کا دل جاری ہوا یا نہیں ہوا۔ تو جس بندے کے اندر اتباع سنت میں عمل میں ترقی محسوس کرتے ہیں اخلاص میں ترقی محسوس کرتے ہیں تو پھر شیخ کو فوراً اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس بندے کے دل پر اثرات مرتب ہوئے ہیں یا نہیں۔

اسباق کی ترقی کیسے؟

اب کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ جی شیخ ایک لطیفے کے بعد دوسرے لطیفے کا سبق کیسے دے دیتے ہیں؟ تو بھئی اسی طرح دے دیتے ہیں کہ پہلے لطیفے کے جو اثرات ہیں جب سالک کی شخصیت میں وہ شیخ کو نظر آجاتے ہیں تو پھر وہ ایک کے بعد دوسرے سبق کی طرف انسان کو متوجہ کرتے ہیں تو یہ سلوک ہے۔

سالک کون؟

سلوک کہتے ہیں اس راستے کو اور سالک کہتے ہیں اس راستے پہ چلنے والے کو۔ اب

کوئی بندہ مراقبہ ہی نہ کرے ورد وظیفہ ہی نہ کرے تہجد ہی نہ پڑھے۔ تقوی طہارت اختیار نہ کرے وہ سالک نہیں وہ ہالک ہے۔ وہ سالک نہیں وہ تو ہالک ہے۔ وہ تو ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔ وہ تو محروم ہے ان نعمتوں سے بھی جو کھڑا ہو جائے تو کھڑے ہونے کے وقت اس کا سفر تو طے نہیں ہوتا۔ تو جو بندہ مراقبہ نہ کرے ذکر واذکار نہ کرے ورد وظائف نہ کرے۔ شیخ سے رابطہ نہ کرے وہ تو کھڑے ہونے والے کی طرح ہے۔ اس کا سفر کیسے طے ہوگا۔ اس لیے مراقبہ کی ذکر اذکار کی تہجد کی اعمال کی پابندی سالک کے لیے ضروری ہے۔ اور آج کل کے سالک تو بس یہ چاہتے ہیں ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے جو کرنا ہے پیر صاحب خود ہی کریں۔ بس جو کرنا ہے وہ پیر صاحب ہی کریں۔ وہ جانیں ان کا کام جانے۔ اس لیے آتے ہیں تو آجکل کے پیر صاحب سے تین باتیں کرتے ہیں۔

پہلی بات:

آتے ہی کرتے ہیں حضرت میں نے بڑے بزرگوں کو دیکھا ہے اور بڑے بزرگوں کے پاس رہا ہوں مگر میں نے بیعت آپ سے کی ہے یعنی احسان جتلاتے ہیں۔ کہ بڑے پیر ملتے تھے۔ مارکیٹ میں بہت بہتات تھی پیروں کی مگر حضرت صاحب میں نے آپ کو چنا ہے۔ یعنی میرا آپ پر احسان ہے۔ دوسرے لفظوں میں تو پہلی بات یہ کرتے ہیں حضرت میں فلاں بزرگ کی صحبت میں بیٹھا فلاں کی محفل میں بھی گیا۔ فلاں کے پاس بھی بیٹھا یہ سارے تذکرے کرتے ہیں۔ تذکرے کر کے پھر کہتے ہیں بس میں نے صرف آپ سے بیعت کی۔ بس حضرت مجھ سے تو کچھ ہوتا نہیں آپ ہی توجہ ڈال دیں۔ ویسے مجھے جلدی واپس بھی جانا ہے۔ یعنی بات بھی کی اور بات کر کے اگلی بات کیا کرتے ہیں کہ مجھے جلدی واپس بھی جانا ہے

دوسری بات:

اور دوسری بات یہ کرتے ہیں کہ حضرت بس وہ آجکل کچھ کاروبار جو ہے وہ ٹھیک نہیں

چل رہا بس کچھ پڑھنے کو بھی بتادیں اور ویسے میں نے جلدی واپس جانا ہے۔

تیسری بات:

اور تیسری بات کرتے ہیں حضرت بس وہ بیوی جو ہے وہ پوری طرح ہر بات نہیں مانتی کچھ پڑھنے کو بھی بتادیں۔ وہ میری مٹھی میں آجائے۔ ویسے میں نے جلدی گھر جانا ہے۔

یہ تین باتیں کرتے ہیں۔ پہلا اعلان کہ بس مجھ سے وظیفے ورد تو ہوتے نہیں۔ بس آپ ہی کچھ توجہ فرمادیں۔ اور دوسری بات کاروبار کی اور تیسری بات گھر بار کی وہ تین باتیں کر کے کہتے ہیں ویسے میں نے جلدی گھر جانا ہے۔ تو اب بتائیں کہ پھر پیر حضرات کیا کریں• جب ایک بندہ علاج کا ٹائم ہی نہیں دے رہا کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ ہسپتال میں گئے ہوں اور آپ نے کہا ہو ڈاکٹر صاحب طبیعت میری بڑی خراب ہے تو آپ نے جو کرنا ہے کریں مگر مجھے جلدی واپس جانا ہے۔ ڈاکٹر کہے گا جناب ایڈمٹ ہونا پڑے گا۔ تو بھی مشائخ اگر کہیں کہ آپ محفل میں آئیں' مراقبے میں آئیں' ذکر میں آئیں' آپ اجتماع پہ آئیں تو یہ بھی تو ایڈمٹ کرنے والا مسئلہ ہوتا ہے۔

کیفیات کی کسوٹی معیار سنت:

تو اس لیے ہمیں اس علاج کی بھی فکر کرنی چاہیے۔ تو دل جاری ہونے کو آپ نے سمجھ لیا۔ کس کو کہتے ہیں دل کا جاری ہونا؟ اکثر اوقات یہ کیفیات محسوس ہوتی ہیں۔ اکثر اوقات کیا ہوتا ہے؟ یہ کیفیات محسوس ہوتی ہیں۔ مگر ان کیفیات کے جو اثرات ہیں ان سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ کیفیات سچی ہیں یا جھوٹی ہیں۔ تو اگر تو انسان اتباع سنت میں ترقی پا رہا ہے تو اب اس کا دل جاری ہے۔ اور اگر اس کو کیفیتیں بھی بڑی لگ رہی ہیں مگر کبیرہ گناہ کا بھی مرتکب ہو رہا ہے۔ دھڑلے سے یہ جھوٹ بھی بولتا ہے۔ اوپر لا الہ اور اندر سے کالی بلا۔ تو پھر اس کے تحرک کو کیا کریں گے تذکر کو کیا کریں گے اس کی کیفیات کو کیا

کریں گے۔ اس کی کیفیات کو پاؤں کی نوک سے اچھال دیں گے۔ بھئی اگر اتباع سنت میں آگے نہیں بڑھ رہے تو تمہاری کیفیات کو ہم کیا کریں گے۔ اس لیے سید الصالحین جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ خواب میں کسی کو بتایا اپنی وفات کے بعد فرمانے لگے کہ وہ سب عبادات ختم ہوگئیں وہ سب کیفیات ختم ہوگئیں اور وہ جو آخری رات میں ہم نے جو تہجد کے دو نفل پڑھتے تھے وہ تہجد کے نفل ہمیں کام آگئے۔ اسی واسطے جو لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمیں بڑی کیفیات ہیں مگر شریعت وسنت میں آگے نہیں بڑھتے۔ ہمارے مشائخ نے ان کی سختی سے تردید کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے بندے کا ذکر لسان لقوہ اور ذکر قلب وسوسہ۔ کیسی پکی باتیں کی ہیں کہ اگر تم شریعت کی کسوٹی پہ پورے نہیں اترتے اور ساتھ یہ بھی کہتے ہو کہ جی بڑی میری کیفیات ہیں تو انہوں نے کہا جس بندے کو لقوہ ہوتا ہے نا اس کا منہ ہلتا رہتا ہے۔ تو انہوں نے کہا اس بندے کا ذکر لسان لقوہ اور اس کا ذکر قلب وسوسہ۔ اس کے اوپر کچھ نہیں۔

اصل چیز:

تو اصل چیز اتباع سنت ہے۔ رب کریم ہمیں ہر حال میں سلف کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی نے عظمت شریعت کے بارے میں ایک جگہ عبارت لکھی ہے۔ مگر دل خوش ہوگیا۔ میں جب بھی عبارت پڑھتا ہوں تو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی درجات کی دعا کرتا ہوں۔ ہمیشہ یہ عبارت مجھے اتنی اچھی لگتی ہے کہ جب بھی مجھے یاد آتی ہے میں پڑھتا ہوں کتاب میں۔ میں ان کی بلندی درجات کی دعائیں کرتا ہوں۔ ہمیشہ کہتا ہوں اللہ میرے سردار کو میری طرف سے بہترین اجر اور بدلہ عطا فرما۔ کیا فرمایا وہ فرماتے ہیں ہمارے مشائخ ہمارے مشائخ شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی مانند وجد وحال کے جوز ومویز کے بدلے میں نہیں خریدتے کہتے ہیں اخروٹ اور منکہ۔ بچے کیا کرتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں موتی بھی ہوگا تو وہ دے دیں

گے اور اخروٹ اور منکہ لے لیں گے۔ تو وہ لکھتے ہیں تو کہ ہمارے مشائخ شرع شریف کے نفیس موتیوں کو تو احکام شریعت کو لطیف موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی۔ سبحان اللہ۔ نص سے فسق کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

نص:۔ سے مراد قرآن وحدیث نص سے مراد کیا ہے؟ قرآن وحدیث فسق کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ اور فسق سے مراد۔

اصول حکم: ایک کتاب ہے جو تصوف کے اوپر لکھی گئی ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ یہ جو کیفیات ہیں ان کو فسق کہا اور شریعت کی باتیں ہیں ان کو نص کہا۔

فتوحات مدنیہ سے فتوحات مکیہ کی طرف التباس نہیں کرتے۔ یعنی جہاں حدیث کی بات آجاتی ہے اس کو فتوحات مدنیہ کہا۔ سبحان اللہ کیا عظیم عبارت ہے۔ الہامی عبارت ہے۔ یہ فتوحات مدنیہ سے فتوحات مکیہ یہ کتاب ہے تصوف کی۔ تو فرماتے ہیں ہمارے مشائخ ہمارے مشائخ شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی مانند وجود حال کے جوز ومنقی کے بدلے میں نہیں خریدتے کہتے ہیں۔ نص سے فسق کی طرف مائل نہیں ہوتے فتوحات مدنیہ سے فتوحات مکیہ کی طرف التباس نہیں کرتے انکا کارخانہ بلند ہے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ہمارے مشائخ کو جزا دے یہ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ہمارے پیروں کو جزا دے۔ جنہوں نے ہمیں اپنے پیچھے چلانے کی بجائے شریعت کی روشن راہ پہ چلا بنایا۔ سبحان اللہ اللہ رب العزت ہمیں مشائخ کی صحبت اختیار کرنے کی اور اسی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے اللہ آپ ہی کی چاہت:

اور میرے دوستو ذکر واذکار کی پابندی کیجئے تا کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کچھ نہ کچھ اپنی محبت کی یہ کیفیات عطا فرمادیں۔ کبھی ہم بھی اس کی محبت میں دیوانے بن کر بیٹھے ہوں۔

کبھی ہم بھی اس کی محبت میں دنیا سے بگڑ کے بیٹھے ہوں' کبھی ہم اس کی محبت میں دنیا سے ناراض ہو کے بیٹھے ہوں۔ کبھی ہم بھی اپنے دل میں کہہ رہے ہوں اللہ بس اب مجھے آپ ہی کی چاہت ہے اور اے اللہ مجھے آپ کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ کبھی اس محبت میں ہم بھی مست ہو کر یوں کہیں اللہ بس اور باقی ہیں۔ اللہ بس اور باقی ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی ہمیں بھی ایسی کیفیت محسوس ہو۔ اس لیے کہ جس کو زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی یہ کیفیتیں ملیں گی باوجود اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیفیت میں زندگی کا ایک لمحہ بھی گزارے گا۔ قیامت کے دن اس کا اجر ضرور پائے گا۔ اور ایک مزے کی بات سناؤں۔ مزے کی بات یہ ہے حوصلہ والی امید والی بات یہ ہے۔ ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ جو انسان دنیا میں اللہ سے محبت کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دشمنوں کی صف میں کبھی کھڑا نہیں کرے گا۔ تو یہ اللہ رب العزت کا احسان ہے۔ کہ وہ پروردگار ہمیں ایسی محفلوں میں آنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ پروردگار کا ارادہ خیر کا ہے۔ وہ کچھ دینا چاہتا ہے۔ وہ بلاتے ہی ان کو ہیں جن کو کچھ دینا ہوتا ہے۔ جن کو دینا نہیں ہوتا ان کو آنے ہی نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حاضری کو قبول فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

مناجات

اک نشہ سا ہے جو چھائے ہے تیرے نام کے ساتھ
اک تسلی سی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
عنبر و عود لٹائے ہے تیری یاد جمیل
ایک خوشبو سی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
گویا کونین کی دولت کو سمیٹا اس نے
دل کی دنیا جو بسائے ہے تیرے نام کے ساتھ
ہے تیرا ذکر حلاوت میں کچھ ایسا کہ زبان
ایک نیا ذائقہ پائے ہے تیرے نام کے ساتھ
دل تڑپتا ہے سنے جب بھی تیرا نام کہیں
آنکھ بھی اشک بہائے ہے تیرے نام کے ساتھ
خوب کیا عشق الٰہی کا اثر ہوتا ہے
روح بھی وجد میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
حشر کیا ہوگا بھلا ان کا تیری دید کے دن
جن کا دل جوش میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
خوب جی بھر کے جو کرتا ہے تیرا ذکر فقیر
دل کی ظلمت کو مٹائے ہے تیرے نام کے ساتھ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○

زبان ہماری دل کی ترجمان

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکثر اپنی زبان کو پکڑ کر فرماتے تھے کہ اے زبان اکثر لوگ تیری وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ اور حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ایک آدمی نیک اعمال کرتا رہتا ہے کرتا رہتا ہے۔ اور کرتے کرتے جنت کے بالکل قریب ہو جاتا ہے۔ دروازے کے بالکل قریب ہو جاتا ہے لیکن زبان سے ایسی ناشکری کا لفظ بولتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پیچھے کھینچ کر جہنم کے اندر الٹا پھینک دیتے ہیں۔ آج کسی بندے کو کمینہ کہنا آسان، ذلیل کہنا آسان، بے ایمان کہنا آسان۔ کل قیامت کے دن جب انبیاء تھراتے ہونگے اللہ رب العزت اپنے جلال میں ہونگے اس وقت ہم سے پوچھ لیا گیا کہ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا تھا؟ تو ہمارے لیے اس کا جواب دینا کتنا مشکل کام ہوگا۔ آج وقت ہے کہ ہم اپنے جسم کے اس عضو کو اچھا استعمال کرنے کی عادت ڈالیں۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

ہماری زبان دل کی ترجمان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (سورۃ الصف پارہ ۲۸ آیت ۲)

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (سورۃ النحل پارہ نمبر ۱۴ آیت نمبر ۹۷)

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾

اے ایمان والو! اے وہ لوگو جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کا اقرار کر چکے ہو

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الصف پارہ ۲۸ آیت نمبر ۲)

جو کچھ تم کہتے ہو وہ تم کرتے کیوں نہیں۔

﴿ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ الصف پارہ ۲۸ آیت نمبر ۳)

اللہ رب العزت کے نزدیک یہ بات بڑی غصہ دلانے والی ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم کرتے نہیں۔

مومن کے الفاظ:

اللہ رب العزت کے ہاں مومن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی بڑی اہمیت ہے چنانچہ ایک مرد اور ایک عورت ایک دوسرے سے محرموں سے ہیں۔ اجنبی ہوتے ہیں ان کا ایک دوسرے کو دیکھنا شرعاً جائز نہیں ہوتا خلوت میں ایک دوسرے کے پاس رہنا بھی شرعاً جائز نہیں ہوتا لیکن اگر گواہوں کے سامنے ان کا نکاح ہو جائے تو وہ میاں بیوی کی حیثیت سے آ جاتے ہیں اب نکاح کے وقت مرد یا عورت کو بھاگنا دوڑنا نہیں پڑتا ورزش نہیں کرنی پڑتی مرد سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا آپ نے اس عورت کو نکاح میں قبول کیا اور مرد اتنے الفاظ کہتا ہے قَبِلْتُ ہاں میں نے قبول کیا اب ذرا غور کیجیے کہ زبان سے ایک لفظ نکلا قَبِلْتُ تو جس عورت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا حرام تھا وہ بیوی بن گئی ساری اپنوں سے جڑی زندگی کی ساتھی ہو گئی۔ اب یہی عورت جو انسان کی بیوی ہے بچوں کی ماں ہے اگر بالفرض انسان نے اس کو طلاق کا لفظ کہہ دیا تو یہ اتنی قریب زندگی گزارنے والی اس کے لیے ایک اجنبی عورت بن جائے گی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کی اللہ رب العزت کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس لیے ہمارے اوپر فرشتے متعین ہیں جو کچھ ہم بولتے ہیں۔ فرشتے اس کا ریکارڈ بنا رہے ہیں ایک ایک لفظ ہمارا لکھا جا رہا ہے۔ اور قیامت کے دن ہمیں اپنی زبان سے نکلے ہوئے ہر ہر لفظ کا جواب دینا ہوگا مومن کو چاہیے کہ اپنی زبان کا اچھا استعمال کرے زبان سے خیر کے کلمے نکالے نیکی کی بات نکالے لوگوں سے باتیں کرے تو خیر خواہی کی باتیں کرے ایسی باتیں نہ کرنا کہ جس

سے لوگوں کا دل ٹوٹے لوگوں دل دکھ جائے لوگوں کی دل آزاری ہو ذلت ہو یا ان کا ایسا مذاق اڑایا جائے کہ ان کو برا لگے تو شریعت نے ایسی باتوں سے منع فرمایا اس لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ﴾ (سورۃ الحجرات پارہ ۲۶ آیت نمبر ۱۱)

اے ایمان والو! تم میں سے ایک جماعت دوسرے کے ساتھ مذاق نہ کرے ہوسکتا ہے جس سے تم مذاق کر رہے ہو وہ اللہ رب العزت کے نزدیک تم سے بہتر ہو تو۔

گویا ہمیں اس بات کی ترغیب دی گئی کہ اللہ رب العزت کی یہ ایک دی ہوئی نعمت ہے اس نعمت کا اچھا استعمال کرنا چاہیے اگر آپ غور کریں جس آدمی کو یہ زبان نہیں ملتی جو گنگا ہوتا ہے وہ کتنی بڑی نعمت سے محروم ہوتا ہے ہم نے بعض جوانوں کو دیکھا خوبصورت بھی ہیں صحت مند بھی ہیں ہر لحاظ سے وہ بہت ہی زیادہ قابل رشک ہیں لیکن ان کی زبان کام نہیں کرتی۔ وہ گنگے ہیں بول نہیں سکتے۔ بیچارے اپنے جذبات کا اظہار بھی نہیں کر سکتے اپنی بیوی سے، اپنی ماں سے، اپنے بھائی سے زندگی کے بہت قریبی بندے سے بھی اپنی Feelings کو Share نہیں کر سکتے اشاروں سے باتیں کرتے ہیں تو اس وقت احساس ہوتا ہے کہ یا اللہ! یہ زبان کتنی بڑی نعمت ہے آپ کو۔

یہ اس لیے تو عطا نہیں کی گئی کہ اس زبان سے الٹی سیدھی باتیں نکالتے پھریں ایسے الفاظ کہیں جو لوگوں کیلئے پریشانی کا باعث بن جائیں۔

زبان کی حقیقت:

اس لیے ہمارے بزرگوں نے یہ بات کہی کہ

﴿جِرْمُهٗ صَغِيْرٌ وَجُرْمُهٗ كَبِيْرٌ﴾

کہ زبان کی جسامت تو چھوٹی ہے لیکن اس سے جو انسان گناہ کرتا ہے وہ بہت موٹا ہوتا ہے۔

چنانچہ غیبت زبان سے کی جاتی ہے غیبت کہتے ہیں کہ کسی کی ایسی بات کرنا پیٹھ کے پیچھے جو اس کو بری لگے۔ اب ہمیں غیبت کا احساس نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

﴿اَلْغِیْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا﴾

غیبت تو زنا سے زیادہ بڑا جرم ہے' انسان جب غیبت کرتا ہے تو گویا ایک مردار کا گوشت کھا رہا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اسی طرح کا مضمون فرماتے ہیں کیا تم کسی مردار کا گوشت کھانا پسند کرتے ہو زبان سے ہی انسان جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ سے اللہ رب العزت کو اتنی نفرت ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ آدمی بسا اوقات جھوٹ بولتا رہتا ہے بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر اس کا نام جھوٹوں کی فہرست میں لکھوا دیتے ہیں اسی زبان سے انسان چغل خوری کرتا ہے' اسی زبان سے انسان دوسروں پر بہتان لگاتا ہے' اسی زبان سے انسان دوسرے پر طعن دیتا ہے۔ اب زبان تو چھوٹی سی ہے لیکن دیکھیے کتنے بڑے بڑے گناہ اس سے ہوتے ہیں۔ اک گناہ ایسا ہے کہ انسان کے اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی زبان سے انسان چاہے تو اللہ پر ایمان لائے اور اس کا اظہار کرے اقرار باللسان و تصدیق بالقلب' زبان سے اس کا اقرار کرے اور دل سے اس کی تصدیق کرے اور اسی زبان سے انسان بے احتیاطی کا کلمہ بولے تو وہ کفریہ کلمہ بن جاتا ہے۔

کفریہ کلمات:

بہت سارے ایسے کلمات ہیں جو علما نے لکھا ہے کہ کفریہ کلمے ہیں' اور ہمیں اس کا پتہ نہیں ہوتا مثال کے طور پر دو بندے باتیں کر رہے ہوتے ہیں ایک نے پوچھا کہاں رہتے ہو؟ دوسرے نے کہا کہ فلاں جگہ رہتا ہوں۔ اب پہلا کہتا ہے اچھا (نقل کفر کفر نباشد) وہ

کہتا ہے کہ اچھا خدا کے پچھاوڑے رہتے ہو۔ اب جس بندے نے کہا خدا کے پچھاوڑے گویا اس نے کفریہ کلمہ بولا۔

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ دو بندے آپس میں باتیں کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ تو شریعت کا حکم ہے اور سننے والے نے آگے سے کہہ دیا کہ رکھ تیری شریعت کو تو۔ فقد کفر ان لفظوں کے بولنے سے یہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ اس نے دین کا مذاق اڑایا اس لیے تو علماء نے لکھا ہے کہ انسان اپنے نفس کی وجہ سے سستی کی وجہ سے کاہلی کی وجہ سے فرض چھوڑ بیٹھے وہ گناہ گار ہو جاتا ہے کافر نہیں بنتا لیکن اگر دین کی کسی بات کا مذاق اڑائے اس کو کہتے ہیں کہ استخفاف کرنا کہ سنت کا مذاق اڑانے سے بھی وہ شخص کافر ہو جاتا ہے اس لیے زبان کا استعمال ہمیں بہت سمجھ کر کرنا چاہیے۔

دو چیزوں کی ضمانت:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے دو چیزوں کے صحیح استعمال کی ضمانت دے دے میں اسے جنت میں گھر دلانے کی ضمانت دیتا ہوں۔ فرمایا:

﴿مَابَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَابَيْنَ رِجْلَيْهِ﴾

دو چیزیں جو دو جبڑوں یعنی زبان اور دو چیزیں جو دو رانوں کے درمیان یعنی انسان کی شرم گاہ۔ جو شخص ان دو اعضاء کو صحیح استعمال کرے اللہ رب العزت کے پیارے حبیب علیہ السلام نے فرمایا میں اس شخص کو جنت میں گھر دلانے کی ضمانت دیتا ہوں۔ اگر آپ غور کریں تو دونوں اعضاء پر Double Protection ہوتی ہے۔ مثلاً زبان کو دیکھیں یہ ایک ہونٹوں کے ذریعے اس پر کور آ گیا اور ایک اللہ تعالیٰ نے دانتوں کی دیوار اس کے گرد بنا دی۔ Double Protection ہے تاکہ تم ان اعضاء کو استعمال کرنے سے پہلے سوچو! اور اللہ تعالیٰ نے زبان کے اندر کوئی ہڈی نہیں بنائی اس کو گوشت کا بنایا نرم بنایا حکمت یہ تھی کہ میرے بندو! تم زبان سے کڑوی کسیلی باتیں مت کرو ایسی باتیں

مت کرو جو گولی کی طرح دوسرے بندے کے دل سے جا لگے یعنی زبان کو نرم بنایا اور تم زبان سے نرم گفتگو کرنے کے عادی بنو۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل:

چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکثر اپنی زبان کو پکڑ کر فرماتے تھے کہ اے زبان اکثر لوگ تیری وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ اور حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ایک آدمی نیک اعمال کرتا رہتا ہے کرتا رہتا ہے۔ اور کرتے کرتے جنت کے بالکل قریب ہو جاتا ہے۔ دروازے کے بالکل قریب ہو جاتا ہے لیکن زبان سے ایسی ناشکری کا لفظ بولتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پیچھے کھینچ کر جہنم کے اندر الٹا پھینک دیتے ہیں۔ آج کسی بندے کو کمینہ کہنا آسان، ذلیل کہنا آسان، بے ایمان کہنا آسان۔ کل قیامت کے دن جب انبیاء تھراتے ہو نگے اللہ رب العزت اپنے جلال میں ہو نگے اس وقت ہم سے پوچھ لیا گیا کہ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا تھا؟ تو ہمارے لیے اس کا جواب دینا کتنا مشکل کام ہوگا۔ آج وقت ہے کہ ہم اپنے جسم کے اس عضو کو اچھا استعمال کرنے کی عادت ڈالیں۔

حقیقی مسلمان:

نبی علیہ السلام نے ایک حدیث مبارکہ میں مسلمان کی (Defination) بتائی تعریف بتائی اس کو Define کیا ارشاد فرمایا:

﴿اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ﴾

کہ مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمان زبان اور ہاتھ سے سلامتی میں رہیں۔

زبان کی طاقت:

اب عام طور پر تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہاتھ سے انسان دوسروں کو زیادہ دکھ دیتا ہے لوگ کہتے بھی ہیں کہ جی فلاں کے تو بڑے لمبے ہاتھ ہیں جی اس نے آہنی ہاتھوں سے اس

بندے کو نمٹایا۔ تو عام طور پر ہاتھوں کا تذکرہ اس طرح سے کرتا ہے لیکن حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے زبان کا تذکرہ پہلے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں اب عام طور پر تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہاتھ سے انسان دوسروں کو زیادہ دکھ دیتا ہے لوگ کہتے بھی ہیں کہ جی فلانے کے تو بڑے لمبے ہاتھ ہیں لو جی اس نے آہنی ہاتھوں سے اس بندے کو نمٹایا تو عام طور پر ہاتھوں کا تذکرہ اس طرح سے کرتا ہے لیکن حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے زبان کا تذکرہ پہلے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں اسکے اندر ایک راز ہے۔ ہاتھوں سے تو انسان دوسرے بندے کو تب نقصان پہنچا سکتا ہے جب وہ سامنے ہو اگر کوئی دور ہے اور غائب ہے اس کو تو نہیں نقصان پہنچا سکتا لیکن زبان سے انسان دل آزاری جو کرتا ہے تو وہ سامنے والے کی بھی کر لیتا ہے جو گھروں میں بیٹھے ہوں دور ہوں ان کو بھی دکھ دینے والی بات کر سکتا ہے۔ کہ جب وہ سنیں تو ان کو دکھ ہو اور ہاتھوں سے انسان جو اس وقت زندہ ہوتے ہیں ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جو فوت ہو گئے ان کو تو نہیں پہنچا سکتا لیکن زبان سے انسان ان فوت شدہ لوگوں کی غیبت کر کے ان کو بھی ایذاء پہنچا سکتا ہے اور ہاتھوں سے تکلیف پہنچانے کے لیے تو قوت چاہیے اگر سامنے والا بندہ زیادہ طاقت ور ہے یہ اس پر ہاتھ اٹھائے گا تو ایک مار کے دو کھائے گا مگر زبان سے تو ایسا کمزور بھی طاقت ور کا دل دکھا سکتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنا کہ تلوار کا وار انسان کے جسم پر پڑتا ہے زبان کا وار انسان کے دل پر پڑتا ہے۔ اور وہ رشتے ناطے جن کو انسان تلوار کے ذریعے نہیں توڑ سکتا ان کو انسان زبان کے ذریعے ایک لمحے میں توڑ دیتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ گفتگو کرے تو اللہ کے ذکر کے ساتھ ورنہ خاموش رہے اللہ کے فکر کے ساتھ جو شخص خاموش رہنے کی عادت ڈال لے اور اس وقت بولے جب ضرورت ہو تو یہ شخص بہت بڑے فتنوں سے بچ گیا:

﴿وَمَنْ صَمَتَ نَجَا﴾

جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

چنانچہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ حضرت آپ بولا کریں نصیحت کیا کریں لوگوں کو فائدہ ہوگا تو فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا اسی کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کہا:

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش

عجیب بات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اَلْمَرْءُ تَحْتَ لِسَانِہٖ کہ بندہ اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوتا ہے جب تک بات نہ کرے کسی کو کیا پتہ لکھا پڑھا ہے یا جاہل۔ بولتا ہے تو اپنا راز کھولتا ہے۔

خطرناک کون:

علما نے لکھا ہے کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ جس بندے کی زبان اس کے اوپر حکمران ہو پھر اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ وہی کرتی ہے پاؤں سے لغزش ہوئی تو انسان کی جان چلی جائے گی زبان سے لغزش ہوئی تو انسان کا ایمان چلا جائے گا۔

اللہ والے کی نصیحت:

اک نوجوان گالیاں نکال رہا تھا وہ خوش کلامی کر رہا تھا تو ایک بزرگ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ اے نوجوان ہوش کر غور کر دیکھ تو اپنے اللہ کے نام تو کیسا خط بھیج رہا ہے۔ جو ہم بولتے ہیں یہ نامہ اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتا ہے آپ یوں سوچیں کہ یہ ہمارا محبت نامہ

اللہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو ہم اپنی زبان سے بولیں تو خیر خواہی کی باتیں کریں۔ نیکی کی باتیں اچھائی کی باتیں لوگوں کے ساتھ بھلائی کی باتیں ہوں زبان سے تو پھر اللہ رب العزت کو خوشی ہوگی اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی بس میں زبان سے ذرا ایسی باتیں کر لیتا ہوں ویسے بہت اچھا ہوں جو شخص اپنے اقوال میں حیاء کو سامنے رکھتا ہے وہی اپنے افعال میں بھی حیاء کو سامنے رکھتا ہے۔

انوکھی مثال:

یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دل کی مثال ہنڈیا کی مانند ہے اور زبان کی مثال چمچہ کی مانند ہے جیسے چمچے سے انسان ہنڈیا سے وہی نکالتا ہے جو اس کے اندر ہو سبزی پکی تو سبزی نکلے گی گوشت پکا تو گوشت نکلے گا جو ہنڈیا میں ہے چمچہ نے وہی کچھ نکالنا ہے تو یہ زبان دل کی ہنڈیا کا چمچہ ہے۔ یہ وہی کچھ نکالتا ہے جو انسان کے دل میں ہوتا ہے عام طور پر دیکھا ہے کہ مردوں کے ہاتھ قابو میں نہیں ہوتے اور عورت کی زبان قابو میں نہیں آتی زبان ایسی تلوار ہے جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتی۔

زبان کی حفاظت:

بزرگوں نے لکھا ہے کہ عالم کے سامنے بیٹھو تو اپنی زبان کو سنبھال کر بیٹھو اور اہل اللہ کے سامنے بیٹھو تو اپنے دل کو سنبھال کر بیٹھو اس لیے کہ کبھی زبان انسان کی زندگی کو چھوٹا کر دیتی ہے۔ تلوار کا وار انسان کے جسم پر پڑتا ہے زبان کا وار انسان کے دل پر پڑتا ہے تلوار کا زخم جلدی مندمل ہو جاتا ہے جبکہ زبان کا زخم مندمل ہونے میں وقت لیتا ہے۔

ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ بند منہ کے اندر مکھیاں نہیں پڑتیں مکھی تو تب پڑے گی جب منہ کھولے گا۔ اس لیے جو انسان خاموش رہنے کا عادی ہو غلطیاں بھی کم کرے گا۔

کہے ایک جب سن لے انسان دو
خدا نے زبان ایک دی کان دو

اللہ تعالیٰ نے زبان تو ایک دی ہے اور کان دو دیے ہیں کہ تم دو باتیں سنو پھر ایک بات کرو اور آج کل تو بس ہم سنتے تو ہیں نہیں بس بولتے ہی رہتے ہیں لطیفہ بنا ہوا ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو میں بولتا تھا اور میری بیوی سنتی تھی۔ پھر اولاد ہوگئی پھر بیوی بولتی تھی اور میں سنتا تھا پھر ہم دونوں بوڑھے ہوگئے۔ ہم دونوں بولتے تھے اور محلے والے سنتے تھے اور کئی دفعہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی بات سنتے ہی نہیں بس بولتے چلے جاتے ہیں تو چاہیے کہ وہ انسان اپنی زبان سے خیر کا کلام' خیر کی باتیں بولے اچھی گفتگو کرے نرم گفتگو کرے پیار کی گفتگو کرے صرف شریعت نے عورت کو کہا ہے کہ اگر اس کو کسی موقع پر ضرورت پڑے کسی غیر محرم مرد سے بات کرنے کی تو فرمایا کہ اب تم نرم گفتگو مت کرو۔

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾

تم نرم گفتگو مت کرو تم ایسے انداز سے بات کرو ایسا نہ ہو کہ سامنے والے کے دل میں تمہارے بارے میں طمع پیدا ہو" اور یہی آج کل کی غلطی ہے۔ عورتیں اپنی خاوند سے گفتگو کرتی ہیں تو اتنی سخت کہ جیسے سارے جہان کی کڑواہٹ ان کی زبان میں آ گئی اور غیر مرد سے بولنا چاہیں گی تو اتنا نرم بولیں گی کہ جیسے سارے جہاں کا شہد ان کی زبان میں سمٹ گیا ہے تو صرف ایک موقع پر شریعت نے کہا کہ عورت غیر مرد سے بات کرتے ہوئے۔ صاف سیدھی بات کہے ایسا انداز اپنائے کہ اگلے نے تین باتیں کرنی ہوں تو دو ہی کر کے چپ ہو جائے کیونکہ بات سے بات بنتی ہے۔ یہ ذہن میں رکھنا کہ بعض عورتیں یہ سوچتی ہیں کہ ہم گفتگو ہی کرتی ہیں اور کیا ہے؟ نہیں یہ گفتگو ہی تو ذریعہ ہے ہر گناہ کا ہمیشہ انسان پہلے گفتگو کرتا ہے اور پھر گفتگو کرنے کے بعد ایک دوسرے سے ملاقات کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

علمی نقطہ:

ذرا غور کیجیے علمی نقطہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے اور ان میں سے کسی نے دنیا میں یہ دعا نہیں مانگی کہ اے اللہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ﴾

اللہ آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں تو مفسرین نے لکھا ہے کہ حقیقت میں موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے بہت اونچے درجے پر تھے۔ اللہ تعالی سے ہم کلامی کرتے تھے تو جب ہمکلامی ہوتی ہے تو لامحالہ ایک دوسرے کو دیکھنے کی' ملنے کی دل میں تمنا پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے چاہے فون ہو ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کا موقع ملے تو عورت کو چاہیے کہ غیر مرد سے بہت نپی تلی بات کرے (Releaf on phone) نوجوان بچوں کیلئے یہ بہت سنہری اصول ہے۔ اور اگر بات کرنی شروع کر دی تو آپ سمجھ لیں کہ بس اب بات سے بات بڑھتی ہی چلی جائے گی اور دوسری بات یہ ہے کہ جھوٹ سے ہم پرہیز کریں۔

مومن کی پہچان:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "مومن سب کچھ ہو سکتا ہے مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا" سچ کا ہمیشہ بول بالا ہوتا ہے جو انسان سچ بولنے کی عادت ڈال لے تو اس سے دوسرے لوگ محبت کرتے ہیں۔

عقل مند کون؟

کسی نے لکھا ہے کہ عقلمند انسان سوچ کر بولتا ہے اور بیوقوف انسان بول کر سوچتا ہے بے وقوف کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ بولتا ہے تو خود ہی بتا دیتا ہے

کہ میں بے وقوف ہوں۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے کہا کہ "پہلے تو لو پھر بولو" انسان پہلے سوچ سمجھ لے اور پھر بات کرے چنانچہ موقع پر کہی ہوئی بات سونے کی ڈلیوں کی مانند ہوتی ہے۔

گفتگو کیسی ہو:

یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ نرم جواب دوسرے بندے کے غصے کو ہمیشہ ختم کر دیتا ہے۔ اس لیے جب میاں بیوی آپس میں گفتگو کریں تو نرم گفتگو کریں پیار محبت کی گفتگو کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کی گفتگو ایک دوسرے کے دل میں محبت کے اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ جس طرح زبان کی رنگت سے ہاضمے کا اندازہ لگ جاتا ہے اسی طرح زبان کی شیرینی سے انسان کی خوش اخلاقی کا اندازہ لگ جاتا ہے اور بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ بری بات کرے تو اسے جواب مت دو اس لیے کہ اس کے پاس کہنے کے لیے اور بھی برے الفاظ ہوں گے۔

اللہ کی نفرت کن سے ہے؟

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھ چیزوں سے نفرت ہے اس کو ذرا سنیں اور دل کے کانوں سے سنیں کہ اللہ رب العزت کو چھ چیزوں سے نفرت ہے ایک اونچی آنکھیں بعض لوگوں کی آنکھیں ہر وقت غیر کے چہرے دیکھتی پھرتی ہیں گردن تنی رہتی ہے آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ دوسروں کے چہروں پر پڑتی ہیں ان کے عیب ٹٹولتی پھرتی ہیں۔ اے کاش یہ آنکھ بند ہو جاتی یہ گردن جھک جاتی، نگاہیں اپنے سینہ پر پڑتیں کہ میرے اپنے اندر کیا ہے؟

دوسرا فرمایا جھوٹی زبان اس سے بھی اللہ رب العزت کو نفرت ہے اور تیسرا فرمایا برے منصوبے باندھنے والا دل، کئی دفعہ انسان اپنے دل میں گناہوں کی (Planing) بھی کرتا رہتا ہے کہ میں کس طرح اپنی خواہشات کو شہوات کو پورا کر سکتا ہوں ایسا بڑے

منصوبے باندھنے والا دل اللہ رب العزت کو ناپسند ہے فرمایا برائی کی طرف چل کر جانے والے پاؤں اللہ کو ناپسند اور بے گناہ بندے کو دکھ دینے والے ہاتھ' اگر انسان کسی بے گناہ بندے کو دکھ پہنچائے تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اب آپ دیکھیں کئی مرتبہ لڑکے کے ماں باپ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ لڑکے کے دل میں بیوی کی محبت کم ہوتی ہے اور کبھی لڑکی کے ماں باپ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ بیوی کے دل میں خاوند کی محبت کم ہو جاتی ہے تو جو شخص بھی میاں بیوی کے درمیان دوری کا سبب بنے گا۔ یہ شخص اللہ رب العزت کو ناپسند ہوگا۔

کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے خفا ہوں ایک دوسرے سے ناراض ہوں ایک دوسرے سے دور ہوں۔ یہ میاں بیوی کا پیار سے رہنا اللہ رب العزت کو اتنا پسند ہے کہ شریعت نے کہا کہ اگر میاں بیوی کے درمیان کسی وجہ سے (Miss Understanding) ہوگئی اور کوئی بندہ ان کے درمیان صلح کروانا چاہتا ہے تو اب اگر یہ صلح کرانے والا بندہ کوئی غلط (Statement) بھی دے دیتا ہے تو گو کہ یہ جھوٹ ہے مگر مقصد میں اس لیے اس جھوٹ پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے کی پکڑ نہیں فرمائیں گے شریعت نے اپنا حق معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اتنا پسند کرتے ہیں کہ میاں بیوی آپس میں پیار سے رہیں۔

زبان اللہ کی نعمت:

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور اس سے ہم خیر کی گفتگو کریں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (پارہ ۲۶، آیت ۳)

کہ اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو دوسروں کو اللہ کی طرف بلائے۔ لہٰذا نیکی

کی طرف بلانا نیکی کی دعوت دینا یہ بہت اللہ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے۔

.......................بہت سی خواتین تو اس کو زندگی کا مقصد بنالیتی ہیں خود بھی نیکی کرنے کی کوشش کرتی ہے اور دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلاتی ہیں یہ اس دنیا میں اللہ کی سفیر ہوتی ہیں۔ یہ اس دنیا میں اللہ کی (conveyanced) ہوتی ہیں۔ یہ غفلت میں پڑی عورتوں کو گناہوں میں گھری ہوئی عورتوں کو اللہ رب العزت کی طرف بلاتی ہیں۔ اور نیکی طرف ان کو لاتی ہیں۔

مردوں کو بھی یہی کام کرنا چاہیے کہ وہ دوسرے مردوں سے گفتگو کریں تو خیر کی گفتگو کریں اچھی گفتگو کریں اور میاں بیوی خیر کے کام میں ایک دوسرے کا تعاون کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو میاں بیوی نیکی میں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے وہ اللہ رب العزت کو خوش کریں گے۔ سورۃ المائدہ میں قرآن مجید میں فرمایا

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ (پارہ ۶ آیت ۲)

تم نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔

تو اگر خاوند نیک بننا چاہتا ہے تو بیوی تعاون کرے بیوی نیک بننا چاہتی ہے تو خاوند تعاون کرے۔ نیکی کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے رکاوٹ بننے لگیں تو اللہ رب العزت کی نظروں میں گر جائیں گے۔

دعا کس کی قبول ہوتی ہے:

چنانچہ جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے اللہ رب العزت اس بندے کی زبان سے نکلی ہوئی دعا کو رد نہیں فرماتے" چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص سچ بولنے کا عادی ہو اس زبان سے جب بھی کوئی دعا نکلتی ہے اللہ تعالیٰ نکلی ہوئی ہر دعا کو قبول فرمالیتے ہیں۔

سچ اور جھوٹ:

سچ کی ایک اور خوبصورتی ہے کہ جھوٹ کتنا ہی تیز کیوں نہ بھاگے سچ بالآخر اس کو جا کر

پکڑ لیتا ہے۔ظاہر میں لگتا ہے کہ اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو پھر ہم بچ جائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے فرمایا

﴿ اَلصِّدْقُ يُنْجِي وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ ﴾

کہ سچ انسان کو نجات دیتا ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔

تو سچ سے نجات ملتی ہے۔آج کل کے زمانے میں شیطان نے جھوٹ کی نفرت دلوں میں گھٹانے کے لیے اس کا نام بدل کر رکھ دیا چنانچہ اس کو بہانہ کہتے ہیں۔بیوی کہتی ہے میں نے خاوند کے سامنے بہانہ کر دیا خاوند کہتا ہے میں نے بیوی کے سامنے بہانہ کر دیا۔ حالانکہ وہ تو جھوٹ ہی ہوتا ہے۔نبی علیہ السلام تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ﴾

میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔چنانچہ مکارم میں سے دو باتیں ہیں سچ بولنا اور سچائی کا معاملہ کرنا۔یہ ذہن میں رکھنا جھوٹ جتنا بھی تیز بھاگے سچ بالآخر اس کو جا کر پکڑ لیتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں وہ ایک موقع پر نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر میں نہیں جا سکے مگر انہوں نے بہانہ بنانے کی بجائے سچ بولا کچھ دن ان کے ساتھ تنگی رہی پھر اللہ کی رحمت آئی اور اللہ نے ان کی توبہ کو قبول فرما لیا اور نبی علیہ السلام نے ان کو خوشخبری عطا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سچ اور کافر کا قبول اسلام:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شہزادہ آیا کافر تھا اور اس نے مسلمانوں کو بہت نقصان دیا تھا۔عمر رضی اللہ عنہ تو چاہتے تھے کہ بس اس شخص کو قتل کر دیا جائے۔چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے جلاد کو بلا لیا ان کی عادت مبارکہ تھی عمر رضی اللہ عنہ کی کہ وہ اگر کسی پر یہ حکم نافذ کرتے تو اس سے پوچھتے تھے کہ تمہاری زندگی کی آخری تمنا' جب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے ایک پیالہ

پانی پلا دیجئے اور اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا پانی ہاتھ میں لے کے وہ کھڑا ہو گیا اور اس کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ پانی بھی پیو اس نے کہا کہ نہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے ایسا نہ ہو کہ میں پانی پینے لگوں اور اس دوران یہ جلاد تلوار چلا کر میرا کام ہی ختم کر دے تو عمر رضی اللہ عنہ نے جلدی میں فرمایا کہ جب تم پانی نہیں پیو گے ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے یہ لفظ کہنے تھے کہ اس شہزادے نے پانی کا پیالہ زمین کے اوپر پھینک دیا اور پانی نیچے گرا دیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنینؓ اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے آپ نے مجھے قول دیا کہ جب تک میں پانی نہیں پیوں گا آپ مجھے قتل نہیں کریں گے پانی میں نے نہیں پیا آپ کیسے قتل کر سکتے ہیں؟ ہمارے جیسا کوئی ہوتا تو کہتا الو کا پٹھا اور جلاد کو اشارہ کرتا کہ جلدی اس پر تلوار کا وار کرو لیکن وہ تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے فرمانے لگے ہاں میں نے کلمات تو یہی بولے ہیں اب میں تجھے قتل نہیں کروا سکتا۔ ہاں جب یہ کہہ دیا تو وہ شہزادہ کہنے لگا امیر المومنین میرے دل کے اندر اسلام کی عظمت بہت زیادہ تھی میں چاہتا تھا کہ اس سچے دین کو قبول کر لوں لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ اگر میں کلمہ پڑھوں گا تو لوگ کہیں گے کہ موت کے ڈر کی وجہ سے کلمہ پڑھ لیا اب میں نے ایسا حیلہ کیا کہ آپ مجھے قتل تو کروا نہیں سکتے۔ لہٰذا میں اپنے اختیار سے مسلمان بننے کا اعلان کرتا ہوں اس نے کلمہ پڑھا اور وہ مسلمان بن گیا۔ تو دیکھو سچ بولنے سے اللہ رب العزت کی رحمت اترتی ہے۔

سچ کی جیت:

انڈیا میں ایک مرتبہ واقعہ ہوا۔ باندنا ایک گاؤں تھا جس میں ایک پلاٹ تھا زمین کا وہ ٹکڑا Disputed تھا ایک مسلمان کہتا تھا یہ میرا ہے اور ایک ہندو کہتا تھا یہ میرا ہے۔ خیر دونوں کا Personal معاملہ تھا لیکن مسلمان بہت سمارٹ بنا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ اگر یہ زمین کا ٹکڑا مجھے مل گیا تو میں اس میں مسجد بناؤں گا اس کو سن کر ہندوؤں نے کہا کہ اگر یہ زمین کا ٹکڑا ہمیں مل گیا تو ہم مندر بنائیں گے۔ لو جی Personal بات تھی اور وہ

دونوں کی آپس کی مذہب کی بات بن گئی مسلمان کے ساتھ مسلمان جمع ہو گئے اور ہندو کے ساتھ ہندو جمع ہو گئے قریب تھا کہ شہر کے اندر فساد ہوتا خون خرابہ ہوتا بدامنی ہوتی۔ کسی نے کہا بھائی تم عدالت سے فیصلہ کروالو۔ مقدمہ کرلیا گیا جب مقدمہ کا دن تھا تو بہت تعداد میں مسلمان بھی آئے اور ہندو بھی آئے۔ جج حیران تھا کہ بھائی میں کس طرح صلح صفائی سے یہ معاملہ سمیٹ لوں تاکہ کوئی بدامنی نہ ہو۔ اس نے پوچھا بھائی کوئی ایسی صورت ہے کہ تمہاری آپس میں صلح ہو جائے۔ ہندوؤں نے کہا کہ جی ہاں ایک مسلمان ہے ہم ان کا نام آپ کو بتا دیتے ہیں آپ ان کو بلالیں اگر وہ کہے کہ زمین مسلمان کی تو ان کو دے دیں اور اگر وہ کہے زمین ہندو کی تو ان کو دے دیں۔ چنانچہ جج نے اگلی تاریخ دے دی اور اگلی تاریخ پر اسی طرح بہت سارے لوگ عدالت میں آئے انہوں نے دیکھا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک بزرگ تھے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو جج نے بلایا ہوا تھا۔ جج نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ یہ ٹکڑا زمین کا کس کا ہے؟ مسلمان مطمئن تھے کہ آخر اس کے ساتھ مسجد بنانے کی بات کریں اللہ کا گھر بنانے کی بات کریں گے تو مفتی صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندو کا ہے۔ جب ان سے پوچھا کہ کیا یہ شخص یہاں پر مندر بنا سکتا ہے؟ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ جب یہ ملکیت ہے اس کی اب یہ اپنا گھر بنائے یا رام کا مندر بنائے اس کو اختیار ہے۔ اس کی Gerdection ہے۔ یہ اس پر جج نے ایک Historical Decision دیا اور فیصلہ بھی سنایا کہ آج کے اس مقدمے میں مسلمان تو ہار گئے لیکن اسلام جیت گیا آج کے اس مقدمے میں مسلمان تو ہار گئے لیکن اسلام جیت گیا جب جج نے یہ فیصلہ پڑھ کر سنایا تو ہندو کہنے لگے کہ جج صاحب! آپ نے اپنا تو فیصلہ سنا دیا ہمارا بھی فیصلہ سن لیں پوچھا کون سا فیصلہ؟ تو کہنے لگے کہ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ جو دین اسلام سچ کی اتنی تلقین کرتا ہے اور سچا دین ہے تو پھر ہم بھی کلمہ پڑھتے ہیں مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں

کہ اب ہم اس جگہ مسجد یعنی اللہ کا گھر بنائیں گے۔

تو دیکھیے سچ بولنے سے ہمیشہ اللہ کی رحمت اترتی ہے۔ کئی لوگ بڑی عبادت کرتے ہیں لیکن وہ جھوٹ نہیں چھوڑتے وہ عبادت کا اثر نہیں ہوتا اس لیے کہنے والوں نے کہا کہ

"رام رام جپدیاں میری جیبا گھس گئی
رام نہ دل وچ وسیا ایہہ کی دھاڑ پئی
گل وچ مہلا کاٹھ منکے جپتے منکے لیے پرو
دل وچ گھنڈی پاپ دی رام جپیا کی ہو

اگر دل میں پاپ کی گھنڈی ہے تو زبان سے رام رام کرنے سے کیا ہوگا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دل سے سچی پکی گناہوں سے توبہ کریں اور اپنے اللہ کے حضور عہد کریں کہ اے اللہ ہمیں آیندہ نیکوکاری پرہیزگاری کی زندگی عطا فرما دیجئے اور ہمیں دین کی خدمت کے لیے اللہ قبول کر لیجئے۔ اگر ہم قبول ہو گئے تو یہ اللہ رب العزت کا ہم پر احسان۔

اللہ کے پسندیدہ کون؟

جو لوگ دین کا کام کرتے ہیں تعلیم و تعلم کا پڑھنے پڑھانے کا لوگوں کے اندر خیر پھیلنے کا یہ اللہ رب العزت کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ کسی نے کہا

منت منے کہ خدمت سلطان کنی
منت ازوشناس کہ بے خدمت گذاشتد

اے دوست تو بادشاہ پر احسان نہ جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے اے بادشاہ کی خدمت کرنے والے لاکھوں یہ بادشاہ کا احسان ہے اس نے تجھے خدمت کیلئے قبول کر لیا ہے۔ اگر اللہ رب العزت ہمیں دین کی خدمت کیلئے قبول کر لے تو یہ اللہ رب العزت کا ہم پر احسان ہے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زبان کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق

عطا فرمائے دین کی محنت کے لئے خدمت کے لیے دعوت کیلئے تعلیم حاصل کرنے کیلئے تعلیم دینے کیلئے اللہ تعالیٰ اس زبان کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے آخری وقت میں اسی زبان سے ہمیں اللہ تعالیٰ اونچی آواز سے کلمہ پڑھ کر اس دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

مناجات

ہوا و حرص والا دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے

بدل دے دل کی دنیا دل بدل دے
خدایا فضل فرما دل بدل دے

گنہگاری میں کب تک عمر کاٹوں
بدل دے میرا رستہ دل بدل دے

سنوں میں نام تیرا دھڑکنوں میں
مزہ آ جائے مولیٰ دل بدل دے

کروں قربان اپنی ساری خوشیاں
تو اپنا غم عطا کر دل بدل دے

ہٹا لوں آنکھ اپنی ماسویٰ سے
جیوں میں تیری خاطر دل بدل دے

پڑا ہوں تیرے در پہ دل شکستہ
رہوں کیوں دل شکستہ دل بدل دے

ترا ہو جاؤں اتنی آرزو ہے
بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے

میری فریاد سن لے میرے مولیٰ
بنا لے اپنا بندہ دل بدل دے

ہوا و حرص والا دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے

علمائے دیوبند کے علمی کارنامے

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

دارالعلوم دیوبند ایک علمی گلشن قائم ہوا اور یہ بھی تین مراحل سے گزرا۔ سب سے پہلے مرحلے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے زمین کو تیار کیا جب اکبر بادشاہ نے دین الٰہی کا نظریہ پیش کیا تو اس وقت انہوں نے حق کو لے کر اس کا مقابلہ کیا گوالیار کے قلعے میں دو سال کی قید بندکی صعوبتیں برداشت کیں وقت کے حکمرانوں کے دلوں پر توجہات ڈالیں جو مشائخ صوفیا کے درمیان بھٹکیں تھیں ان کو کنارے لگایا شریعت کی بالادستی کو قائم کیا اور بالآخر اپنے مکاتیب کے ذریعے لوگوں کے دلوں تک صحیح دین کو پہنچایا شریعت کی عظمت ان کے دلوں میں پیدا کی جس کے نتیجے میں انہوں نے تقریباً (۵۰۰۰) پانچ ہزار افراد کو نور نسبت سے نواز کر مختلف جگہوں تک بھیجا ان حضرات نے کام کیا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جانشین خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ پھر خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ انکی محنت کے نتیجے میں پھر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ جیسا ایک بادشاہ گزرا جس نے اس برصغیر کے اندر زمین کو تیار کرنے میں نمایاں کام ادا کیا۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

علمائے دیوبند کے علمی کارنامے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

تین مراحل:

دنیا دارالاسباب ہے مادی اعتبار سے ہر چیز کو پروان چڑھنے کے لیے تدریجاً آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو بچپن اور لڑکپن کے مراحل سے گزر کر جوانی کی منزل تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی باغ لگانا چاہے تو اس کو تین مراحل میں کام کرنا پڑتا ہے۔ پہلے مرحلے میں اس کو زمین کے اوپر جو خودرو پودے ہوں گے جھاڑ جھنکار ہوں گے ان کو ختم کرنا پڑے گا دوسرے مرحلے میں ہل چلا کر بیج ڈالنا ہوگا اور تیسرے مرحلے میں جو پودے پھوٹیں گے ان کی حفاظت کر کے انکو درخت بننے تک پہنچانا ہوگا۔

دارالعلوم کے تین مراحل:

دارالعلوم دیوبند ایک علمی گلشن قائم ہوا اور یہ بھی تین مراحل سے گزرا۔ سب سے پہلے مرحلے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے زمین کو تیار کیا جب اکبر بادشاہ نے دین الٰہی کا نظریہ پیش کیا تو اس وقت انہوں نے حق کو لے کر اس کا مقابلہ کیا گوالیار کے قلعے میں دو سال کی قید بند کی صعوبتیں برداشت کیں وقت کے حکمرانوں کے دلوں پر توجہات ڈالیں جو مشائخ صوفیا کے درمیان بھکیں تھیں ان کو کنارے لگایا شریعت کی بالادستی کو قائم کیا اور بالآخر اپنے مکاتیب کے ذریعے لوگوں کے دلوں تک صحیح دین کو پہنچایا شریعت کی عظمت ان کے دلوں میں پیدا کی جس کے نتیجے میں انہوں نے تقریبا(۵۰۰۰) پانچ ہزار افراد کو نور نسبت سے نواز کر مختلف جگہوں تک بھیجا ان حضرات نے کام کیا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جانشین خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ پھر خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ انکی محنت کے نتیجے میں پھر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ جیسا ایک بادشاہ گزرا جس نے اس برصغیر کے اندر زمین کو تیار کرنے میں نمایاں کام ادا کیا۔

دوقومی نظریہ:

دوقومی نظریہ کی سوچ سب سے پہلے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی تو یہ پہلا مرحلہ تھا دارالعلوم دیوبند کا کہ جس نے تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے دلوں کی زمین کو تیار کرنے کے لیے اک مرد مجاہد کو پیدا فرما دیا۔

دوسرا مرحلہ شاہ ولی اللہ کی ولادت:

دوسرے مرحلے میں شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے۔ سن ۱۷۰۳ء میں ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام انہوں نے شاہ ولی اللہ رکھا۔ یہ بچہ جب ابتدائی جوانی میں قدم رکھتا ہے تو مدینہ منورہ میں ابوطاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر حدیث کا علم حاصل کرتا ہے بالآخر

مختلف اساتذہ سے علم حدیث علم تفسیر حاصل کر کے انہوں نے دہلی میں آ کر علم کے یہ موتی بکھیرنے شروع کر دیے۔ یوں سمجھئے کہ لوگوں کے دلوں کی زمین میں انہوں نے علم کے بیج ڈالنے شروع کر دیے وہ جو دوسرے مرحلہ کا کام تھا وہ اللہ نے خاندان ولی اللہ سے لیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کی فارسی زبان میں تفسیر لکھی ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی اردو میں لکھی پھر ان کے دو صاحبزادے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے قرآن مجید کا پہلی مرتبہ اردو میں ترجمہ کیا ایک نے بامحاورہ ترجمہ کیا اور دوسرے نے لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا الہامی ترجمہ:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ الہامی تھا چونکہ علماء کی محفل ہے چند مثالیں تاکہ محسوس ہو کہ بھائی واقعی ان کا ترجمہ کیا تھا۔

﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾

اس کا ترجمہ جب انہوں نے ترجمہ کیا کہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔ تو حاشیہ میں لکھا کہ جیسے میل اتے صابن اسے پوری طرح سمجھا دی گئی کہ نیکیاں برائیوں کو کس طرح مٹاتی ہیں۔ قرآن مجید کی آیت

﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾

اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ دو ہاتھ ایک تھم کا ایک مہر کا ترجمہ ایسا کیا کہ بات کو اچھی طرح سمجھا دیا

﴿نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾

اس کا ترجمہ مفسرین نے یوں کیا کہ بھولی آئی مگر شاہ صاحب نے لکھا کہ بھولی بسری آئی۔ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اس کا ترجمہ اکثر مفسرین نے کیا جو شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر حضرت شاہ صاحب نے ترجمہ کیا جو تھامتے ہیں اپنے شرمگاہوں کو ایسے

الفاظ استعمال کیے کہ جو من وعن اس کا مفہوم انسان کے ذہن میں بٹھا دیتے ہیں۔قرآن مجید کی آیت اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ اس کا ترجمہ اکثر مفسرین نے یہ کیا کہ تم ہاتھ لگاؤ عورتوں کو اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا کہ یا تم لگو عورتوں کو ان الفاظ کے ساتھ ایسا مضمون بیان کیا کہ سب اختلاف ختم کر کے رکھ دیے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

چنانچہ ۱۷۶۲ء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کے جانشین ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز بنے انہوں نے جب حالات دیکھے اور انہوں نے دیکھا فرنگیوں نے اسلام کی مخالفت میں کیا کیا کام سرانجام دیے۔تو انہوں نے ۱۷۷۲ء میں ایک فتویٰ جاری کیا کہ مسلمانوں کو آزادی حاصل کرنی چاہیے یہ فتویٰ بعد میں آنے والی تحریک کا بنیادی سبب بنا۔ چنانچہ تحریک ریشمی رومال، تحریک خلافت، جنگ آزادی، تحریک ترک موالات جیل بھرو تحریک اور معرکہ بالاکوٹ یہ تمام کے تمام جتنے معرکے تھے یہ اسی فتویٰ کے بعد وجود میں آئے۔ یہ دلوں کی زمین میں علم کے بیج ڈالنے والا مرحلہ تھا جو خاندان ولی اللہ نے سرانجام دیا۔

تیسرا مرحلہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے وجود میں آیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جیتنے کے بعد فرنگی نے مسلمانوں کے اوپر شکنجہ کس دیا چنانچہ امراء کی زمینیں چھین لی گئیں۔ مدارس کے ساتھ جو وقف کی زمینیں تھیں ان کو حکومت کی تحویل میں لے کر مدارس کا گلا گھونٹ دیا گیا دہلی میں (۴۰۰۰) چار ہزار مدارس بند ہو گئے مدرسہ رحیمیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلڈوزر سے اس کی عمارت کو ختم کر دیا گیا اس وقت علم کے تین مراکز تھے۔ دہلی میں تفسیر وحدیث کا ولی اللہی ہی مرکز اور لکھنؤ میں فقہ اور اصول فقہ کا مرکز اور خیر آباد میں فنون کا مرکز ان تین مراکز کو اچھی طرح ختم کر دیا گیا فرنگی یہ سوچتا تھا کہ شاید اس کے بعد اسلام کا نام لینے والے دنیا میں نہیں رہیں گے لیکن جن کے دل میں

درد تھی وہ فکرمند رہے کہ آخر مسلمانوں سے دنیا کا مال چلا گیا اس کی تو کوئی اہمیت نہیں دوبارہ بھی مل سکتا ہے۔لیکن مسلمانوں کا دین تو ان کے ہاتھوں سے نہ جائے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا دردمند دل:

لہٰذا ایک دردمند دل رکھنے والے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے اپنے سسرال میں دیو بند چھوٹی سی بستی تھی وہاں پر ایک استاد اور ایک شاگرد کے ذریعے سے یہ کام شروع کیا پڑھانے والے بھی ملا محمود اور پڑھنے والے بھی محمود الحسن عمارت بھی نہیں تھی انار کے درخت کے نیچے کام شروع ہوا مگر یہ کام اتنا خاموشی سے شروع کیا گیا کہ اس کی طرف کسی کی توجہ ہی نہ گئی چنانچہ کئی سالوں کے بعد جب مسلمانوں کو آزادی ملی تو یہ علم کا ایک بڑا مرکز بن کر دنیا میں ظاہر ہوا۔

دارالعلوم دیو بند کا سنگ بنیاد:

چنانچہ شاہ عبدالغنی مجددی کے شاگرد مولانا مملوک علی جو استاد کل کہلاتے ہیں۔ان کے شاگرد مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء ۱۰ محرم الحرام کو دارالعلوم دیو بند کا سنگ بنیاد رکھا۔سنگ بنیاد بھی حضرت میاں جی منے شاہ ایک بزرگ تھے جن کے ہاتھوں رکھوایا گیا جن کے بارے میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ جنہوں نے کبیرہ گناہ تو کیا کرنا کبیرہ گناہ کرنے کا پکا ارادہ بھی کبھی دل میں نہیں کیا۔ایسے متقی اور پرہیز گار لوگوں سے دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھوایا گیا۔خواب میں نبی علیہ السلام نے دارالعلوم کی جو حدود تھی اس کے بارے میں نشاندہی فرمائی۔اور اس کے نتیجے میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی۔

اصول ہشت گانہ

اصول ہشت گانہ بنا کر اس کی بنیاد توکل علی اللہ کو بنایا گیا۔اللہ رب العزت پر نظر

کتہ ہے ایسا سبق پڑھایا کہ ہم کہہ سکتے ہیں یہ ادارہ اُسس عَلَی التقوٰی کی بنیاد پر دنیا میں وجود میں آیا۔

پھر تم ہی تم رہو گے:

اس ادارے میں تعلیم پانے والے جو دوسرے گروپ کے لوگ تھے ان میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے پر استنے باخدا اہل اللہ تھے کہ ان کی نظر میں ہر وقت علم پر عمل اخلاص کے ساتھ کرنا یہ چیز ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ چنانچہ ان کی جب دستار بندی کے لیے تیاریاں ہوئیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور آنکھوں سے آنسو آ گئے اور کہنے لگے حضرت ہم نے سنا ہے کہ مدرسے کی انتظامیہ ہماری دستار بندی کروانا چاہتی ہے۔ ہم طلباء اس لیے مل کر آئے ہیں ہماری دستار بندی نہ کروائی جائے ایسا نہ ہو کہ کہیں دارالعلوم کی بدنامی ہو جائے۔ حضرت شیخ الہند ٹیک لگا کر بیٹھے تھے سیدھے ہو کر بیٹھے فرمانے لگے۔ اشرف علی تم اپنے استادوں کے سامنے ہوتے ہو تمہیں اپنا آپ نظر نہیں آتا۔ جب ہم نہیں ہوں گے پھر تم ہی تم ہو گے اور واقعی مرد قلندر کی زبان سے یہ نکلی ہوئی بات وقت نے ثابت کر دی کہ ایک وقت تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے اس دین کے میدان میں کام کرنے کے لیے قبول فرما لیا۔

علماء دیوبند کی چند نمایاں صفات:

علماء دیوبند کو اللہ رب العزت نے چند نمایاں صفات عطا فرمائیں۔ خوبیاں عطا فرمائیں ان کو سات مختلف انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ رب العزت کی محبت اتنی تھی عظمت اتنی تھی کہ وہ شرک یا شرکت سے متعلق کوئی بھی چھوٹی سی چیز کو قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوتے تھے اس کے لیے انہوں نے مستقل کام کیے چنانچہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان لکھی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے براہین قاطعہ لکھی، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی

رشیدیہ میں شرک و بدعات کو ختم کرنے کے لیے صحیح عقائد کو کھلے ڈھلے الفاظ میں بیان فرمادیا۔

بت پرستی، شہوت پرستی، قبر پرستی، نفس پرستی کا خاتمہ:

یہ وہ حضرات تھے کہ جنہوں نے اس دنیا سے بت پرستی، قبر پرستی، نفس پرستی، شہوت پرستی ہر قسم کے غیر کی پرستش کو ختم کر کے ایک خدا پرستی کی تعلیم کر کے دکھادیا۔

اکابر علماء دیوبند اور عشق رسالت ﷺ:

دوسری صفت ان کی یہ تھی کہ ان کے دلوں میں نبی علیہ السلام کی محبت بہت مضبوط تھی دل ان کے نبی علیہ السلام کی محبت سے لبریز تھے۔ چنانچہ اکابرین علماء دیوبند میں سے صرف دو حضرات کی ایک دو باتیں یہ عاجز نقل کرتا ہے۔ ایک حضرت مولانا قاسم نانوتوی عاشق رسول تھے فرماتے ہیں:

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزم کون ومکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی حسن مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا

اتنی محبت تھی نبی علیہ السلام سے کہ جب حرمین شریفین کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو بیر علی سے سواری سے اتر کر جوتے اتار کر پیدل چلنا شروع کر دیا۔ نازک بدن تھے۔ پاؤں زخمی ہونے کا ڈر تھا قریب کے ساتھیوں نے کہا کہ حضرت کیوں آپ اس طرح ننگے پاؤں چل رہے ہیں۔ فرمایا کہ جس زمین پر میرے آقا کے نقش قدم لگے ہوں قاسم نانوتوی کو زیب نہیں دیتا کہ جوتوں کے ساتھ اس زمین پر اپنے قدم رکھے۔

ایک شخص نے سبز رنگ کا جوتا پیش کیا آپ نے ادب کی وجہ سے نہیں پہنا اس نے پوچھا حضرت اتنا قیمتی جوتا تھا آپ نے پہنا نہیں۔ فرمایا میرے دل نے گوارہ نہیں کیا کہ

میرے محبوب کے گنبد کا رنگ بھی سبز ہو اور میں اس سبز رنگ کا جوتا اپنے پاؤں کے اندر پہن لوں۔ اتنا ادب کا خیال کرنے والے بزرگ تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو روضۂ انور کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔

دمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر چمکتی رہے تیرے روضے کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ شوق ابوذر ہمیں بھی عطا ہو روحِ بلالیؓ

فرماتے ہیں

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ کہ ہو سگانِ مدینہ میں نام شمار
جیوں تو ساتھ فیضانِ حرم کے تیرے پھروں، مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں یہ عاجزانہ سلام کر کے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے دیکھا کہ چہرہ بڑا پرانوار، پوچھا کہ حضرت آج تو کچھ عجیب کیفیات ہیں حضرت نے شعر میں جواب دیا فرماتے ہیں

میرے آقا کا مجھ پر اتنا کرم تھا
بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے
یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ ہے
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

جب مدینہ طیبہ سے واپس آنے لگے تو گنبدِ خضریٰ پر نظر ڈال کر شعر فرماتے ہیں:

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق:

حضرت گنگوہی ﷫ کو اللہ رب العزت نے عشقِ رسول ﷺ میں ایک خاص شان عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ان کا واقعہ ہے کہ اپنے طلباء کو حدیث پاک کا درس دے رہے تھے

اچانک بارش شروع ہو گئی بارش کی وجہ سے طلباء اپنی کتابیں لے کر کمرے میں چلے گئے اور ان کے جوتے اسی جگہ پڑے رہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رومال بچھایا اوران طلباء کے جوتے اس میں ڈالے گٹھڑی باندھی' اپنے سر پر اٹھائی اور لے کر کمرے میں تشریف لائے۔ جب طلباء نے دیکھا کہ ہمارے شیخ الحدیث ہمارے جوتے سر پر اٹھا کر لا رہے ہیں۔ چیخیں نکل گئیں حضرت آپ نے یہ کیا کیا؟ آگے سے جواب دیا کہ جو لوگ قال اللہ قال رسول اللہ پڑھتے ہیں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟

تو اللہ رب العزت نے ان کو عشق رسول میں ایک خاص شان عطاء فرمائی تھی۔ تو ایک ہاتھ میں یوں سمجھئے توحید تھی اور دوسرے ہاتھ میں ان کے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔

درکفے جام شریعت درکفے سندان عشق

علمائے دیوبند کے علمی کمالات:

علمائے دیوبند کے علمی کمالات اس قدر ہیں کہ انسان ان کے علم کے بارے میں پڑھ کر حیران ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مقبرہ شاہ جہاں میں تشریف لے جاتے اور تمام مذاہب والوں کے سامنے دین اسلام کی حقانیت کو واضح فرماتے حتی کہ کتنے لوگ تھے جو ان کے اس بیان کو سن کر اسلام کے دامن میں داخل ہو جاتے تھے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب درس قرآن دیتے تو ان کے شاگرد خواص خلیفہ خاص حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت شیخ الحدیث کے والد گرامی وہ سنتے اور اسی وقت اس درس کو عربی میں منتقل کرتے چلے جاتے بعد میں جب یہی نوٹ اکٹھے ہوئے تو کوکب الدری اور لامع الدراری دو کتابیں انہیں نوٹس کے ساتھ وجود میں آ گئیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنی کتابوں کو سردی کے موسم میں دھوپ لگوانے کا ارادہ فرمایا کہ نمی کی وجہ سے مخطوطہ کتابوں کے ضائع ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس زمانے

میں تو اتنے زیادہ چھاپے خانے بھی نہیں ہوتے تھے۔ جب انہوں نے کتابیں باہر دھوپ میں لگوائیں تو طالب علم نے کہا حضرت ایک کتاب کے صفحے دیمک نے کھا لیے فرمایا کہ بھائی اس پر سادہ کاغذ جوڑ کر اس کی عبارت کو مکمل کر دو اس نے کہا حضرت یہ کتاب تو میں نے پچھلے سال پڑھی تھی زبانی عبارت تو یاد نہیں فرمایا بس پچھلے سال پڑھی تھی اور زبانی یاد ہی نہیں بتاؤ کتاب کونسی ہے۔ اس نے کہا حضرت مسحری ہے۔ حضرت نے فرمایا جس سے آگے عبارت جو منقطع ہو گئی اس نے وہ عبارت کے الفاظ پڑھے حضرت نے تمام صفحوں کو زبانی لکھوا کر مکمل کروا دیا۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ:

حضرت کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ جب بہاولپور میں ختم نبوت میں تشریف لائے تو اس وقت قادیانیوں نے ایک کتاب کی عبارت پیش کی اس عبارت کو پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ اکابر اہل سنت کے موقف سے ہٹ کر قادیانیوں کا جو موقف ہے گویا وہ ٹھیک ہے اس عبارت سے یوں ثابت ہوتا ہے اب انہوں نے کتاب بھی دکھائی جج نے کہا کتاب بھی ٹھیک اور عبارت بھی یہی بنتی ہے۔ حضرت کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میں ایک طالب علم ہوں یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں میں اس کے دھوکے میں نہیں آؤں گا میں نے اس کتاب ستائیں سال پہلے پڑھی تھی۔ یہ کتاب ذرا مجھے دکھائیے۔ آپ نے کتاب لے کر پڑھی اور فرمایا کہ لکھنے والے نے اس میں سے ایک لائن پوری کی پوری حذف کر دی ہے پچھلی عبارت جب اگلی سے مل کر پڑھی جاتی ہے تو وہ بات ثابت ہوتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں دوسری کتاب منگائی جائے جب دوسری کتاب منگائی گئی تو حضرت کے کہنے کے مطابق درمیان میں سے وہ ایک لائن حذف پائی گئی۔ اس نے پوچھا کہ حضرت آپ کو یہ بات کیسے یاد رہ گئی۔ فرمایا ستائیس سال پہلے پڑھا تھا آج بھی وہی عبارت میرے ذہن میں پوری طرح محفوظ تھی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام:

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی علیہ السلام کی محبت میں نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کتاب لکھی۔ چنانچہ ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے۔ دوسرے کارناموں کے ساتھ کہ انہوں نے تصوف وسلوک کو قرآن مجید سے ثابت فرمایا چنانچہ سلوک کے مسائل جو انہوں نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائے وہ ایسی چیز ہے کہ جو ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ اردو کی کتابیں اور تفسیر میں پڑھنے سے اپنے طلباء کو ابتداء میں منع فرما دیتے تھے۔ لیکن جب بیان القرآن ان کی نظر میں گزری تو فرماتے ہیں کہ اس کو دیکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ علم اردو میں منتقل ہو گیا۔ اب میں طلباء کو اردو کتابیں پڑھنے سے منع نہیں کروں گا گویا پہلے عربی کی تفاسیر پڑھی جاتی تھیں اب اس بیان القرآن کی عظمت کو دیکھ کر انہوں نے گویا اردو کی تفسیر پڑھنے کی بھی اجازت عطا فرما دی اس سے ان کی علمی مقام کا اندازہ لگالیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا درس حدیث:

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ اپنے اجلاس سے رات کو تین بجے آتے تو طلباء دربان سے یہ کہہ کر سوتے کہ جب بھی حضرت تشریف لائیں آپ ہمیں جگا دیجئے گا۔ چنانچہ اتنی دیر حضرت دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے اتنی دیر دربان طلباء کو جگا دیتا۔ حضرت سلام پھیرتے پیچھے درس حدیث کی پوری کلاس آپ کی منتظر ہوتی رات کے تین بجے حضرت مدنی درس حدیث دیا کرتے۔

حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی مشغولیت:

حضرت مولانا یحییٰ کو حماسہ متنبی نفح الیمین زبانی یاد تھیں بلکہ قصیدہ بردہ زبانی یاد تھا۔ سلم دو سو مرتبہ تصحیح کے ساتھ انہوں نے اس کو پڑھا۔ ایک دفعہ دل میں خیال آیا کہ کبھی

فرصت ہوتی تو سردی کے موسم میں دھوپ میں بیٹھ کر گنا چوسیں گے اتنی علمی مصروفیت کہ ۱۸ سال ان کو گنا چوسنے کی فرصت نہ مل سکی۔ یہ اکابرین علماء دیوبند کا علمی مقام تھا۔

علماء دیوبند کی علمی خدمات:

حضرت مولانا قاسم نانوتوی آریا سماج تحریک کے خلاف جو کام کیا اس کے بڑھتے طوفان کو انہوں نے بند کر دیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کی جیل میں جا کر تفسیر لکھی۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کی شرح لکھی۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ سال مسجد نبوی میں درس حدیث دیا۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء السنن لکھی۔

پنجاب یونیورسٹی میں ایک کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام پر 2800 کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس پر حضرت کی کتب پر لسٹ بھی دی ہے۔

حضرت کے اوپر اس میں لسٹ دی گئی کہ حضرت ۲۸۰۰ کتابیں دین اسلام پر لکھیں۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بَذْلُ الْمَجْهُوْد لکھی۔

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا جو اس وقت الحمد للہ ۱۸۰ سے بھی زیادہ ملکوں میں پھیلا ہوا ہے۔

حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل اعمال لکھی جس کو اللہ نے ایسی قبولیت دی کہ آج قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ دنیا میں پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ تو علماء دیوبند کے علمی کمالات جو تھے ان کی وجہ سے علمی خدمات بھی سر انجام دیں اور یہ ثابت کر دیا کہ علماء دیوبند ہر میدان میں دین کو صحیح انداز میں امت کے سامنے پیش کرنے والے ہیں۔

علماءِ دیوبند کے تاریخی کارنامے:

انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ مولویت نام ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کا
مولویت نام ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کا
مولویت نام ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کا
ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی اتباعِ سنت کا
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی قلب کا
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت کا
شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا
حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا
حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وجاہت کا
اور حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا

﴿أُولٰئِكَ اٰبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ اِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعُ﴾

علماءِ دیوبند کی جو علمی خدمات ہیں ان میں ایک بڑی خدمت ان کی یہ کہ انہوں نے باطل کے خلاف ہر محاذ پہ مقابلہ فرمایا۔

علماءِ دیوبند کے مجاہدانہ کارنامے:

اگر ان اکابر کے حالاتِ زندگی پوچھتے ہیں تو ذرا مالٹا کے در و دیوار سے پوچھیے کہ شیخ الہند کی شخصیت کیسی تھی۔

دینا ہال کراچی کے در و دیوار سے پوچھیے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت کیسی تھی؟

جزیرہ انڈمان سے پوچھیے کہ مولانا جعفر خان تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کیا تھی۔
بالاکوٹ کے سنگریزوں سے جا کر پوچھیے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت کیسی

تھی؟

میاں والی اور سکھر کی جیلوں سے جا کر پوچھئے کہ عطاء اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر استقامت کتنی تھی؟

اگر علماء دیوبند کی علمی خدمات دیکھنی ہیں تو دہلی سے لے کر پشاور تک خیبر جرنیلی سڑک دونوں طرف جو درخت بڑے بڑے موجود ہیں ذرا ان درختوں سے داستانیں پوچھ لیجئے کہ علماء دیوبند کو جب پھانسی پر تمہارے اوپر لٹکا دیا گیا تو اس وقت تم نے ان میں کیسی استقامت دیکھی تھی بلکہ پھانسی گروں کے ان پھندوں سے جا کر پوچھئے کہ تمہیں کن لوگوں نے چوم کر اپنے سینے سے لگایا اور اللہ کے نام پر پھانسی کے اوپر چڑھ کر ثابت کر دیا کہ ہم اپنی جان تو قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے۔

کفر ناچا جن کے آگے تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر ناچ کرتا ہے سپند
ان میں قاسم ہو یا انور شاہ کہ محمود الحسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

علماء دیوبند اسلاف کی سچی نسبت کے امین:

علمائے دیوبند کی ایک اور خوبی کہ ان کو اپنے اسلاف کے ساتھ سچی نسبت تھی اور یہ نسبت ایسی پکی تھی کہ اس کی چند مثالیں بڑی حیران کن ہیں۔ ذرا توجہ فرمایئے گا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں درس حدیث دیا علماء دیوبند میں سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا روحانی وارث بن کر دکھایا' اور مسجد نبوی کے اندر ۱۸ سال درس حدیث دیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر سے خوشبو آئی چنانچہ ان کے روحانی فرزند حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جب ان کو دفن کیا گیا میانی شریف کے

قبرستان میں تو ان کی قبر سے بھی خوشبو آئی تھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے مسئلہ خلق القرآن میں استقامت کی وہ مثال پیش کر دی کہ دنیا حیران ہے ان کے روحانی فرزند حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کے اندر استقامت کی وہی مثال پیش کر دی۔ چنانچہ جب ان کو فرنگی سزائیں اور ان کو راتوں کو دردناک سزائیں دیتا۔ اس وقت بے قرار ہوتے اور اپنے شیخ سے عرض کرتے حضرت کوئی ایسی بات فرما دیجئے جس سے یہ آپ کو سزا نہ دیں تکلیف نہ پہنچائیں مگر شیخ الہند فرماتے ہرگز نہیں ایک مرتبہ دو چار شاگردوں نے مل کر سب کے سب نے عرض کیا۔ حضرت اب تکلیف ہم سے نہیں دیکھی جاتی کوئی تو آپ ایسی بات کر دیں آخر امام محمد نے کتاب الحیل لکھی کوئی حیلہ کوئی ذو معنی لفظ استعمال کر لیجئے تاکہ آپ کو یہ تکلیف نہ پہنچے۔ اس وقت حضرت شیخ الہند اٹھ کر بیٹھ گئے فرمانے لگے حسین احمد مدنی تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا میں وارث ہوں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا میں روحانی بیٹا ہوں بی بی سمیہ کا میں روحانی بیٹا ہوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا میں روحانی بیٹا ہوں احمد بن حنبل کا یہ لوگ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں لیکن میرے دل سے ایمان کو نہیں نکال سکتے۔ شاعر نے الفاظ میں بیان کیا

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

تکوینی نسبتیں:

بعض چیزیں انسان کے بس میں نہیں ہوتیں تکوینی انداز سے پیش آتی ہیں مگر اس سے نسبت کے سچے ہونے کے ثبوت ملا کرتے ہیں۔ کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اللہ

نے ان کو بڑی فقاہت دی تھی اور بہت علم عطا فرمایا تھا۔ ان کی وفات ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان لکھی شرک کی جڑیں اکھاڑ کر رکھ دیں پورے ایک ۱۰۰ سال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے براہین قاطعہ لکھی ان کی ۱۳۴۶ھ میں وفات ہوتی ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ جن کی فقاہت آج تمام علماء پر ظاہر ہے کہ فتاوی شامی ہر دارالافتاء کے اندر موجود ہوتا ہے۔ ان کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہوئی۔ ٹھیک ایک سو سال کے بعد ۱۳۵۲ھ میں حضرت کشمیری کی وفات ہوئی یہ تکوینی نسبتیں ہیں جو اللہ نے وارثوں کو ان کے مورث کے ساتھ عطا فرمادی۔ ان کے اکابر کے ساتھ عطا فرمادی۔

چنانچہ ایک توجہ طلب بات ہے۔ ۱۸۲۸ یکم مئی اتوار کا دن پشاور کے چوک میں شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا تھا۔ اور ۱۹۷۲ یکم مئی اتوار کا دن بنتا ہے جب حضرت مفتی محمود نے اسی چوک کے اندر شراب کی بندش کا اعلان فرمایا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا:

کچھ باتیں انسان کے اختیار میں ہوتی ہیں اور کچھ اختیار میں نہیں ہوتیں ان میں بھی اگر دیکھا جائے تو اللہ رب العزت نے ہمارے اکابرین علماء دیوبند کو اپنے اکابر کے ساتھ کچی نسبتیں عطا فرمائیں چنانچہ ہر مومن کے دل میں تڑپ ہوتی ہے کہ مجھے نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ مل جائے جنت البقیع میں جگہ مل جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اس کے لیے تڑپتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا مانگتے تھے اے اللہ مجھے شہادت کی موت عطا فرما اور مدینہ میں دفن ہونے کی سعادت نصیب فرما یہ وہ سعادتیں ہیں۔ یہ سعادتیں بھی اللہ رب العزت نے ہمارے علماء دیوبند کو عطا فرمائیں چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مکی مہاجر مکہ مکرمہ میں جنت معلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ایک طرف دفن

ہوئے ان کے بعد حضرت لاہوری بڑے بیٹے وہ بھی جنت معلی میں حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے قدمین کی طرف دفن ہوئے پھر باقی حضرات مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ جو علماء دیوبند میں سے ایک نمایاں مقام رکھنے والے بزرگ تھے۔ ان کے شاگرد تھے۔ ان کی وفات بھی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ چنانچہ جنت البقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان کی بھی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب دفن ہوئے۔ حضرت خلیل احمد میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات بھی مدینہ طیبہ میں ہوئی اور حضرت ابراہیم جو نبی علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے ان کے قدموں میں وہ دفن ہوئے اسی طرح قاری شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ان کو بھی مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی جنت البقیع میں وہ بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے قدمین کی طرف ہیں۔ اس طرف ان کی تدفین ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا ان کی بھی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی اور ان کی تدفین شہداء احد کے قریب ہوئی۔

دیکھئے یہ عشاق رسول ہیں جنہوں نے زندگیاں بھی قال اللہ قال رسول اللہ میں گزار دیں اور جب ان کی وفات ہوئی تو اپنے آقا کے قدموں میں جگہ پائی کسی شاعر نے کہا

آقا تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
اور میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

علمائے دیوبند کو اللہ رب العزت نے روحانی کمالات بھی بڑے عطا فرمائے تھے۔ چنانچہ یہ حضرات خشک ملاں نہیں تھے بلکہ صفائی باطن کا کام کرنے والے چنانچہ جب مسند حدیث پر بیٹھتے تھے تو عسقلانی اور قسطلانی نظر آتے اور جب مسند ارشاد پر بیٹھتے تھے تو وقت کے جنید رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید رحمۃ اللہ علیہ نظر آیا کرتے تھے۔ جیسے ابھی تھوڑی دیر پہلے کسی بزرگ نے فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم سے لے کر دربان تک سب کے سب صاحب نسبت ہوا کرتے تھے چنانچہ شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ صاحب ان سے اس عاجز کی ملاقات

دارالعلوم دیوبند میں ہوئی تو انہوں نے یہ بات اس عاجز کو بتائی فرمانے لگے کہ دارالعلوم کے پہلے پچاس سال میں جو بھی بچہ دارالعلوم سے فراغت حاصل کرتا تھا اس کو سند تو دے دی جاتی تھی مگر اس کی دستار بندی اس وقت کروائی جاتی تھی جب کسی نہ کسی بزرگ سے صاحب نسبت بھی ہو جاتا تھا پھر دارالعلوم کی انتظامیہ نے مشورہ کیا شوری نے کہ اس طرح تو طلباء کا بہت سارا وقت لگ جاتا ہے۔ دس سال پڑھنے میں لگائیں پھر دو چار سال کسی شیخ کی خدمت میں لگائے اب ان کو موقع دینا چاہیے یہ اپنے گھروں پر جا کر قریب کے کسی شیخ سے بیعت کی نسبت حاصل کریں اور یہ محنت وہاں کرلیا کریں تو پچاس سال کے بعد پھر جو تعلیمی امتحان پاس کرتا تو اس کی دستار بندی کروانی شروع ہوگئی اسی لیے اگر کسی آدمی کو فلسفہ اور منطق پر ناز ہے تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے کہ وہ صاحب نسبت تھے اگر کسی کو اپنی فقاہت پہ ناز ہے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اقامت دین کی کوششوں پہ ناز ہے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اپنی تصنیف و تالیف پہ ناز ہے تو حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ اگر کسی کو اپنی ذہانت پر ناز ہے تو، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ اگر کسی کو اپنے تقوی پر ناز ہے تو حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اپنی توحید پر ناز ہے تو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کی زندگی کو دیکھے۔ کسی کو اپنے جذبہ دعوت و تبلیغ پہ ناز ہے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے اگر کسی کو ادب اور عربیت پر ناز ہے تو حضرت مولانا سید سلمان ندوی کی زندگی کو دیکھے اگر کسی کو سحر تقریر پہ ناز ہے تو اس کو چاہیے کہ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے۔ اگر کسی کو فرنگی کے خلاف اپنی آزادی کی تحریکوں پہ ناز ہے تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھے یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے ہر محاذ پہ کام کر کے بتا دیا کہ ہم ظاہر میں بھی دین کا کام کر رہے ہیں اور باطن میں نسبت کا نور بھی رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ نسبت کا نور رکھنے

والے وہ اکابر تھے جن کو اللہ نے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالیا تھا۔ چنانچہ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا قافلہ جارہا تھا ان میں سے اللہ رب العزت نے چند روحوں کو پیچھے روک لیا اور ہمارے زمانے میں پیدا فرمادیا تاکہ متاخرین متقدمین کی زندگیوں کے نمونے اپنی زندگی کے اندر دیکھ سکیں اللہ رب العزت نے ان کو وہ قدسی نفوس بنادیا تھا۔

علمائے دیوبند کی نسبت:

دیوبند کی علمی نسبت نبی علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔ عزیز طلباء ہمارے یہ اکابر اپنی علمی نسبت میں بڑے مضبوط اور پکے تھے چنانچہ ذرا توجہ فرمایئے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ درس حدیث حاصل کیا کن سے حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے یہ نور حاصل کیا شاہ اسحٰق سے انہوں نے حاصل کیا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ شیخ ابوطاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ علامہ محمد بن احمد صاحب مجمع البحار رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ شیخ عصام الدین صاحب کنز الاعمال سے انہوں نے حاصل کیا ربیع بن سعید سے انہوں نے حاصل کیا ابوعیسیٰ ترمذی سے انہوں نے حاصل کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ محدث یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ امام ابویوسف علیہ السلام جبکہ منصف بالحدیث کا لقب دیا گیا۔ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ان سے حاصل کیا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ نے امام حماد سے حاصل کیا اور انہوں نے عبداللہ ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کیا۔ اور عبداللہ ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ ہمارے اکابرین کی یہ علمی نسبت اتنی پکی تھی اور مضبوط ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے اکابرین کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے کہ جنہوں نے ہمیں اپنے پیچھے چلانے کی بجائے شریعت کی روشن راہ کے اوپر چلا کر دکھادیا۔

آخری بات ذرا توجہ فرمایئے کہ اللہ رب العزت نے اس فقیر کو دین کی نسبت سے دنیا کے کئی ممالک میں سفر کی توفیق عطا فرمائی مشرق دیکھا مغرب دیکھا امریکہ دیکھا' افریقہ دیکھا وہ علاقہ بھی دیکھا جہاں چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات وہ جگہ دیکھی جہاں پر لکھ کر گورنمنٹ نے لگایا ہے End of the world یہ دنیا کا آخری کنارہ ہے سائبیریا کی وہ جگہیں دیکھیں جہاں پر سارا سال لوگ برفانی گھروں کے اندر برف کے بنے گھروں کے اندر زندگی گزارتے ہیں افریقہ کے جنگلوں میں جا کر زندگی کو دیکھا لیکن یہ عاجز اتنی بات باوضو بیٹھ کر مسجد میں عرض کرتا کہ یہ عاجز دنیا میں جہاں بھی گیا۔ وہاں پہ علمائے دیوبند کا کوئی نہ کوئی روحانی فرزند پہلے ہی بیٹھا دین کا کام کرتا نظر آیا۔

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
عابد کے یقین سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل
کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رک جاتے ہیں
اس کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں
یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

اللہ رب العزت ہمیں ساری زندگی ان اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں کے قدموں میں ہمیں جگہ عطا فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۃ النحل ۔ ۹۷)

حصولِ حیاتِ طیبہ کے مدارج

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

انسان اپنے بارے میں فکرمند رہے اور دوسروں کے بارے میں حسن ظن رکھے۔ آج ہم الٹ کرتے ہیں۔ دوسروں کی فکر ہوتی ہے۔ اس میں یہ ہے اس میں یہ ہے۔ اور اپنے بارے میں بڑا حسن ظن ہوتا ہے۔ کہ ہم تو قیامت کے دن بڑے آرام وسکون میں ہونگے۔ چنانچہ جب قیامت کے دن کے بارے میں سوچتا ہے عام آدمی تو وہ سوچتا ہے کہ قیامت کا دن ہوگا لوگ کھڑے ہونگے' حساب ہو رہا ہوگا' بڑا میزان ہوگا جس پر نیکیاں گناہ تل رہے ہونگے' کچھ لوگ جنت میں جا رہے ہونگے اور دوسرے کچھ لوگ وہ جہنم میں جا رہے ہونگے اور میں! دیوار پہ بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہونگا۔ اپنے بارے میں یہ سوچتا ہے بندہ۔ یہ نہیں سوچتا کہ یا تو میں جنت والوں میں سے ہوں گا یا میں بھی جہنم جانے والوں میں سے ہونگا۔

ازافادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

حصول حیات طیبہ کے مدارج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۃ النحل ۱۸۰)
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

جو کوئی بھی نیک اعمال کرے مرد ہو یا عورت ہو۔

وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور وہ ایمان والا ہو۔

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

ہم ضرور بالضرور اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور نیک اعمال کے ساتھ پاکیزہ زندگی ملنے کی خوشخبری مل رہی ہے۔

اعمال کی طاقت:

دنیا کا ہر انسان چاہتا ہے مجھے پاکیزہ زندگی ملے۔ تو یہ آیت مبارکہ اس راز سے پردہ ہٹا رہی ہے۔ کہ اے کلمہ پڑھنے والو! اگر تم نیک اعمال کو اپنالو زندگی کو نیکی پر لے آؤ تو اس کے بدلے میں اللہ رب العزت تمہیں پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ اللہ رب العزت نے اعمال کے اندر طاقت رکھی ہے اعمال کے اندر اثرات رکھے ہیں۔ چنانچہ جو انسان اچھے طریقے سے نماز پڑھے اس کو کامیابی کا وعدہ۔ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ (المومنون)

تحقیق فلاح پاگئے وہ ایمان والے جو خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کو ادا کرتے ہیں۔

فلاح کی تعریف:

فلاح کہتے ہیں ایسے کامیابی جس کے بعد ناکامی نہ ہو۔ اللہ رب العزت کے ہاں ایسی عزت کے جس کے بعد ذلت نہ ہو۔ اور یہ اچھی نماز پڑھنے پر اللہ رب العزت بندے کو عطا فرما دیتے ہیں۔

اطمینان قلب کا نسخہ:

ذکر کرنے پر اللہ رب العزت کی طرف سے اطمینان قلب ملنے کا وعدہ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:۲۸)

جان لو! اللہ رب العزت کی یاد کے ساتھ دلوں کا اطمینان وابستہ ہے۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

تو اللہ رب العزت کی یاد سے انسان کے دل کو اطمینان ملتا ہے۔ سکون ملنے کا اللہ

رب العزت نے وعدہ فرمایا۔

تقویٰ پر انعام:

روزہ رکھنے پر انسان کو تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔اور تقویٰ ملنے پر اللہ رب العزت کی طرف سے برکتوں کے دروازے بندے پر کھول دیئے جاتے ہیں۔چنانچہ روزے کو فرض کرنے کا جو مقصد بتایا گیا

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرة:۱۸۳)

تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔اور اس تقویٰ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾

اگر یہ بستی والے ایمان لے آتے اور تقویٰ کو اختیار کرتے

﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ﴾ (الاعراف ۹۶)

ہم آسمان اور زمین سے ان کے لیے برکتوں کے دروازوں کو کھول دیتے ہیں۔ہر بندے کے دل کی تمنا ہے کہ مجھے برکتیں نصیب ہوں' میری صحت میں برکت' وقت میں برکت' رزق میں برکت' اولاد میں برکت' دین میں برکت' میرے کاموں میں برکت' تو ہم ہر چیز میں اللہ رب العزت کی طرف سے برکتیں چاہتے ہیں۔اگر تقویٰ بھری زندگی کو اختیار کریں' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم تمہارے اوپر برکتوں کے دروازوں کو کھول دیں گے۔

مغفرت اور وسعت رزق کا وعدہ:

حج کرنے پر انسان کے لیے مغفرت اور وسعت رزق کے وعدے۔چنانچہ حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

﴿تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ﴾

تم حج اور عمرہ بار بار کرو

﴿فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ﴾

اس لیے کہ بار بار حج اور عمرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو تنگدستی اور گناہوں سے نجات عطا فرمادیتے ہیں۔ تو مغفرت بھی ملی اور رزق بھی بندے کا بڑھ گیا۔

اثرات:

اعمال کے اندر طاقت واثرات ہیں یہ خدائی وعدہ ہے۔ چیزوں کے اثرات یہ ہمارا مشاہدہ ہے۔ بجلی کا جھٹکا لگنے سے بندے کی موت آتی ہے۔ لہٰذا کوئی آدمی بجلی کی ننگی تار کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ زہر کھالینے سے انسان کی موت واقع ہوتی ہے۔ ہر بندہ زہریلی چیز سے دور رہتا ہے۔

اعمال پر یقین:

اسی طرح اگر یقین ہوجائے کہ نیک اعمال کرنے پر اللہ کی طرف سے خیر ملے گی اور گناہوں کے کرنے سے اللہ کی طرف سے عذاب ہوگا تو پھر کوئی بھی انسان گناہ کی طرف قدم نہ بڑھائے بلکہ اپنی پوری زندگی نیکی کے اوپر خرچ کرے۔ دو بندے ایک کام کرتے ہیں۔ ایک کا عمل بنا ہوا فلاح مل گئی دوسرے کا عمل بگڑا ہوا اس کو اللہ کی طرف سے سزا مل گئی۔

نماز پر فلاح کا وعدہ:

ذرا غور فرمایئے! اچھی نماز پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاح کا وعدہ۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾

چنانچہ جس کو فلاح نصیب ہوگی وہ جنت میں جائے گا۔ اور اسی نماز کو بگاڑنے سے جہنم میں جانے کا معاملہ۔

﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (الماعون)

ایک ہی نماز ہے بنانے والے کو جنت مل گئی، غفلت کرنے والے اور اس عمل کو

بگاڑنے والے کو اللہ نے جہنم کی بات کردی۔

قرآن پڑھنے پر دعوت:

چنانچہ اچھا قرآن انسان کے لیے سلامتی کا سبب۔ جو انسان حافظ ہے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اقرا وقرآن پڑھ اور جنت کا درجہ چڑھ اور

﴿وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا﴾

ٹھہر ٹھہر کے پڑھ جیسے دنیا میں ٹھہر کے پڑھتا تھا۔ اب یہ جنت میں گیا قرآن کی وجہ سے۔ اور جنت میں اس کو ملائکہ بھی سلام دے رہے ہیں۔ اور جنتی بھی سلام ایک دوسرے کے اوپر سلامتی اور اگر اسی قرآن کی تعلیمات کی خلاف ورزی کر کے قرآن کو پڑھا تو حدیث میں آتا ہے:

﴿رُبَّ قَارِئٍ يَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ﴾

کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں اور قرآن اس کے اوپر لعنت کر رہا ہوتا ہے۔ تو ایک ہی عمل کو بنا لیا تو رضا مل رہی ہے۔ اسی عمل کو بگاڑ لیا تو انسان کو اللہ کی طرف سے سزا مل گئی تو جب اعمال انسان کو کرنے ہی ہیں تو کیوں نہ سنوار کے کرے۔ انکو بہتر کرنے کی کوشش کرے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی:

سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے اس دنیا میں ایسی بادشاہی دی کہ نہ پہلے کسی کو ایسی بادشاہی ملی ہے اور نہ بعد میں کسی کو ملے گی۔ انسانوں کے بادشاہ جنوں کے بادشاہ پرندوں کے بادشاہ ہوا کے بادشاہ خشکی تری کی ہر مخلوق کے بادشاہ۔ ان کا حکم چلتا تھا ہر ایک کے اوپر۔ ایسی اللہ رب العزت نے ان کو بادشاہی اور سلطنت عطا فرمائی۔ لیکن اس کے بعد فرمایا کہ ان کو اللہ رب العزت کی طرف جو قرب ملا قبولیت ملی وہ ان کو ان کے اعمال کی وجہ سے ملی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾

میرا کتنا اچھا بندہ تھا

﴿اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ (ص ۳۰)

وہ میری طرف رجوع کرنے والا تھا۔ اب یہ نعمت عبد کا مرتبہ ملا نعمت عبد کا جو تاج ان کے سر پر سجایا اس کی بنیاد اللہ کی طرف رجوع فرمایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر پر انعام:

دوسری طرف دیکھیے حضرت ایوب علیہ السلام کے اوپر امتحان آ گیا۔ ساری جائیداد چلی گئی' باغات چلے گئے' بیوی بھی فوت ہو گئی' بچے بھی مر گئے اور خود بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اتنی آزمائشیں لیکن اس سب کے باوجود اللہ رب العزت کا قرب ملا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا﴾ (ص ۴۴)

ہم نے انہیں صبر کرنے والا پایا۔ کیا شاہانہ کلام ہے۔ ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا﴾ میرا کتنا اچھا بندہ۔ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ۔ وہ میری طرف رجوع کرنے والے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا کی بادشاہت ہے پھر بھی قرب مل رہا ہے' رجوع الی اللہ کی وجہ سے۔ اور ظاہری طور پر فقر و فاقہ' تنگدستی سب کچھ ہے نعم العبد کا خطاب مل رہا ہے آواب ہونے کی وجہ سے۔

قرب الٰہی ملنے کی وجوہات:

معلوم ہوا کہ قرب ملتا ہے اعمال کی وجہ سے۔ اس میں دنیا کی مال و دولت کا کوئی دخل نہیں۔ ایک انسان جھونپڑی میں بیٹھ کے بھی اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔ اور ایک انسان قوم کے گدوں کے اوپر لیٹ بیٹھ کے بھی اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔ دنیا ظاہری ایک چیز ہے' مادی چیز ہے' اس راستے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

دو خوشخبریاں:

چنانچہ ایمان اعمال بنانے والے کو دو خوشخبریاں، دو نعمتیں ملیں۔

پہلی: فرمایا:

﴿فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾

پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

دوسرا اس عمل پر انعام

﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

دو انعام ملے، دنیا میں پاکیزہ زندگی اور آخرت میں بڑا اجر۔ جتنا اجر اتنے ان کے درجات۔

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ (الاحقاف:۱۹)

چنانچہ دنیا میں پاکیزہ زندگی ملی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجات مل گئے۔

دو عذاب:

اور اعمال بگاڑنے والے پر دنیا میں دو عذاب۔ کیا؟ فرمایا:

﴿مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي﴾

جو میرے قرآن سے رخ پھیرے

﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ (طہ:۱۲۴)

یہ پہلا عذاب ہم اس کی معیشت کو تنگ کر دیتے ہیں۔ تنگ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی بکری تھوڑی ہوتی ہے۔ پیسے نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے بے سکون رزق دیتے ہیں۔ مَعِيشَةً ضَنْكًا ایسا رزق ملتا ہے کہ Tention ہوتی ہے ۔ ۔ ۔

چنانچہ آپ دیکھیں بڑے بڑے انڈسٹریوں والے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ او جی!

کمپنی کا Shere کھلتا ہے پتہ نہیں کتنا کھلتا ہے؟ Tention ہر وقت کی پریشانی۔
او جی! ہم نے Container بھیجا تھا اور وہ رک گیا۔ بڑے پریشان۔ ہم نے ایک
Deal کرنی تھی موقع پہ نہیں ہو سکی بڑی پریشانی۔ تو کروڑوں میں کھیلنے والے بھی
پریشان۔ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے رزق کو ایسے تنگ کریں گے کہ
بے سکون ہی رہے گا۔ پریشان ہی رہے گا رزق کی طرف سے۔ کبھی ادھر کوئی پیسے دبا کے
بیٹھ گیا اور کبھی کوئی دھوکے سے پیسے لے کے چلا گیا' پریشان ہی رہے گا۔ ذہنی طور پہ ہر
وقت Occopied رہتے ہیں یہ لوگ۔ نماز میں اسی مال کا خیال' سکون نہیں ہوتا۔ ایسی
مصروفیت اللہ دے دیتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ کوئی سکھ کے دو لمحے گزارنے
کا موقع نہیں ملتا۔ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ فرمایا ہم اس کی معیشت کو تنگ کر دیتے ہیں۔ بے سکون
روزی دیتے ہیں۔ ایک عذاب تو یہ ملتا ہے۔ دوسرا وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۔ (طٰہٰ ۱۲۴)
اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کھڑا کریں گے۔ یا اللہ یہ سزا کیسی؟ فرمایا کہ شریعت کا
اصول ہے' جزاء من جنس العمل جیسا عمل ویسا بدلہ۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ فرمایا دنیا میں
اس نے میری تعلیمات سے' احکام سے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا' اپنا رخ پھیر لیا' یہ اندھا
بنا رہا' جب دنیا میں اس نے اندھے پن کا مظاہرہ کیا ہم قیامت کے دن اس کو اپنے
سامنے اندھا کھڑا کریں گے۔ اب بتایئے! اعمال بنانے پر کس قدر اچھائیاں مل رہی ہیں؟
اور اعمال کے بگاڑنے پر بندے کو کس قدر نقصان نصیب ہو رہا ہے؟ لہٰذا جو شخص چاہے کہ
میں اپنی ذات کو قیمتی بناؤں اس کو چاہیے کہ اپنے اوپر محنت کرے۔ دستور یہ ہے کہ جس چیز
پر محنت ہوتی ہے۔ وہ چیز قیمتی بن جاتی ہے۔ لکڑی پر محنت کر دی' لکڑی فرنیچر بن کر کتنی مہنگی
بکتی ہے۔ انسان نے پتھر پر محنت کی' پتھر پالش ہو کے جب نکلتا ہے تو کیا اعلیٰ ریٹ اس کا
بنتا ہے۔ لوہے پر محنت کی' لوہا ہوا میں اڑتا پھر رہا ہے۔ اور دیکھو جہاز کی کتنی قیمت ہوتی
ہے۔ کہ Silicon ریت کو کہتے ہیں۔ اس ریت پر بندے نے محنت کی اور سیلیکون

سے اس نے .... سرکٹ بنائے۔ سرکٹ اتنے مہنگے کہ اگر اس کا ہم وزن سونا تولا جائے تو سونے سے تین گنا زیادہ ان کے اوپر قیمت لگ رہی ہے۔ تو انسان کی محنت اگر مادے پر لگی تو مادہ سونے سے تین گناہ قیمتی بن گیا اے بندے! اگر تو اپنی محنت اپنی ذات پر لگائے گا کیا اللہ کی نظر میں تو قیمتی نہیں بن جائے گا؟ اگر لوہا پرواز کر سکتا ہے تو کیا انسان روحانی طور پر پرواز نہیں کر سکتا۔ تو محنت کا رخ اپنی ذات کو بنائیے۔

ایک سنہری اصول:

انسان اپنے بارے میں فکر مند رہے اور دوسروں کے بارے میں حسن ظن رکھے۔ آج ہم الٹ کرتے ہیں۔ دوسروں کی فکر ہوتی ہے۔ اس میں یہ ہے اس میں یہ ہے۔ اور اپنے بارے میں بڑا حسن ظن ہوتا ہے۔ کہ ہم تو قیامت کے دن بڑے آرام وسکون میں ہونگے۔ چنانچہ جب قیامت کے دن کے بارے میں سوچتا ہے عام آدمی تو وہ سوچتا ہے کہ قیامت کا دن ہوگا لوگ کھڑے ہونگے' حساب ہو رہا ہوگا' بڑا میزان ہوگا جس پر نیکیاں گناہ تل رہے ہونگے' کچھ لوگ جنت میں جا رہے ہونگے اور دوسرے کچھ لوگ وہ جہنم میں جا رہے ہونگے اور میں! دیوار پہ بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہونگا۔ اپنے بارے میں یہ سوچتا ہے بندہ۔ یہ نہیں سوچتا کہ یا تو میں جنت والوں میں سے ہوں گا یا میں بھی جہنم جانے والوں میں سے ہونگا۔

قیامت کا دن اور کامیابی کا معیار:

قیامت کے دن کو اللہ رب العزت یوم التغابن کہتے ہیں۔

﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ (التغابن:۹)

اے انسان! تیرے لیے وہ ہار جیت کا دن ہوگا۔ یا تو زندگی کی بازی جیت جائے گا یا پھر زندگی کی بازی ہار جائے گا۔ اگر ایسا دن ہے تو کیا ہم اس طرح سوچتے ہیں۔ اصول یہ ہے اپنے بارے میں فکر مند رہے اور دوسروں کے بارے میں حسن ظن رکھے۔ اگر حسن ظن

رکھنا آ گیا اور اپنے بارے میں فکر لگ گئی تو یہ انسان کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ اس دنیا میں ظاہر طور پر نیکوں پر بھی حالات آ جاتے ہیں' بروں پر بھی حالات آ جاتے ہیں۔ ظاہر میں وہ ایک جیسے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ جیسے نیک بندہ اور برا بندہ ظاہر میں تو ایک جیسے نظر آتے ہیں' جسمانی طور پہ کیا فرق ہے؟ مگر باطن میں فرق ہے۔ حقیقت میں فرق ہے۔ ایک ایمان سے خالی' دوسرا ایمان سے بھرا ہوا دل لیے پھر رہا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا بانس ہوتا ہے پتلا سا' تو دیکھنے میں گنے کے بالکل مشابہ نظر آتا ہے' بالکل مشابہ۔ ظاہر میں فرق نہیں نظر آتا لیکن بانس اندر سے بالکل خشک ہوتا ہے اور گنا اندر سے سارا کا سارا میٹھے رس کے ساتھ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تو ظاہر ایک مگر حقیقت مختلف۔ اسی طرح حالات عام بندے پر بھی آتے ہیں۔ اور آزمائش کے حالات مومن پر بھی آ جاتے ہیں۔ ظاہر ایک ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ذرا توجہ سے یہ نکتہ سمجھ لیجیے کہ فرمانبرداروں پر بھی حالت آتے ہیں اور نافرمانوں پر بھی آ جاتے ہیں۔ مگر دونوں میں فرق کہاں ہوتا ہے؟ سمجھنے کی کوشش فرمایئے گا! نافرمانوں پر اللہ رب العزت کی نعمتیں شروع میں آتی ہیں۔ پھر وہ ان نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ اور ناقدری کرنے پر اللہ رب العزت ان کی پکڑ فرماتے ہیں۔ جبکہ فرمانبرداروں کے ساتھ اللہ کی مدد آخیر کے اوپر آتی ہے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ﴾

حتیٰ کہ جب رسول بھی مایوس ہو گئے

﴿وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾

اور انہوں نے یہ جان لیا کہ شاید ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا گیا اللہ فرماتے ہیں

﴿جَآءَهُمْ نَصْرُنَا﴾ (یوسف: ۱۱۰)

ان کے اوپر ہماری مدد آ گئی۔ تو نافرمانوں کو اللہ پاک ابتدا میں نعمتیں دیتے ہیں آخیر

پر ان کی پکڑ فرماتے ہیں کہ گت بناتے ہیں۔ اور فرمانبرداروں پہ شروع میں مجاہدہ کروا لیتے ہیں اور آخیر پر جا کر اللہ اپنی مدد ان کے شامل حال فرما دیتے ہیں۔

دوسرا فرق:

مصیبت آتی ہے نیکوں پر بھی بروں پر بھی مگر نافرمان پر مصیبت ایسے جیسے کسی نے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا اور بلڈ کے زیادہ نکلنے سے یہ صاحب فوت ہی ہو گئے۔ چھری تو اس کو بھی لگی' خون تو اس کا بھی نکلا مگر نتیجہ اس کی موت کے ساتھ نکلا۔ اور فرمانبرداروں پر بھی مصیبت آئی مگر اس کی مثال ایسے کہ جیسے جسم میں پھوڑا تھا ڈاکٹر نے آپریشن کے لیے چھری چلائی۔ چھری یہاں بھی چل رہی ہے' خون یہاں بھی نکل رہا ہے' پانچ سات خون کی بوتلیں یہاں بھی لگ رہی ہیں لیکن اپریشن کا انجام اللہ نے بیماری سے اس کو صحت عطا فرما دی۔ ظاہر ایک جیسا مگر انجام میں فرق ہوتا ہے۔ نافرمان کو رزق ملتا ہے تو ایسے جیسے چوہے کو پکڑنے کے لیے کوئی پراٹھے کا ٹکڑا پنجرے میں لٹکا دیتا ہے۔ اب جی! وہ بڑا خوش پھر رہا کہ پراٹھا مل گیا کھانے کو مگر وہ یہ تو نہیں جانتا کہ اسی پراٹھا کے کھانے میں میری گردن پکڑی جائے گی اور مجھے جان سے ہی مار دیا جائے گا۔ نافرمان کو پراٹھا ملا مگر پراٹھے کا ٹکڑا اس کے لیے موت کا سبب بنا۔ اور فرمانبرداروں کو بھی اللہ نعمتیں دیتے ہیں مگر ایسے جیسے کوئی بولنے والے طوطے کو چوری کھلاتا ہے۔ یہ جو بولنے والے طوطے ہوتے ہیں نا کبھی سلام کرتے ہیں' کبھی اللہ کا لفظ لیتے ہیں' لوگ اس کو بڑے شوق سے پالتے ہیں۔ ان کی بڑی خدمت کرتے ہیں۔ اور یہ میاں مٹھو کو چوری کھلاتے ہیں۔ مگر یہ جو چوری ہے یہ نعمت کے طور پر مل رہی ہے۔ اور ادھر روٹی اس کے لیے موت کا پیغام بن کر آ رہی ہے۔ ظاہر ایک ہے ایک کے لیے موت کا سبب ہے دوسرے کیلئے زندگی اور صحت کا سبب ہے۔

چنانچہ نافرمانوں پر اللہ رب العزت جو نعمتیں بھیجتے ہیں اس کا نام اللہ رب العزت نے فتح ابواب رکھا۔

طلبہ کے لیے نکتہ:

نافرمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ جو نعمتیں بھیجتے ہیں اس کا نام اللہ نے رکھا؟ فتح ابواب۔ دروازے کھول دیتے ہیں۔ فرمایا:

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ﴾

جب بھول گئے جو ان کو نصیحت کی تھی۔

﴿فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾

ہر چیز کے دروازے ہم نے کھول دیے۔ تا کہ یہ نعمتیں پائیں' عیاشی کریں اور اچھی طرح ہماری پکڑ میں آئیں۔ فرماتے ہیں جب وہ خوب ہم سے غافل ہو گئے۔

﴿أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً﴾ (الانعام:۴۴)

ہم نے اچانک ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔ یہ فتح ابواب تھی۔ اور فرمانبرداروں کے لیے فرمایا کہ جو نیکی اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں:

﴿لفتحنا عليهم بركات من السماء والارض﴾ (الاعراف:۹۶)

تو ان کے لیے فتح برکات ہوتی ہے۔ ان کے لیے فتح ابواب ہوتا ہے۔

ایمان والوں کی تکلیف آزمائش (امتحان):

دیکھئے ایمان والوں کو بھی تکالیف آتی ہیں مگر اللہ نے ان کو آزمائش کہا فتنہ کہا۔ ہم آزماتے ہیں' Test لیتے ہیں۔ ہم دو روپے کا اگر گھڑا لیں تو ٹھونک کے دیکھتے ہیں کچا یا پکا۔ تو اللہ رب العزت نے بھی جنتوں کے بدلے بندے کو قبول کرنا ہوتا ہے وہ بھی آزماتے ہیں کچا یا پکا۔ مگر یہ آزمائش مومن پر اور طرح سے آتی ہے۔ فاسق' فاجر پر اور طرح سے آتی ہے۔ جب فاسق پر آتی ہے اللہ کا عذاب بن کے آتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان نافرمانوں پر اپنے عذاب کا کوڑا پھینکا۔ کیسا تھا ارشاد فرمایا:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَى دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ

یَرْجِعُوْنَ﴾ (۲۱)

ہم بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب ان کی طرف بھیجیں گے تا کہ ممکن ہے یہ واپس لوٹ آئیں۔ تو نافرمانوں پر جو مشقتیں آئیں اللہ نے اس کے لیے عذاب کا لفظ استعمال کیا۔ اور ایمان والوں کے لیے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ہم ان کو آزمائیں گے۔

چنانچہ

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾

کبھی جان میں کمی، کبھی مال میں کمی فرمایا کہ ان تمام حالات میں جو بھی صبر کے ساتھ رہے گا ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیں۔ تو اللہ رب العزت کا معاملہ مختلف ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اعمال کو سنواریں اور اللہ رب العزت کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہو جائیں۔

سستی شیطان کا ایک داؤ:

چنانچہ جو بندہ عبادات میں سستی کرتا ہے تو شیطان صرف اس کے اوپر چڑھ دوڑتا ہے۔ یہ دنیا کا دستور ہے جب کوئی اپنے دشمن پہ قابو پائے تو سب سے پہلا کام یہ کرتا ہے کہ جو اس کے پاس سب سے مہلک چیز ہوتی ہے، وہ پھر چھین لیتا ہے۔ یہ فوجی لوگ جب دشمن کو گرفتار کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں Hands Up-Hands Up کیا مطلب ہوتا ہے؟ کہ کہ اس کے ہاتھ میں کوئی نقصان دینے والی چیز ہے وہ ہاتھ سے چھوٹ جائے یہ مجھ پر حملہ نہ کر سکے۔ شیطان بھی یہی کرتا ہے۔ کہ جب بندے کے اوپر قبضہ جماتا ہے تو سب سے مہلک ہتھیار جو بندے کے پاس ہوتا ہے تا وہ اس کو بندے سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ﴾ (المجادلہ:۱۹)

شیطان ان پر غالب آ گیا اور شیطان نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ تو شیطان کا سب سے بڑا کام یہ کہ اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے۔ چونکہ وہ جانتا ہے اگر یہ اللہ کی یاد میں لگا رہا تو ہمارا وار اس پر نہیں چل سکے گا۔ تو مومن شیطان کے وار سے بچے۔ دیکھیے! شیطان کے وار سے بچنے کے لیے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے ایک بات ہمیں سمجھا دی۔ Spell Out کر کے بتایا۔ کھول کھول کے بتایا۔ اس طرح کرو گے شیطان آ جائے گا' حملہ کرے گا' تمہیں ورغلائے گا۔

چند مثالیں:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اگر کھانا کھانے بیٹھے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے کھانے میں شامل ہو جاتا ہے۔ دیکھیے شیطان کے نقب لگانے کے کون کون سے راستے ہیں؟ اللہ کے محبوب ﷺ نے ان راستوں کو کھول کھول کے بتایا۔ لہذا کھانے سے پہلے کی دعا پڑھنا' بسم اللہ پڑھنا یہ کتنا ضروری؟ تا کہ ہم شیطانی اثرات سے بچ جائیں۔ جب کھانے میں شیطانی اثر شامل ہو گا تو ظاہر ہے جو طاقت بندے کو ملے گی وہ بندے کو گناہ پر ہی آمادہ کرے گی۔ تو کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھانے میں شریک نہیں ہو سکتا۔

بلکہ ایک صحابی تھے وہ پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول گئے انہیں درمیان میں یاد آئی تو درمیان میں انہوں نے پڑھ لی تو اللہ کے نبی ﷺ مسکرا پڑے۔ کسی نے پوچھا کہ اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کیسے مسکرائے؟

فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھا رہا تھا جب اس نے بسم اللہ پڑھی شیطان نے سب کھایا پیا نکال دیا یہاں سے دفع ہو گیا۔ تو بسم اللہ پڑھنی کتنی ضروری؟

آگے دیکھیے! حدیث پاک میں آتا ہے جو بندہ رات کو اپنے گھر کا دروازہ بند کرتے

ہوئے بسم اللہ پڑھ لے شیطان رات کے وقت اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بات کتنی آسان ہے مگر اہم کتنی زیادہ؟ جب بھی انسان رات کو گھر کا دروازہ بند کرے گھر کی عورت گھر کا دروازہ بند کرے تو بسم اللہ پڑھ کے ہی بند کرے تا تو بسم اللہ پڑھ کے گھر کا دروازہ بند کر لیا اللہ نے شیطان کو گھر میں داخل ہونے سے روک لیا۔ اب اکثر گناہ راتوں میں ہی ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جب گھر میں شیطان آیا ہی نہیں تو ایک رات کے گناہ سے بچے دوسرا تہجد میں اٹھنا آسان اور فجر کی نماز میں بھی اٹھنا آسان۔ شیطان جو گھر میں نہیں ہے۔ ورنہ تو تھپکیاں دے دے کے سلا دیتا ہے۔ کانوں میں آ کے پیشاب کر جاتا ہے۔

حدیث پاک کا مفہوم کہ جو آدمی فجر کی نماز کے لیے نہیں اٹھتا درحقیقت شیطان اس کے کان میں آ کر پیشاب کر جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کی آنکھ نہیں کھلتی۔ تو بھئی! شیطان کو روکنے کا کتنا اچھا طریقہ! کہ انسان سنت کے مطابق اپنے گھر کا دروازہ بند کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے۔

شیطان سے بچاؤ کا ہتھیار:

دیکھیے! حدیث پاک میں آتا ہے جو انسان بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے مسنون دعا پڑھ لے تو شیطان اس کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل نہیں ہوتا۔ اور اگر پڑھنا بھول جائے گا شیطان بیت الخلاء میں ساتھ داخل ہو گا اور اس کی شرمگاہ کے ساتھ کھیلے گا۔ گدگدی کرے گا اس کی شرم گاہ کے ساتھ۔ تو بندے کو شہوانی خیال آئیں گے۔ دیکھیے نبی علیہ السلام نے ایک ایک بات سمجھائی کہ کیسے ہم شیطان کے Attacks سے حملے سے بچ سکتے ہیں۔

بسم اللہ کی برکات:

چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا کہ آدمی اگر ضرورت کے وقت اپنے جسم سے کپڑے اتارے تو بسم اللہ پڑھ لے۔ اس بسم اللہ کے پڑھنے سے نہ جن اسے دیکھ سکتے ہیں نہ

شیطان سے دیکھ سکتا ہے۔ یہ کتنا چھوٹا سا عمل ہے مگر کتنے لوگ کپڑے اتارتے ہوئے بسم اللہ پڑھتے ہیں؟ بہت سارے بھول جاتے ہیں۔ عورتوں نے اگر غسل کرنا ہے اور بسم اللہ نہیں پڑھتیں تو ان کو جن بھی دیکھیں گے شیطان بھی دیکھیں گے۔ پھر کیوں روتی پھرتی ہیں کہ ہمارے اوپر آسیب کا اثر ہو گیا۔ بھئی! نبی علیہ السلام نے ایک چھوٹی مختصری بات بتائی تھی اس سے اتنا بڑا فائدہ تھا کہ انسان کے جسم پر نہ شیطان کی نظر نہ جن کی نظر۔ اور ہم بھول ہی گئے اس عمل کو کرنا۔ چنانچہ اگر میاں بیوی دونوں اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ اپنے کپڑے اتارتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا بھول گئے تو شیطان ان کے عمل میں شریک ہوتا ہے۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ ہونے والی اولاد اللہ کی بھی نافرمان' ماں باپ کی بھی نافرمان۔ بات مختصری ہے۔ چھوٹی سی ہے لیکن اثرات دیکھو کہ کہاں تک جا رہے ہیں؟

شیطانی اثرات کا سبب:

چنانچہ نبی علیہ السلام نے ایک دعا بتائی میاں بیوی دونوں اکٹھے ہوں تو ضرورت پوری ہونے کے وقت اس کو پڑھ لیا جائے۔ اللہ اکبر! محدثین نے لکھا کہ اس دعا کے پڑھنے سے اگر حمل ٹھہر گیا تو حمل کے اندر شیطانی اثرات سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرما دیں گے۔ آج جس کو دیکھو جی' اولاد نہیں مانتی' اولاد نافرمان۔ بھئی! اولاد تو نافرمان مگر ہم نے بھی تو سنت کو نظر انداز کیا تھا۔ ہم نے بھی تو نبی علیہ السلام کے بتائے ہوئے اعمال کو چھوڑ دیا تھا۔ اپنی بوئی ہوئی کھیتی تھی اب اپنی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ جہاں انسان نے اللہ کا حکم توڑا شیطان اس وقت اس کے پاس پہنچ گیا۔

﴿فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ (زخرف:۳۶)

شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور غفلت کی زندگی ایسی گزارتے گزارتے ایسا وقت آ جاتا ہے اللہ خود ہی اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔ شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ﴾

اللہ فرماتے ہیں ہم نے ان پر ان کے ساتھی متعین کر دیئے۔

﴿فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ﴾

(حم سجدہ: ۲۵)

اب ایک بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈال لیجیے تو کتنے مواقع ہیں جہاں انسان شیطان کے اثرات سے بچ جاتا ہے۔

بچے کو بسم اللہ کی عادت ڈالیں:

بسم اللہ کی عادت بچے کو بچپن میں سکھانی چاہیے۔ ہر اچھے کام کو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو۔ دروازہ کھولتے بسم اللہ' گاڑی میں بیٹھنا ہے بسم اللہ' کھانا کھاتا ہے بسم اللہ' ہر اچھا کام کرتے ہوئے اگر بسم اللہ کی عادت پڑ جائے' چھوٹا سا عمل ہے لیکن دیکھئے اس پر کتنے اچھے اثرات بندے کو ملتے ہیں؟ تو معلوم ہوا ہم اگر اپنی زندگی میں فلاح چاہتے ہیں تو ہمیں نیک اعمال کو اپنانا پڑے گا۔ پھر ہم شیطان کے اثرات سے بچ جائیں گے۔ اور اگر اعمال نہیں ہوں گے تو ہم دنیا میں بھی نہیں بچ سکیں گے اور آخرت کے عذاب سے بھی نہیں بچ سکیں گے۔

وضو کی برکت:

مختلف اعمال سے محروم ہونے کا قیامت کے دن مختلف عذاب ہوگا۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں یہ حدیث پاک لکھی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ خواب میں جہنم کے یہ حالات دیکھے اور صحابہ کو فرمایا کہ میں نے جہنم میں بعض لوگوں کو عذاب پاتے دیکھا (اس بات کو) حدیث پاک کو امام ترمذی نے بھی نوادرالاصول میں لکھا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک بندے کو قبر میں ڈالا گیا اور عذاب قبر اس کی طرف بڑھا کہ اس میت کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ مگر اس کا اچھی طرح وضو کر لینا عذاب قبر سے بچنے کے کام آیا۔

تو معلوم ہوا کہ اچھی طرح جو بندہ وضو کرے۔ یعنی فراغت کے بعد استنجاء کرتا ہے تو اچھے انداز سے کرے۔ سنت کے مطابق مٹی استعمال کرے۔ موجود نہیں تو چلو ٹو ائلٹ پیپر استعمال کرے کہ وہ بنا ہی اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے۔

ذکر کی برکات:

پانی استعمال کرے۔ تسلی کرے۔ پھر اس کے بعد وضو اہتمام کے ساتھ۔ پانی اپنے کپڑوں پہ نہ گرنے دیں۔ سنت کے مطابق تمام اعضاء کو مل مل کے دھوئے۔ جو مسنون دعائیں ہیں وہ پڑھے۔ تسلی کے ساتھ وضو کرنے کی عادت ہوگی نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس اچھی طرح وضو کرنے پر اللہ تعالیٰ بندے کو قبر کے عذاب سے نجات دیں گے۔ پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بندے کی طرف شیطان لپکا کہ میں اس پر حملہ کروں۔ مگر اس بندے نے اللہ کا ذکر کرنا شروع کیا شیطان نے منہ کی کھائی اور اس کو چھوڑ کے واپس بھاگا۔ چنانچہ ذکر کی وجہ سے شیطان بندے پہ قابو نہیں پا سکتا۔ اور قابو نہ پاسکنے کی وجہ سے بندوں کے دل میں وساوس نہیں ڈال سکتا۔ تو عمل چھوٹا سا اللہ کا ذکر کرنا اور فائدہ کتنا بڑا کہ شیطان سے حفاظت ہوگئی۔

خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے کی برکت:

فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو عذاب کے فرشتوں کو دیکھا کہ اس کی طرف بڑھنے لگے۔ فرمایا کہ اس کی نماز اس کے کام آ گئی۔ اور نماز نے بڑھتے فرشتوں کو واپس بھیج دیا۔ تو جو انسان اچھے انداز سے نماز پڑھے گا' سکون تسلی کے ساتھ' خشوع وخضوع کے ساتھ۔ خشوع کہتے ہیں کہ دل میں اللہ کی عظمت ہو اور بندہ عظمت الٰہی کو دل میں رکھ کے نماز پڑھے۔ خضوع کہتے ہیں کہ ارکان جو ہیں نماز کے اس کو بھی تسلی سے ادا کر رہا ہو۔ تو اس نماز کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب کے فرشتوں سے بچائیں گے۔

روزہ کی برکات:

فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا قیامت کے دن ایک بندہ شدت پیاس کی کیفیت میں ہے۔اتنی پیاس کے برداشت نہیں ہو رہی۔ جان نکلی جا رہی ہے۔فرماتے ہیں اس پیاس کی شدت میں اس کا روزہ اس کے کام آ گیا اور اس کو حوض کوثر سے جام مل گیا۔

آج کل عورتوں کی بے احتیاطی:

آج کل کی عورتیں مہندی کم لگاتیں ہیں اور ناخن پالش کی طرف زیادہ توجہ ہے۔ اور جو عام گھروں کی بچیاں ہیں ماشاء اللہ ان کو ناخن بڑھانے کی بھی عادت ہے۔ جتنے لمبے ناخن اتنی اس میں میل جم گئی۔اور میل کی جگہ پر پانی نہیں جاتا تو غسل کیسے ہوگا؟ تو دیکھئے چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔یا غسل کرتے ہیں تو بالوں کو صحیح طرح نہیں کھولتیں، یا صحیح طرح بالوں کو پانی سے تر نہیں کرتیں۔اور کئی ایک کو تو غسل کے فرائض کا پتہ ہی نہیں۔کسی نے پوچھا شادی ہو گئی غسل کے فرائض آتے ہیں؟

کہنے لگی ہاں!

کون کون سے غسل کے فرائض ہیں؟

صابن تیل اور تولیہ۔یہ تین غسل کے فرائض ہیں۔ماشاء اللہ! ایم اے پاس اور غسل کے فرائض کا پتہ نہیں ہے۔

آج کی بچی دین سے دور کیوں؟

ایک مرتبہ ایک بچی ہمارے جامعہ میں آئی کہنے لگی میری امی نے میری شادی کی Date رکھ دی ہے تو میں آئی ہوں کہ میں آپ سے غسل کے مسائل پوچھوں۔تو گھر والوں نے پوچھا کہ آپ کی عمر تو بائیس تیئیس سال لگتی ہے۔جی نماز تو بڑے عرصے

سے فرض ہو گی۔ پندرہ سال عمر میں عام طور پر بچیوں پہ نماز فرض ہو جاتی ہے۔ کہنے لگی ہاں! تو پندرہ سے بائیس سال تک درمیان میں غسل کیسے کرتی تھی؟ کہنے لگی درمیان میں کیسے غسل؟ ماہانہ جو ایام آتے تھے اس کے بعد بھی تو غسل کرنا ہوتا ہے۔ کہنے لگی وہ تو میں نہاتی تھی بس۔ سات سال اس لڑکی کے گزر گئے اور اس کو غسل کا پتہ ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ شاید شادی کے بعد ہی جا کر غسل کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایک بڑھیا کی حالت زار:

ایک حاجی صاحب میرے پاس آئے کہنے لگے حالت یہ ہے میں بوڑھا ہو گیا لیکن ایک دن میاں بیوی نے ملاقات کی۔ میں فجر پڑھنے چلا گیا جب واپس آیا تو دیکھا کہ بیوی بھی فجر پڑھ رہی ہے لیکن آثار نظر نہیں آتے تھے کہ اس نے غسل کیا۔ تو میں نے پوچھا کہ تم نے غسل کر لیا آج تو سردی تھی۔ کہنے لگی نہیں کیا۔ اللہ کی بندی! خاوند بیوی کی ملاقات اور اس کے بعد غسل نہیں کیا؟ کہنے لگی اپنے خاوند سے ملاقات کی ہے نا' غسل تو ہوتا ہے کہ جب غیر مرد سے ملاقات کرے۔ اب اندازہ لگائیں۔ معلوم ہوا کہ دین کے مسائل میں جہالت کی وجہ سے انسان ایسے گناہ کر لیتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی زندگی ہی ناپاک گزر رہی ہے۔

طہارت کی فضیلت:

تو طہارت کے مسائل بھی سیکھیے اور غسل جنابت کو صحیح طرح سے کیجئے اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اللہ رب العزت انبیاء کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت عطا فرمائیں گے۔

حج اور عمرہ کی فضیلت:

نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی اندھیرے میں ہے۔ بہت اندھیرا اس کے اردگرد ہے اور اس کو راستے کی سمجھ نہیں لگ رہی کہ میں نے

کہاں جانا ہے؟ پریشان تھا مگر اس کا حج اور عمرہ آیا انہوں نے اس کے گرد روشنی کر دی جس سے اس کو راستہ نظر آ گیا۔ تو حج عمرے کی سعادت سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صحیح راستے کی رہنمائی فرما دیں گے۔

صلہ رحمی پر اجر:

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن ایک بندہ بڑا پریشان حال کھڑا ہے۔ کوئی اس کا حال پوچھنے والا نہیں۔ گھبرایا ہوا' خوف زدہ' وحشت اس کے اوپر طاری ہے' اکیلا کھڑا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جو صلہ رحمی کرتا تھا' وہ صلہ رحمی کا عمل آیا اور اس نے اس کی وحشت کو دور کر دیا۔ صلہ رحمی کہتے ہیں رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا اور زندگی گزارنا۔ ایمان والوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا۔ یہ صلہ رحمی کا عمل قیامت کے دن کی وحشت سے بچاؤ کا سبب بن گیا۔

صدقہ پر اجر:

پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جہنم کے کنارے تک پہنچا ہوا ہے اور آگ کی لپٹیں اٹھ رہی ہیں اور اس کے چہرے تک آ رہی ہیں۔ اور چہرہ جھلس رہا ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس کا صدقہ اس کی خیرات' وہ عمل آیا اور اس کے اور جہنم کے درمیان آڑ بن کر اس کو جہنم سے بچا لیا۔ تو اللہ کے راستے میں دینا' دین کے کاموں میں خرچ کرنا' ضروری تو نہیں ہوتا کہ ہر بندہ لاکھوں لگائے۔ کئی دفعہ ایک...... جو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا بندے کے لیے جنت میں جانے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔ تو تھوڑا سہی مگر اللہ کے نام پہ انسان دے۔ یہ صدقہ خیرات قیامت کے دن جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

خوف الٰہی پر انعام:

پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جہنم کے کنارے پہ کھڑا ہے قریب ہے کہ جہنم میں گر جائے کہ خوف خدا کا عمل آیا جو وہ اللہ سے ڈرتا تھا' خوف کھاتا تھا' کہ میں اللہ کی نافرمانی نہ کروں۔ خوف خدا کے عمل نے آکر اس کو جہنم میں گرنے سے روک لیا' بچالیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ آدمی اوندھے منہ جہنم کے اندر ڈال دیا گیا۔ گناہ زیادہ تھے۔ لیکن اللہ کے خوف سے اس کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا یہ آنسو کے نکلنے کا عمل آیا اور جس طرح ڈوبتے کو دریا سے نکال لیتا ہے اس نے جہنم میں غوطہ کھانے والے بندے کو جہنم سے نکال دیا۔

درود شریف کی برکت:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک آدمی پل صراط کے اوپر ہے اور وہ پھسلتا ہے بار بار قدم بڑھاتا ہے پھر پھسلتا ہے' ڈرتا ہے۔ نیچے نہ گر جاؤں۔ جہنم کے اوپر پل صراط بنی ہوئی ہے۔ بڑا گھبرایا ہوا۔ فرمایا کہ جو مجھ پر اس نے درود شریف پڑھا تھا وہ درود شریف کا عمل آیا اور اس نے ہوا کہ تیز رفتاری سے جہنم کے اوپر کا پل صراط طے کروایا۔ تو درود شریف پڑھنا کتنا ضروری؟ پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بندہ جنت کے دروازے پر پہنچا مگر دروازے کو بند پایا۔ یہ بھی بڑا پریشان مگر کلمے کا عمل اس کا آیا اور کلمے نے اس کے لیے جنت کے دروازے کو کھلوا دیا۔

اچھے اخلاق پر انعام:

اور پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک بندے سے اللہ ناراض تھے۔ اور اللہ اور بندے کے درمیان ایک پردہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ﴾ (البقرہ ۱۷۴)

نہ اللہ ان کے ساتھ گفتگو کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا۔

﴿ولا ینظر الیھم﴾ (ال عمران ۷۷)

نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ بھی نہیں رہے اور بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ ہے حجاب ہے۔ اس حالت میں وہ بندہ بڑا پریشان۔ اس بندے کے اچھے اخلاق آئے اور ان اخلاق نے درمیان کے پردے کو اٹھا دیا اور بندے کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہو گیا۔

کامیابی کا دارومدار اعمال پر:

معلوم ہوا کہ اگر کامیابی نصیب ہوگی تو اعمال کے ذریعے نصیب ہوگی۔ اعمال کے بغیر بندے کو فلاح نہیں مل سکتی' کامیابی نہیں مل سکتی۔ اسی لیے ہم جو ایمان لائے تو اس میں ہم نے اللہ رب العزت کے سامنے ایک عہد کیا' ایک وعدہ کیا۔ جو ایمان مفصل ہے نا اس کے اندر ہم نے بڑے وعدے کیے اللہ سے۔ ذرا توجہ کے ساتھ! ایمان مفصل میں ہم نے اللہ رب العزت کے ساتھ کیا وعدے کیے؟ سب سے پہلے ہم نے کہا

﴿آمنت باللہ﴾

کامیابی کا دارومدار:

میں اللہ پر ایمان لایا۔ اللہ پر ایمان لانے کا مقصد کیا؟ ایمان لانے کا مقصد یہ کہ اے اللہ! فاعل حقیقی آپ کی ذات ہے۔ یہ دنیا اسباب سے چلتی ہے اور آپ مسبب الاسباب ہیں۔ آپ کے اشارے سے ہوتا ہے جو دنیا میں ہو رہا ہے۔ ہمیں نہ چیزوں سے امیدیں ہیں اور نہ چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے۔ ہمیں تو آپ کو راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں چیزوں کے بغیر اور چیزیں کچھ بھی نہیں کر سکتیں اللہ کے بغیر۔

نفع اور نقصان کا مالک کون؟

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہی بات کھولی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزے دیئے۔ پہلا معجزہ کیا؟ کہ عصا کو زمین پر ڈالا اور وہ اژدھا بن گیا۔ پھر اژدھا کو جب پکڑا تو وہ دوبارہ عصا بن گیا۔ اللہ رب العزت نے یہاں ایک بات کھولی۔ اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام! آپ کہہ رہے تھے کہ یہ عصا میرے بڑے کام کی چیز ہے۔

﴿اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی﴾ (طٰهٰ)

ٹیک لگاتا ہوں' بکریوں کو میں اس سے چارہ بہم پہنچاتا ہوں اور میرے لیے اس میں بڑے فائدے۔ تو جو فائدے کی چیز آپ سمجھ رہے تھے۔ جب اس کو آپ نے ہمارے حکم سے زمین پہ ڈالا تو وہ ایسی نقصان دینے والی چیز بنی کہ آپ بھاگنے لگے۔ اور جس کو آپ نقصان دہ سمجھ رہے تھے' اس سے بھاگ رہے تھے ہمارے حکم سے جب آپ نے اس کو دوبارہ ہاتھ لگایا ہم نے دوبارہ اس کو نفع دینے والی چیز میں بدل دیا۔ معلوم ہوا نفع اور نقصان چیزوں میں نہیں ہوتا نفع اور نقصان ہمارے حکم کے ساتھ ہے۔ اللہ چاہتے ہیں تو دودھ کو بندے کی صحت کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔ اسی سے بندہ موٹا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو دودھ پینے سے Food Poisening ہوتی ہے اور بندہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ یہی دودھ زندگی کا سبب یہی دودھ انسان کے لیے موت کا سبب۔ اس میں زندگی اور موت کے اثرات کس نے ڈالے؟ اللہ رب العزت نے ڈالے۔

مومن کی نظر

مومن کی نظر ہمیشہ اللہ رب العزت کی ذات پر ہوتی ہے۔ وہ اللہ سے امیدیں رکھتا ہے۔ بندوں سے امیدیں نہیں لگاتا۔ آج کیا یقین ہے؟ اللہ تعالیٰ پر ہے' نہیں ہمارا کارخانہ ہمیں پالتا ہے۔ ہمارا دفتر ہمیں پال رہا ہے' بزنس ہمیں پال رہا ہے' کھیتی ہمیں پال

رہی ہے ہم اسباب کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہیں کوئی نہیں پال رہا بلکہ تمہارا پروردگار پال رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر نہیں۔ بندے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نظر ہو تو وہ آدمی حرام کی طرف کیوں ہاتھ بڑھائے گا۔ اس کو تو پتہ ہی ہو گا کہ جب میرے اللہ نے مجھے دینا ہے تو وہی حلال طریقے سے دے گا۔ وہ دھوکہ نہیں دے گا' وہ رشوت نہیں لے گا' جھوٹ نہیں بولے گا' امانت میں خیانت نہیں کرے گا' وہ تمام گناہوں سے بچے گا۔ کیونکہ اس کے دل میں یہ ہو گا کہ میرا اللہ میرا رزق دینے والا ہے۔ وہ یقیناً مجھے رزق پہنچا کر رہے گا۔ اس لیے اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ بات کھولی ایک

علمی نکتہ:

ایک اور علمی نکتہ! کہ دو معجزے عطا فرمائے گئے۔ ایک تو عصا سے سانپ بننے والا معجزہ۔ اسکو تو اکثر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ عصا سانپ بن گیا' سانپ پھر عصا بن گیا۔ سمجھ میں بات آ گئی۔ لیکن ایک اور بات بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں لے جائیں' نکالا تو وہ بہت منور ہو گیا' روشن ہو گیا۔ اس روشن ہونے میں کیا مطلب؟ مطلب یہ اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام! کبھی ہم شکلوں کو شکلوں سے بدلتے ہیں' عصا کی شکل کو ہم نے سانپ کی شکل میں بدل دیا' سانپ کی شکل کو ہم نے عصا کی شکل میں بدل دیا۔ کبھی کبھی ہم شکلیں بدل دیتے ہیں۔ اور جب ہم چاہتے ہیں ہم چیزوں کی خاصیتیں ہی بدل کے رکھ دیتے ہیں۔ یہ تمہارا ہاتھ تھا اس کو منور ہونے سے کیا کام لیکن ہمارے حکم پر جب آپ نے ہاتھ اپنی بغل میں ڈالا اور نکالا تو منور کر دیا۔ ہم چاہیں تو چیزوں کی خاصیتوں کو ہی بدل کے رکھ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں دکھا دیں۔

یقین کی خرابی:

تو مومن کا ایمان پکا اللہ کے ساتھ' کہ یہ اللہ رب العزت کا خیر کا معاملہ میرے

ساتھ۔ اچھا جس کو اللہ سے ملنے کا پکا یقین ہو گا' وہ پھر جائے گا قبروں پہ مانگنے کے لیے' وہ جائے گا مزاروں پہ مانگنے کے لیے؟ وہ تعویذ والوں کے پیچھے پھرے گا؟ او جی! میرا رزق لگتا ہے کسی نے باندھ لیا! کیسا کفریہ کلمہ ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہ لوگ چھوٹے چھوٹے خدا بنے ہوئے ہیں۔ عامل نے ہمارا رزق باندھ لیا۔ عامل کی کیا اوقات؟ کیا پدی کیا پدی کا شوربہ؟ یہ عامل کیا لگے اور بندے کا رزق باندھنا کیا لگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ﴾ (الذاریات:۲۲)

تمہارا رزق آسمانوں میں ہے۔

﴿وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ﴾

جو بھی چیز ہے ہمارے پاس خزانے ہیں۔

﴿وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ﴾ (الحجر:۲۱)

ہم ایک معلوم اندازے سے اتار دیتے ہیں۔ تو رزق تو اللہ اتارتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ﴾ (زخرف:۳۲)

ہم نے ان کی معیشت کو تقسیم کیا۔ اور ہم کیا سمجھتے ہیں؟ او جی! لگتا ہے کسی نے رشتہ باندھ دیا' کاروبار باندھ دیا۔ یہ بالکل شرک کے قریب کی بات ہے۔ ایسا کبھی بھی نہیں سوچنا چاہیے۔ نہ کوئی باندھ سکتا ہے' نہ کوئی کھول سکتا ہے۔ یہ اختیار فقط میرے پروردگار کے پاس ہے۔ تو عام لوگوں کے پیچھے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ایمان خراب ہوتا ہے۔

نفسِ شریر:

تعویذوں کے پیچھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے؟ اعمال پہ توجہ نہیں دیتے۔ کہتے ہیں جی! ہمیں دشمنوں نے بڑا پریشان کیا ہوا ہے۔ میں بعض دوستوں کو کہتا ہوں آپ کو دشمنوں نے پریشان نہیں کیا ہوا آپ کے اپنے نفسِ شریر نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ادھر دھیان نہیں

آتا کہ ہمارے نفس خبیث نے ہمیں پریشان کیا ہوا ہے۔ تو امنت باللہ جو ہم نے کہا تو ہم نے ساری اپنی امیدیں اللہ رب العزت کے ساتھ لگا دیں۔ جو ہمیں ملے گا کس سے ملے گا؟ اللہ رب العزت سے ملے گا۔ اب سوچئے! آج امیدیں کہاں لگی ہوئی ہیں؟

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے ناامیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

تو جب ہم نے کہا امنت باللہ تو ہم نے گویا اللہ کے ساتھ عہد کر لیا اے مالک! آج کے بعد ہم تمام اعمال کا فاعل حقیقی آپ کی ذات کو سمجھتے ہیں۔

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ (البروج:۱۶)

آپ کی شان ہے۔ جو ہو رہا ہے آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ ہم آپ کی طرف رجوع کریں گے۔

رجوع الی اللہ کے ثمرات:

ایسا بندہ جو اللہ کی طرف رجوع کرے گا پریشانی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت آئے گی۔ ہم سے تو بچہ ہی زیادہ اچھا۔ بچے کو ہم نے دیکھا ماں کئی دفعہ جھڑکی دیتی ہے نا تو پھر بھی ماں کے پیچھے پیچھے۔ کہتی ہے میں بڑی مصروف ہوں مجھے کام کرنے دو تنگ نہ کرو۔ پھر ماں کے پیچھے جھڑکی دیتی ہے پھر ماں کے پیچھے۔ اور کئی دفعہ تھپڑ لگا دیتی ہے پھر بھی ماں کے پیچھے۔ ہم نے دیکھا کہ بچہ تھپڑ کھا کر بھی ماں ہی کے سینے سے لپٹتا ہے کاش! ہم اگر دنیا میں اس قسم کی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے ہم بھی اپنے پروردگار کے قدموں میں سر رکھ دیتے ہیں۔ ہم بھی اللہ کے در پہ آجاتے۔ مولا! آپ کے در کو نہیں چھوڑنا ہم نے۔ ہم سے تو نمازیں ہی چھوٹ جاتی ہیں۔ کئی نمازوں کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔ او جی! کچھ حالات ٹھیک نہیں کاروبار کے ٹھیک ہوتے تو میں آؤں گا۔ واہ! کاروبار ٹھیک نہیں جو دروازہ سب سے پہلے چھوٹا وہ خدا کا دروازہ تھا۔ اپنے گھر کا دروازہ تو کبھی نہ چھوڑا وہاں تو روز جاتا ہے

سسرال کے دروازے کو بھی جاتا ہے۔ چھوڑا تو کس دروازے کو نہ چھوڑا؟ خدا کے دروازے کو چھوڑا۔

بندے کی عجیب بات:

بندے کی بھی عجیب بات ہے۔ مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ بندوں کے سامنے اور جب بندوں سے کچھ نہیں ملتا تو ناراض ہوتا ہے اپنے پروردگار سے۔ کوئی ہاتھ تو پھیلائے بندوں کے سامنے اور کام نہ کیا تو ناراض ہوتے ہیں اللہ سے کہ میرا کام نہیں ہوا۔ بھئی! اللہ کے سامنے آپ پھیلاتے پھر دیکھتے۔ اگر ہم اسباب پر ایک چھٹا نک محنت کریں ہمیں اللہ سے منوانے کے لیے ایک مَن محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

غیبی نظام کی پشت پناہی:

اس لیے یہ دنیا کے جغرافیے دن میں نہیں بدلتے' یہ راتوں کو بدلا کرتے ہیں۔ جب ہاتھ اٹھتے ہیں تا پھر اللہ تعالیٰ جغرافیہ بدلا کرتے ہیں۔ مقدروں کے فیصلے اللہ کردیتے ہیں۔ توامنت باللہ کے پیچھے ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرلیا۔ پھر اس کے بعد ہم نے کہا وملئکتہ اس کے ملائکہ پر ایمان لائے۔ مقصود کیا تھا؟ مقصود یہ یقین تھا کہ مومن کے ساتھ دنیا کا ظاہری نظام ہو یا نہ ہو اور ایمان اور اعمال پر یہ پکا ہوگا تو اللہ کا غیبی نظام ضرور اس کی پشت پناہی کرکے رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! اگر تم مدد نہیں کروگے تو اللہ مولیٰ ہے اپنے محبوب کا و جبریل۔ اور جبریل علیہ السلام بھی ان کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتے ہیں ایمان والوں کی مدد کیلئے۔ تو جب یہ یقین ہو کہ میں اگر اپنی شریعت کی بات پر استقامت کے ساتھ ڈٹا رہوں گا تو ظاہری نظام موافق ہو یا مخالف ہو اللہ کا غیبی نظام ضرور میرے ساتھ ہوگا۔ اور اللہ نے صحابہؓ کو جو فتح فرمائی وہ اسی غیبی نظام کے ذریعے۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ (آل عمران: ۱۲۳)

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ﴾ (براءۃ: ۲۵)

دیکھا فرشتے اترتے ہیں پھر

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اب بھی فرشتے اتر سکتے ہیں اگر ہم ایمان لانے کے بعد نیک اعمال لے اوپر جم جائیں۔ پھر فرمایا ﴿وَكُتُبِهٖ﴾ اور کتابوں پر ایمان لے آئے۔ اس کا کیا معنی؟ کہ اے اللہ! ہمیں علوم الٰہیہ کے اوپر یقین ہے۔ جو آپ نے قرآن میں بتا دیا کہ یہ کرو اس میں کامیابی اور جو کہا نہ کرو اس میں ناکامی۔ گویا ہمیں احکام خداوندی پہ ایسا یقین آ جائے۔

سنت کی اتباع:

پھر فرمایا ﴿وَرُسُلِهٖ﴾ اور اللہ کے رسولوں پر ایمان۔ کیا مطلب؟ کہ یہ یقین دل میں آ جائے کہ اگر ہم نبی علیہ السلام کی سنت کی اتباع کریں گے تو زندگی کامیاب اور اگر اس کی مخالفت کریں گے تو زندگی ناکام۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (نساء: ۸۰)

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی ایسا ہی ہے کہ اس نے اللہ رب العزت کی اطاعت کی۔ تو نبی علیہ السلام کی سنت کی عظمت دل میں آ جائے۔ کہ ان اعمال کو اپنانے سے ہمیں اللہ رب العزت کی طرف سے رحمت ملے گی۔

﴿وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

اور قیامت کے دن پر بھی ایمان۔ کیا مطلب؟ کہ اگر ہمیں آخرت کے دن پر یقین ہے تو نیک اعمال سے قیامت کے دن عزت ملے گی اور برے اعمال سے قیامت کے دن ذلت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ (التحریم: ۸)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو اور جوان کے ساتھ ایمان لائے ان کو رسوانہیں ہونے دے گا۔ تو اگر یقین پکا ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کی ذلت نہیں دے گا۔ ہم لوگ تو دو بندوں کے سامنے ذلت برداشت نہیں کر سکتے۔ بیوی کو اگر خاوند دو بندوں کے سامنے ڈانٹ دے ایک کے سامنے ڈانٹ دے۔ روتے دن گزر جاتا ہے۔ او جی! لوگوں کے سامنے اس نے ڈانٹا۔ تو بھئی! قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے معاملہ کھلے گا پھر کیا بنے گا؟ اسی لیے کہنے والے نے کہا

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اے اللہ! تو دو عالم سے غنی ہے میں فقیر ہوں۔ قیامت کے دن اللہ! میرے عذروں کو قبول کر لیجئے گا اللہ! اگر آپ فیصلہ کر لیں کہ میرا حساب لینا لازمی ضروری ہے۔ اللہ! مصطفیٰ کریم سے میرا حساب اوجھل لے لینا۔ مجھے ان کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑ جائے۔ قیامت کے دن کی عزت اور ذلت کیسے ملتی ہے؟ اس کا یقین آ جائے۔ اور پھر فرمایا وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی قضا و قدر پہ بندے کا یقین۔ کیا مطلب؟ مقصد یہ کہ اے بندے! اچھے حالات بھی اللہ کی طرف سے اور برے بھی آزمائش بن کے آتے ہیں اسی کی طرف سے۔ لہٰذا اچھے حالات آئیں تو اترائے نہیں اور برے حالات آئیں تو گھبرائے نہیں۔ ایسا یقین ہو اللہ تعالیٰ کی ذات پہ۔ اور فرمایا والبعث بعد الموت۔ اور موت کے بعد قیامت کے دن کھڑے ہونے پر بندے کو یقین ہو۔ جب قیامت کے دن کے بعد کی زندگی پر یقین ہوگا تو بندہ پھر اگلے جہاں کے لیے بھی کچھ تیاری کرے گا۔ موت کے لیے بھی تیاری کرے گا۔ اگر تجھے یہ یقین ہو یہی گھر ہے دنیا کا تو سارا دن اسی

میں لگا رہے گا۔ اور اگر آخرت کے گھر کی بھی فکر ہوگی تو انسان اعمال میں لگے گا تاکہ اللہ تعالیٰ جنت میں گھر عطا فرمادیں۔ چنانچہ یہ جو کلمہ پڑھا جاتا ہے اس میں ان تمام اعمال کا یقین بندے کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس پر انسان کو اللہ رب العزت کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں ملتی ہیں۔ صحابہؓ نے ایمان پر محنت کی فرمایا:

﴿تعلمنا الایمان ثم تعلمنا القرآن﴾

نبی علیہ السلام نے ہمیں پہلے ایمان سکھایا پھر انہوں نے قرآن سکھایا۔ تو چونکہ ایمان بن چکا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں عزتیں عطا فرمادیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حکمرانی:

ذرا غور کیجیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت ہیں اللہ نے وہ شان عطا فرمائی کہ زمین پہ ان کا حکم چلتا ہے۔ دیکھیں اللہ کی مخلوق آگ ہوا پانی اور مٹی چار چیزوں سے بنی۔ چاروں پہ ان کا حکم لاگو۔ چنانچہ ایک مرتبہ زمین پر زلزلہ آیا عمر رضی اللہ عنہ نے زمین پہ ایڑی ماری اور ایڑی مار کے فرمایا اے زمین! کیوں ہلتی ہے کیا عمر رضی اللہ عنہ نے تیرے اوپر عدل نہیں قائم کیا؟ ان کی یہ بات سن کر زمین کا زلزلہ رک جاتا ہے۔ زمین پہ حکم چل رہا ہے۔ پھر کھڑے ہوئے خطبہ دینے کے لیے فرماتے ہیں۔

﴿یا ساریۃ الجبل﴾

ہوا ان کے پیغام کو سینکڑوں میل دور جا کر پہنچا دیتی ہے۔ ہوا پہ حکم چل رہا ہے۔ دریائے نیل کا پانی نہیں چلتا۔ دریائے نیل کو رقعہ لکھتے ہیں دریائے نیل! اپنی مرضی پہ چلتا ہے تو نہ چل اگر اللہ رب العزت کے حکم پہ چلتا ہے امیر المومنین حکم دیتے ہیں کہ چل۔ دریائے نیل چلنا شروع کرتا ہے۔ آج تک دریائے نیل کا پانی چل رہا ہے۔ عمر ابن الخطاب کی عظمتوں کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔ آگ نکلتی ہے مدینہ طیبہ کی ایک طرف سے جس کو حرہ شرقیہ کہتے ہیں اور وہ بڑھنا شروع ہوتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کو

فرماتے ہیں جائیں اور اس آگ کو واپس دھکیلیں۔ وجیہ الکلبی ﷜ نے دو رکعت نفل پڑھنے اور آگ کے پاس جا کر چادر کو چابک کی طرح استعمال کیا۔ چادر کے ذریعے جیسے انسان کسی حیوان کو واپس اپنی جگہ پہ دھکیلتا ہے وہ آگ کو چابک مارتے گئے جہاں سے آگ نکلی تھی وہاں پہ واپس چلی گئی۔ تو دیکھئے! ایمان کے بنانے پر ہوا پہ حکم چلتا ہے، پانی پہ حکم چلتا ہے، زمین پہ حکم چلتا ہے آگ پہ حکم چلتا ہے۔ صحیح شہنشاہی تو یہ ہے نا۔ اسی لیے کہنے والے نے کہا:

ہم فقیروں سے دوستی کرلو
گر سکھا دیں گے بادشاہی کے

فقیری میں بادشاہی:

بندہ جب اللہ کے در پر جھکتا ہے اور نیک اعمال کو اپنا لیتا ہے۔ اللہ فقیری میں اس کو شاہی کا رنگ عطا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سعد ابن ابی وقاص ﷜ اپنی فوج کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اور آگے دشمن کی فوج ہے درمیان میں دریا۔ اللہ کی شان ہے۔ انہوں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیے اور گھوڑے چلتے چلتے بالآخر دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ اللہ اکبر کبیرا! اور آگے جا کر انہوں نے پوچھا کہ کسی کی کوئی چیز دریا میں گری تو نہیں؟ ایک صحابی ﷜ نے کہا میرا لکڑی کا پیالہ تھا وہ دریا میں گر گیا۔ دریا کو حکم دیتے ہیں کہ لکڑی کا پیالہ واپس کر۔ ایک پانی کی لہر آتی ہے اور لکڑی کے اس پیالے کو بھی کنارے پہ ڈال جاتی ہے۔

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا تو دریا کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

معیت الٰہی:

تو ایمان بنانے پر اللہ رب العزت بندے کو دنیا میں ایسی کامیابی عطا فرما دیتے

ہیں۔ یہاں پر طلباء کے لیے ایک علمی نکتہ! ایک بنی اسرائیل نے دریا عبور کیا تھا اور ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریا عبور کیا تھا۔ دونوں میں فرق دیکھ لیجئے۔ دل کے کانوں سے سنئے توجہ کے ساتھ۔ پہلی بات کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل کے کنارے پہنچ آئے۔ پیچھے فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آیا۔

﴿قَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ (الشعرآء:۶۱)

کہا موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ نے اب ہم پکڑے گئے دھر لیے گئے۔ اس وقت ایک یقین بھری آواز اٹھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کیا فرمایا:

﴿اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ (الشعرآء:۶۲)

میرے ساتھ میرے رب کی معیت ہے میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ ضرور راستے کی رہنمائی فرمائے گا۔ تو دیکھیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے معی کا لفظ استعمال کیا۔ میرا رب میرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے ساتھ اللہ کی معیت تھی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے دریا میں راستے بنا دیئے۔ بارہ راستوں سے بارہ قبیلے اپنا راستہ پار کر گئے۔

اُمت محمدیہ ﷺ کا خصوصی انعام:

یہ ادھر ذرا امت محمدیہ ﷺ کے ساتھ اللہ رب العزت کا خصوصی انعام دیکھئے۔ نبی علیہ السلام ہجرت کے وقت غار ثور میں پہنچے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھبرا رہے ہیں کافر نہ آجائیں۔ کہیں نبی علیہ السلام کو تکلیف نہ پہنچے۔ ماں کو جس طرح بچے سے محبت ہو تو اس کے لیے پریشانی زیادہ ہوتی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام سے محبت زیادہ تو اس کی پریشانی زیادہ۔ تو جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پریشان تو قرآن کی آیتوں نے کیا کہا؟

﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:۴۰)

آپ گھبرائیے نہیں! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ صدیق اکبرؓ کو بھی شامل فرما دیا۔ یہ

معیت کبریٰ فقط نبی علیہ السلام کے ساتھ نہیں بلکہ آپ ﷺ کی امت کے صدیقین کے بھی ساتھ ہے۔ معنا کا لفظ استعمال کیا۔ ایک بات۔ دوسری بات دیکھیے حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا۔ اپنے والد کو سنایا کہ میں نے گیارہ ستارے دیکھے:

﴿اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴾ (یوسف:۴)

یعقوب علیہ السلام نے خواب کی تعبیر سمجھ لی اور اپنے بیٹے کو یہ بات کہی

﴿کَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ﴾ (یوسف:۶)

یہ مستقبل کا صیغہ ہاں! آپ کا پروردگار آپ کا قبول کرلے گا۔ تو دیکھیے کہنے والے بھی اللہ کے نبی ہیں اور جن کے بارے میں کہا وہ ہونے والے نبی مگر صیغہ مضارع کا استعمال کیا گیا۔

﴿یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ﴾

تیرا پروردگار تجھے اپنے لیے خاص کرلے گا۔ لیکن جب اس امت کا معاملہ آیا تو اللہ رب العزت نے حال کا صیغہ بھی استعمال نہیں کیا مضارع کا بھی نہیں کیا بلکہ کیا فرمایا

﴿ھُوَاجْتَبٰکُمْ﴾ (الحج:۷۸)

وہ پروردگار جس نے تمہیں اپنے لیے خاص کیا۔ ماضی کا صیغہ استعمال کیا۔ اللہ تمہیں چن چکا اپنے لیے۔ اللہ اکبر! کیا شان اللہ نے عطا فرمائی۔ پھر آگے نبی علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ بھی دریا میں چلے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ بھی دریا میں چلے۔ ذرا فرق دیکھیے گا۔ توجہ فرمایئے! کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ساتھ وقت کے نبی ہیں ان کی معیت میں وہ دریا Cross کر رہے ہیں اور یہاں دریا کراس کرتے ہوئے نبی علیہ السلام موجود نہیں ہیں۔ فقط صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور وقت کے نبی علیہ السلام موجود نہیں ہیں۔ فقط صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں وقت کے نبی کی معیت میں چل کے جاتے ہیں دریا اتر جاتا ہے یہاں نبی علیہ السلام نہیں فقط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ذرا غور کیجیے صحابہ

رضی اللہ عنہم صرف دریا عبور نہیں کرتے اپنے ساتھ اپنے گھوڑوں کو بھی لے کے جاتے ہیں۔اور فرق دیکھئے!سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی روحانی طاقت کوہ طور پہ لے کر گئی۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا﴾ (الاعراف:۱۴۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام ہماری ملاقات کے لیے آئے تو کوہ طور پہ۔تو وہاں ان کے آنے کا تذکرہ۔اور جب نبی علیہ السلام کا معاملہ آیا تو اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی﴾ (اسرائیل:۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے محبوب کو رات کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک پہنچا دیا۔وہاں آئے' یہاں بلائے گئے۔ایسے ہی ہوتا ہے نا کہ بعض لوگ ملنا چاہتے ہیں ان کو Adddress دے دیا جاتا ہے بھئی!آپ ہمارے گھر آجانا ملنے کے لیے اور کبھی کوئی بچپن کا محبوب کلاس فیلو مل جائے بندہ ہاتھ پکڑ کے کہتا ہے چلو گھر یار!آج مل کے کھانا کھاتے ہیں۔ادھر آنے کا راستہ بتا دیا۔ادھر اس کو ہاتھ پکڑ کے خود اپنے گھر پہنچا دیا۔تو نبی علیہ السلام کو اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر اپنے پاس بلوا لیا۔ اسی لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ﴾ (طٰہٰ:۲۵)

اے اللہ!میرے سینے کو کھول دے اور جب نبی علیہ السلام کا معاملہ آیا تو نبی علیہ السلام کو اللہ نے فرمایا:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ (الم نشرح:۱)

کیا ہم نے آپ کے سینے کو کھول نہیں دیا۔

پھر ذرا دیکھئے!کہ ادھر ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام چھوڑ کر گئے کہ میرے بعد

قوم کا خیال رکھنا۔ اب قوم نے بات نہ مانی تو ہارون علیہ السلام خوف کھانے لگے کہ کہیں بٹ نہ جائیں اور مجھے نہ الزام دیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو انہوں نے آ کر سختی کی۔ تو ہارون علیہ السلام کو کہنا پڑا۔

﴿يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي﴾ (طٰہٰ: ۹۴)

اے میری ماں کے بیٹے! تو یہ کہنا پڑا' لیکن اللہ رب العزت نے نبی علیہ السلام کو جو وزیر عطا کیے دنیا میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دین پر استقامت کا یہ معاملہ کہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جیش بھیجنے کا معاملہ تھا ہرقل روم دو لاکھ فوج کو لے کے آیا ہوا تھا حملہ کرنا چاہتا تھا۔ نبی علیہ السلام نے اس کو بھیج تو دیا تھا مگر طبیعت ناساز تھی۔ تو ان کی اہلیہ نے ان کو پیغام بھیجا جانے میں جلدی نہ کرنا انتظار کر لینا۔ نبی علیہ السلام پردہ فرما گئے۔ لشکر قریب تھا وہ بھی اس میں شریک ہو گیا۔ اب بھیجنے کا وقت تھا مشکل۔ چونکہ مدینہ پر حملے کے لیے کافر دو لاکھ فوج لے کر آ رہا تھا۔ تو بڑے بڑے صحابہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یا تو لشکر کو ابھی بھیجیں نہیں اور ابھی بھیجیں تو پھر اسامہ رضی اللہ عنہ یہ تو چھوٹی عمر کے نوجوان ہیں کسی بزرگ بندے کو' تجربہ کار بندے کو امیر بنا کر بھیجیں۔

چنانچہ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آ کر کہنے لگے ابو بکر! اگر آپ نے لشکر کو بھیج دیا تو مجھے ڈر ہے کہ مدینہ کی عورتوں کو آنے والے دشمن کہیں لے نہ جائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کے کہا:

﴿الجَبَّارٌ فِي جَاهِلِيَّةٍ اَخْوَارٌ فِي الْاِسْلَامِ﴾

جہالت میں اتنے جبار تھے اسلام میں آ کر تم اتنے کمزور ہو گئے۔

اور پھر کیا فرمایا:

﴿ اين النقطع دين وانا حي﴾

یہ کیسے ممکن ہے دین میں نقص آ جائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ!

اکیلے جو جانا پڑے گا میں جاؤں گا اور اللہ کے حکم کو پورا کر دکھاؤں گا۔ یہ بھی کہا! اگر مجھے پکا یقین ہو مدینے کی عورتوں کو جنگل کے جانور آ کر نوچ لیں گے' لاشیں گھسیٹیں گے میں اسکو بھی قبول کرلوں گا مگر میں اس لشکر کو اللہ کے راستے میں ضرور بھیجوں گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں...... کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی استقامت پر حیران کہ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم استقامت کے ساتھ کھڑا ہو کہ اللہ کے حکم کو لاگو کر لیتا ہے۔ صدیق اکبر نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے کا حق ادا کر دیا۔ اس لیے جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ آپ جائیے اپنی قوم کے ساتھ ملک میں داخل ہو جائیے فتح ہو گی۔ تو بنی اسرائیل والے وہ سارے کے سارے گھبرا کر بیٹھ گئے کہنے لگے۔

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ (المائدہ:۲۴)

نبی علیہ السلام آپ جائیں اور آپ کا پروردگار جا کے ان سے قتال کریں ہم یہاں بیٹھیں ہیں۔ لیکن جب نبی علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا معاملہ آیا تو نبی علیہ السلام نے میدان بدر میں صحابہؓ سے پوچھا سامنے لوہے سے لدی ہوئی فوج ہے بتاؤ کیا کریں؟ سعد رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہتے ہیں اے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ حکم دیں دریا میں چھلانگ لگادیں ہم آپ کے غلام سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں جو اپنے نبی علیہ السلام کو کہہ رہے تھے آپ جائیں اور آپ کے رب جائیں قتال کریں ہم یہاں بیٹھیں ہیں۔ ہم ساتھ چھوڑنے والے نہیں ہم تو جانیں لٹانے والے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت:

دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایمان والی جماعت عطا فرمائی تھی' استقامت والی جماعت عطا فرمائی تھی۔ جیسے شاگرد کے کمالات سے استاد پہچانا جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات سے نبی علیہ السلام کی شان سامنے آتی ہے۔ تو ہمیں

اگر اچھی زندگی گزارنی ہے تو ہمیں اپنے اوپر محنت کرنی پڑے گی۔اور یہ محنت ہم کیسے کر سکیں گے؟ جب اعمال کو اپنائیں گے۔تو آج کی جو مجلس ہے اس کا محور' نچوڑ' خلاصہ کلام یہ کہ ایمان ہم لا چکے اس میں کوئی شک نہیں' اب نیک اعمال رہ گئے ہم اس پر محنت کریں اور اپنی زندگی کو نیک اعمال سے مزین کریں۔جیسے کوئی بندہ کسی گم شدہ چیز کی تلاش میں ہوتا ہے ہم نیک اعمال کو اس طرح ڈھونڈیں اور اپنائیں۔

تین باتیں لوہے کی لکیر:

ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ تین باتیں لوہے کی لکیر ہیں۔ذرا توجہ کے ساتھ سن لیجیے!

﴿۱﴾......پہلی بات یہ فرمائی:

﴿مَنْ عَمِلَ لِاٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ اَمْرَ الدُّنْيَا﴾

جو آدمی آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کے کاموں کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ذمہ داری لیتے ہیں۔تم اپنے لیے آخرت کی تیاری کرو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں پروردگار تمہارے دنیا کے کاموں کا معین اور مددگار رہتا ہوں۔

﴿۲﴾......دوسری بات یہ فرمائی:

﴿مَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ﴾

جو آدمی اپنے خلوت کے (باطن کے) معاملات کو درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کے حالات کو بھی درست فرما دیتے ہیں۔

﴿۳﴾......تیسری بات یہ فرمائی

﴿مَنْ اَصْلَحَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ﴾

جو شخص اپنا اور اللہ کے درمیان کے تعلق کو اچھا کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت ڈالتے ہیں اور اس کے اور مخلوق کے تعلقات کو بھی اللہ اچھا بنا دیتے ہیں۔

محنت کا میدان:

معلوم ہوا کہ محنت تو ہمیں اپنے لیے کرنی چاہیے۔ اگر ہم اپنے باطن کو ٹھیک کر لیں گے اللہ ظاہر کو ٹھیک کر دیں گے۔ اگر ہم اپنے اور اللہ کے تعلق کو ٹھیک کر لیں گے اللہ ہمارے اور بندوں کے درمیان تعلق کو ٹھیک کر لیں گے۔ اگر ہم اپنی آخرت پر محنت کر لیں گے اللہ ہماری دنیا کے کام سنوار دیں گے۔ تو محنت کا میدان کون بنا؟ اپنی ذات بنی۔ اس لیے آج ہماری نگاہیں دوسروں پر پڑتی ہیں۔ ان کے عیب ڈھونڈتی ہیں۔ کاش! یہ آنکھیں بند ہو جاتی' یہ نگاہیں اپنے سینے پہ پڑتی' میرے اپنے اندر کیا چھپا ہوا ہے۔ یہ گردن جھکانا بڑی مشکل' گردن کھڑی رہتی ہے۔ سریا ہوتا ہے اس میں۔ آنکھیں دوسروں کو دیکھتی ہیں اپنے پہ نظر نہیں پڑتی۔ بہر حال لب لباب یہ نکلا کہ چیزوں کے اندر تاثیر یہ انسانی تجربہ ہے اور اعمال کے اندر تاثیر یہ خدا کا وعدہ ہے۔

وعدۂ الٰہی:

بھئی! اپنے تجربے سے زیادہ خدا کے وعدہ پہ زیادہ بھروسہ ہونا چاہیے۔ اگر ہم اپنے تجربے کے تحت بجلی کو ہاتھ نہیں لگاتے' اپنے تجربے کے تحت زہر نہیں پیتے' دور رہتے ہیں کہ یہ نقصان دہ ہے تو پھر خدائی وعدہ تو ہے کہ گناہ کرو گے تو عذاب پاؤ گے۔ ہم گناہ سے کیوں نہیں بچتے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے بچیں' اللہ رب العزت کی ناراضگی سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیں۔ یہ جو انسان کے گناہ ہیں اس کے اوپر اللہ رب العزت کی ناراضگی آتی ہے۔

عمومی مزاج:

آج پوری دنیا میں آپ گھوم کے دیکھ لیں آج لوگوں کا لینے کا مزاج بنا ہوا ہے۔ ہر بندہ لینا چاہتا ہے' ہر کسی سے لینا چاہتا ہے۔ لینے کا مزاج۔ جھوٹ لینے کے لیے' سود لینے

کی دلیل' دھوکہ لینے کی دلیل' خیانت کی دلیل' غبن لینے کی دلیل' چوری لینے کی دلیل' ڈکیتی لینے کی دلیل' ناپ تول میں کمی بیشی لینے کی دلیل۔ تو یوں لگتا ہے کہ عمومی مزاج ہی لینے کا بن گیا ہے۔

شریعت کا مزاج:

شریعت کو دیکھو کہ شریعت مؤمن کو کہتی ہے کہ تم دینے کا مزاج بناؤ۔ یا اللہ! دینے کا مزاج! کہاں ہاں! تم مومن ہو۔ لینے کا مزاج نہیں رکھنا دینے کا مزاج رکھنا۔ کیسے دیں؟ فرمایا زکوۃ دو۔ تمہارے مال میں غریبوں کا حق ہے۔

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (الذاریات:۱۹)

زکوۃ دو۔ اچھا اللہ! زکوۃ دے دیں۔ فرمایا کھیتی کرتے ہو عشر ادا کرو۔ اچھا اللہ! عشر بھی ادا کر دیا۔ فرمایا زکوۃ دے دی' عشر دے دیا اللہ کے راستے میں صدقات نافلہ بھی دو۔ صدقہ بھی کرو۔ اچھا اللہ! ہم نے یہ صدقہ بھی کر لیا فرمایا ایک دوسرے کو ہدیہ بھی دو۔

﴿تهادوا تحابوا﴾

تم ہدیہ کرو گے محبتیں بڑھے گی۔ مزاج دین کا دیکھو۔ زکوۃ دے دو' عشر دینا' صدقہ دینا' ہدیہ دینا' ہبہ دینا۔ اللہ! آپ مومن کو کہتے ہیں دے' دے' دے تو لے گا کہاں سے؟ فرمایا میرے بندے! بات کو سمجھو! میرے آگے ہاتھ پھیلاؤ میں تمہاری جھولیاں بھر دوں گا۔ تم ہاتھ بڑھاؤ' تم لوگوں کو دو' تم لوگوں کی جھولیاں بھرو گے' مجھ سے مانگوں گے میری مخلوق بن جاؤ گے' لوگوں کو دیں گے تم دنیا کے محبوب بن جاؤ گے' عزتوں والی زندگی گزارنے والی کا طریقہ میں تمہیں بتاؤں گا۔ یہ ہے مومن کی زندگی۔ اللہ سے لے اللہ کی مخلوق کو دے۔ اس لیے شریعت نے دینے کا مزاج بنایا۔ تو ہم اپنی زندگی سے گناہوں کو چن چن کے ختم کریں۔ اور اللہ رب العزت سے معافیاں مانگیں۔ جو گناہ ہم کر چکے' اے اللہ! آپ ان کو معاف کر دیجیے' ہماری گناہوں کو بخش دیجیے۔

گناہوں پر گواہ:

ہر انسان کے گناہوں پر قیامت کے دن چار گواہیاں ہونگی۔ ایک گواہی ہوگی فرشتوں کی کراماً کاتبین۔ دوسرے گواہ ہونگے انسان کے اعضاء۔ تیسری گواہی ہوگی زمین۔

﴿یومئذ تحدث اخبارها بان ربك اوحى لها﴾ (زلزال ۰)

چوتھی گواہی انسان کا نامہ اعمال۔ یہ چار گواہ پیش ہونگے۔ لیکن جب بندہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے۔

﴿اذا تاب العبد انسى الله حفظه و انسى ذلك جوارحه ومعالمه من الارض﴾

جب بندہ توبہ کرتا ہے اللہ فرشتوں کو بھی گناہ بھلا دیتے ہیں اس کے اعضاء کو بھی گناہ بھلا دیتے ہیں۔ اور زمین کے ٹکڑوں کو بھی بھلا دیتے ہیں۔

﴿حتى يلق الله وليس عليه شاهدا من الله بذنب﴾

وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے اس کے گناہوں کی گواہی دینے والا کوئی بھی نہیں ہوتا۔

عجیب علمی نکتہ:

یہاں پر ایک دو علمی نکتے طلباء کے لیے۔ دنیا کی عدالت میں اگر کسی پر جھوٹا مقدمہ کر دیا جائے اور کیس کی پیروی سے پتہ چل جائے کہ مقدمہ جھوٹا تھا۔ عدالت کہے گی ہم نے باعزت بری کر دیا۔ آپ کہیں جناب! ریکارڈ ختم کریں۔ وہ کہیں گے ریکارڈ تو ختم نہیں کر سکتے یہ تو رکھیں گے۔ ساری عمر ریکارڈ رہے گا کہ مقدمہ ہوا تھا حالانکہ جھوٹا تھا۔ حالانکہ لوگوں نے جھوٹا مقدمہ بنایا تھا مگر عدالت ریکارڈ ختم کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھو۔ ایک بندہ مجرم تھا، گناہ کیا تھا۔ رحم کی اپیل کر دی۔ میرے اللہ! میں نادم

ہوں شرمندہ ہوں' میری توبہ قبول کر لیجیے۔ اللہ فرماتے ہیں میں وہ پروردگار ہوں فقط باعزت بری ہی نہیں کرتا میں اس کا ریکارڈ بھی نامہ اعمال سے ختم کر دیتا ہوں۔ اب یہ نامہ اعمال سے ختم کرنے میں کیا حکمتیں؟

ذرا توجہ سے سنئے!

پہلی بات: اگر نامہ اعمال میں گناہ ہوتے مگر لکیر پھیر دی جاتی تو قیامت کے دن ہر مومن اپنا نامہ اعمال دوسروں کو پڑھائے گا۔ کیا کہے گا کہ میرا نامہ اعمال دیکھو۔

﴿هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾

تو نامہ اعمال اس نے اپنے قریبی لوگوں کو دکھانے تھے۔ رب کریم نے فرمایا میرے بندے! جو گناہ تو کر بیٹھا اگر اس پر نشان بھی کاٹنے کا لگا دیں' لکیر بھی لگا دیں تب بھی اگر کوئی تیرا نامہ اعمال دیکھے گا اسے پتہ تو چلے گا نا کہ میاں! کرتوت کیسے تھے مگر معاف کر دیا گیا تھا۔ میرے بندے! معافی مانگنے کے بعد یہ بھی تیری ذلت ہے میں تجھے اس ذلت سے بھی بچا دیتا ہوں۔ میں سرے سے گناہوں کو تمہارے نامہ اعمال سے نکال دیتا ہوں۔ پتہ ہی نہ چلے کسی کو گناہ کیے تھے یا نہیں کیے تھے۔ یا اللہ! نامہ اعمال سے تو گناہ ختم کر دیئے مگر آپ فرما رہے ہیں۔

﴿انسی الله حفظه﴾

اللہ بھلاتا ہے۔ گویا گناہ اللہ مٹاتے ہیں' اللہ بھلاتے ہیں۔ بھئی! یہ کام تو فرشتوں سے بھی کروا سکتے تھے۔ دنیا کے حاکم کام کروانا ہو تو کلرکوں سے کرواتے ہیں۔ بھئی! یہ کام کرو۔ یہاں رب کریم فرشتوں کو نہیں فرما رہے کہ یہ کام کرو فرماتے ہیں ہم مٹاتے ہیں' ہم بھلاتے ہیں۔ تو محدثین نے لکھا یہ جو اپنی طرف منسوب کیا فرمایا میرے بندے! میں یہ عمل اس لیے کر رہا ہوں تمہارے عملوں کو معاف کرنا اور بھلانا اس لیے کہ اگر فرشتے یہ کام

کرتے کل قیامت کے دن تمہارے نامہ اعمال پہ فرشتے کہتے ہمیں پتہ ہے جی! ان کے کرتوتوں کو ہم نے مٹایا ہوا ہے اصل حقیقت کیا ہے؟ تمہیں فرشتوں کا احسان مند ہونا پڑتا یا فرشتوں کا طعنہ سننا پڑتا' تم نے میرے ساتھ دوستی کر لی نہ تمہیں فرشتوں کا طعنہ سننا پڑے گا نہ احسان مند ہونا پڑے گا میں پروردگار تمہارے گناہوں کو خود مٹاتا ہوں۔ اتنا کریم آقا اللہ اکبر کبیرا! اس لیے فرمایا کہ جب کوئی بندہ گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ رب العزت سے دعا مانگے واعف عنا اے اللہ ہمارے گناہوں کے آثار مٹا دیجیے تاکہ قیامت کے دن ہمیں رسوائی نہ ہو۔ واغفر لنا اور ہمارے قبیح اعمال کو ڈھانپ لیجیے اچھے اعمال کو لوگوں پر ظاہر کیجیے۔ تو واعف عنا سے گناہ مٹ گئے اور واغفر لنا سے نیک اعمال لوگوں پر ظاہر بھی فرما دیے۔ اس کے بعد ایک عجیب بات! فرمائی آگے کہو وارحمنا اللہ ہم پر رحم بھی فرما دیجیے۔ یہ وارحمنا کیوں لے کے آئے۔ اس لیے کہ بیٹے سے اگر باپ ناراض ہوتا۔ خرچہ پانی بھی بند کیا ہو بولنا بھی چھوڑا ہوا اور بیٹا آ کے ابو کے ہاتھ پکڑ لے تو باپ اس سے راضی ہو کے معاف بھی کر دیتا ہے اور پھر اس کے خرچے کو بھی جاری کر دیتا ہے۔ بلکہ جیب خرچ بڑھا دیتا ہے کہ تم نے معافی مانگ لی۔ تو یا اللہ! گناہ کیے تھے آپ کی رحمتیں اٹھی ہوئی تھیں اب تو ہم نے معافی مانگ لی اللہ! ابا کو منالیں جیب خرچہ شروع ہوتا ہے اب تو ہم نے ربا کو منالیا اب آپ بھی ہمارا جیب خرچہ شروع کر دیجیے۔ کونسا جیب خرچہ؟ وارحمنا۔ مفسرین نے لکھا کے وارحمنا کے تحت بندے کو چار انعام ملتے ہیں۔

چار انعاماتِ ربانی:

پہلا انعام: توفیق عبادت جو گناہوں کی وجہ سے چھن گئی تھی اللہ رب العزت توبہ کے بعد عبادت کی توفیق دوبارہ عطا فرما دیتے ہیں۔ گناہوں سے توفیق چھن جاتی ہے نا۔ نماز پڑھنی مشکل' تلاوت مشکل' تہجد مشکل۔ وہ جو توفیق چھن گئی تھی فرمایا اب تم نے صلح کر لی میرے دوست بن گئے لہٰذا اب ہم تمہیں پھر توفیق عبادت دے دیتے ہیں۔

دوسرا انعام: فرمایا کہ ہم نے گناہوں کے سبب تمہیں بے سکونی دی تھی رزق میں' معیشتۃ ضنکا'' ہم اب سکون والی روزی دے دیتے ہیں' فراخ روزی دے دیتے ہیں' پرسکون روزی لو اور اس سے نیک اعمال کرو' اللہ کے راستے میں جاؤ۔ اور اس سے خوب میرے گھر کا دیدار کرو۔ اور جا کر میرے حبیب ﷺ کے روضے پر حاضری دو۔ اس لیے کہ تمہیں اب مل جو گیا خرچہ۔ خرچہ ملنے کے بعد اب تم حج عمرے کر [illegible] میرے محبوب ﷺ کے در پہ حاضری دو۔ تم کہتے تھے نا۔ (پشتو کے الفاظ ہیں)

شنے روضے تہ چہ ځے

مدینے تہ چہ ځے

اللہ اپنے محبوب کا گھر دکھا دیں۔ کرو ذرا سفر میرے گھر کا' آؤ میرے گھر۔ یا اللہ! آپ کتنے کریم ہیں۔ بندے پر اتنی مہربانیاں فرما دیں ہیں! فرمایا ہاں!

تیسرا انعام میں یہ دوں گا کہ بے حساب تمہارے گناہوں کی مغفرت فرما دوں گا۔ بے حساب جنت میں داخلہ۔ یا اللہ! یہ بے حساب کیسے ہو گیا؟ ہم نے ایک مرتبہ حج کے سفر میں Air Port پہ دیکھا۔ وہ کسٹم والے ہوتے ہیں نا تو وہ ہر سامان کو چیک کر کے چاک کا نشان لگاتے ہیں۔ جب گئے تو ان کو ہماری مسکین صورت پہ رحم آ گیا انہوں نے ٹرالی کے اوپر سامان تھا کسٹم کا نشان لگا دیا کہتا ہے جاؤ بھئی۔ یا اللہ! جنت میں بے حساب ایسے ہی جائیں گے نا۔ اگر دنیا والے چاک کا نشان لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن نشان لگا دیں گے جاؤ بے حساب کتاب جنت میں۔

چوتھا انعام: فرمایا کہ دخول جنت تمہارے لیے آسان فرما دیں گے۔ دخول جنت کیسے آسان؟ حدیث پاک میں آتا ہے کہ بڑا عجیب مضمون! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک بندے کو بلائیں گے۔ اس کے گرد ایک رحمت کا پردہ تان دیں گے۔ اور پھر اس بندے کے تمام زندگی کے بڑے بڑے گناہ گنوائیں گے۔ کذا و کذا یہ کیا؟ جی یا اللہ

کیا۔ یہ بھی کیا؟ یہ بھی کیا۔ یہ بھی کرتے تھے؟ جی کرتے تھے۔ یہ بھی کرتے تھے؟ جی کرتے تھے۔ اتنے گناہ گنوائیں گے کہ وہ بندہ دل میں سوچے گا آج جہنم کی آگ سے میں بچ نہیں سکتا۔ اللہ فرمائیں گے اچھا! تم نے گناہ تو کیے مگر تو مجھ سے دعائیں مانگتا تھا' نیک بننے کی کوشش بھی کرتا تھا' ہم نے تیری ان کوششوں کو قبول کر کے تیرے سارے گناہوں کو تیری نیکیوں میں تبدیل کر دیا۔ پھر جو رحمت کا پردہ ہٹے گا ساری مخلوق دیکھے گی اس بندے کے نامہ اعمال میں کوئی بھی گناہ نہیں۔ لوگ سوچیں گے یا انبیاء میں سے کوئی نبی ہے یا صدیقین میں سے کوئی ہے۔ جس نے زندگی میں کبھی کسی گناہ کا ارتکاب ہی نہیں کیا۔ اللہ ایسے بندے کو فرمائیں گے۔ اللہ اکبر کبیرا! تو وارحمنا کے تحت اللہ تعالیٰ یہ سب نعمتیں دیں گے اور پھر آخیر پر فرمایا:

﴿ انت مولنا انت سیدنا و امالکنا و متولی الامور ﴾

دیکھو ایک دعا سکھا کے اللہ رب العزت نے کتنی آسانیاں بندے کے اوپر فرمائیں۔ کتنی رحمتیں فرما دیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اصلاح کی کوشش کریں' اپنے اعمال کو سنواریں۔ جب ہم سنور جائیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی اشاعت کا ذریعہ بنائیں گے۔ جدھر سے ہم گزر جائیں گے لوگ شکلیں دیکھ کر کلمہ پڑھنے پہ مجبور ہو جائیں گے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ بنگال:

حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بنگال کا سفر کیا۔ سات لاکھ انسانوں نے کلمہ پڑھا۔ ستر لاکھ گناہ گاروں نے ان کے ہاتھ پہ بیعت توبہ کی۔ جیسے کوئی کاریگر ماسٹر پیس بنا دیتا ہے نا دکھاتا ہے لوگوں کو کیسا ہے؟ کیسا ہے؟ جو اللہ کا بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس ماسٹر پیس کو ساری دنیا کے اندر پہنچا دیتا ہے' دنیا کے لوگوں کو دکھا دیتا ہے۔ کہ دیکھو تم بھی تو آج کے دور میں ایسے بن سکتے ہو۔ پھر اللہ راستے کھول دیتے ہیں بندے کے لیے۔ پھر ہم دین کا کام کریں اور اپنی زندگیاں دین کے لیے خرچ کریں۔ یاد رکھنا! آج

کے دور میں جو انسان دین پر زندگی گزارے دین کی اشاعت کرے وہ اللہ رب العزت کا محبوب اس لیے کہ آج کے دور میں دین یتیم ہو چکا ہے۔

دین کو سینے سے لگائیں:

یاد رکھنا کہ جس طرح حلیمہ سعدیہؓ نے یتیم مکہ کو سینے سے لگایا تھا اللہ نے رحمتوں سے اس کے گھر کو بھر دیا تھا۔ ہم اس دین کو سینے سے لگائیں گے اللہ ہمارے گھروں و مدارس کو رحمتوں سے بھریں گے۔ مخلوق کے دلوں میں ایسی محبتیں ڈال دیں گے کہ آنے والے وقتوں میں لوگ ہماری قبروں کے ساتھ لپٹ کر رویا کریں گے۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنی زندگی میں اپنے آپ کو سنوارنے والی محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

گناہوں کی شرمندگی پر رونا:

مومن کے پاس اپنے گناہوں پہ شرمندگی کا جو رونا ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مومن کی آنکھ سے جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے آنسو نکلتا ہے وہ اس کے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہوا کرتا ہے۔ ایک پنجابی صوفی شاعر فرماتے ہیں

جیڑا لطف ہے رون اندر
او وچ بیان نہ آوے
رونا دل دی میل اتارے
نالے روٹھڑے یار مناوے
تے یاد خدا وچ رون والا
کدے دوزخ وچ نہ جاوے

اللہ ہمیں اپنی یاد میں رونے کی سعادت عطا فرمائے' قیامت کے دن کی ذلت سے محفوظ فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۝ (سورۃ القلم ۳۳)

قوموں پر اللہ رب العزت کا عذاب

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے دوست گناہ کو نہ دیکھنا کہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھنا جس کے حکم کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔ وہ بہت بڑی ذات ہے۔ اللہ رب العزت دنیا میں بھی انتقام لیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انتقام کا ارادہ کر لیتے ہیں تو پھر گھر بیٹھے بٹھائے بندہ کو ذلت نصیب ہو جاتی ہے۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

قوموں پر اللہ رب العزت کا عذاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞

کَذٰلِکَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ ۞ (سورۃ القلم:۳۳)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۞ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۞ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

انسان کا امتحان:

اللہ رب العزت نے انسان کو اس دنیا میں نیکی اور برائی کرنے کا اختیار دیا۔ اگر وہ چاہے تو نیک عمل کرے چاہے تو برا عمل کرے۔ یہی اس کا امتحان ہے۔ انسانی خواہشات اس کو برائی کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ شیطان انسان کو برے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جبکہ رحمان اپنے بندوں کو نیکی کے راستے کی طرف بلاتا ہے۔ یہ حق اور باطل کے درمیان ایک جنگ ہے۔ جو نیک لوگ ہوتے ہیں وہ اللہ رب العزت کا حکم مان کر زندگی گزارتے ہیں اور جو فسق و فجور میں پڑنے والے ہیں وہ خواہشات کے بندے بن کر زندگی

گزارتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا قانون جزا اور سزا ہے۔ جو نیکی کرے گا وہ انعام کا مستحق بنے گا۔ اور جو برائی کا مرتکب ہوگا وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ یہ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس بندے کو اس کی برائی کا بدلہ دیتے ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ﴾ (سورۃ القلم: ۳۳)

اللہ رب العزت کا قانون سزا اور جزا چل رہا ہے۔ انسان اگر ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچے تو اپنی زندگی میں وہ اس کی کتنی مثالیں دیکھ سکتا ہے۔

اقوام عالم کا تاریخی پس منظر

اگر تاریخ عالم پر نظر ڈالیں تو کتنی قومیں آئیں جنہوں نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور اللہ نے ان پر انعامات کی بارش کر دی۔ اور جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی بالآخر اللہ رب العزت کے عذاب کی لپیٹ میں آ گئے۔ آپ دیکھیے کہ ابلیس ابتدا کے اندر ”عزازیل“ کہلاتا تھا اور اتنی عبادت اس نے کی کہ اس کو فرشتوں میں شامل کر لیا گیا۔ اتنا اس کو مرتبہ ملا لیکن جب اللہ رب العزت کی نافرمانی کی حکم عدولی کی تو رب کریم نے فرمایا:

﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾ (سورہ ص آیت: ۷۷)

نکل جا یہاں سے تو مردود ہے۔ اور پھر ساتھ یہ بھی فرما دیا:

﴿وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (سورہ ص: ۷۸)

قیامت تک تیرے اوپر میری لعنتیں برستی رہیں۔ یہ کتنا بڑا عذاب ہے اللہ کی طرف سے چنانچہ مردود بنا دیا گیا۔

قوم نوحؑ کے حال پر طائرانہ نظر:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نو سو سال تقریباً خیر کی طرف بلایا۔ چند لوگ تھے جو ایمان لے آئے اور باقی لوگوں نے انکار کیا پھر جنہوں نے انکار کیا ان پر عذاب کا کوڑا پھینکا گیا۔ اسی دنیا میں وہ طوفان کی لپیٹ میں آئے بلکہ جب اللہ نے حضرت نوح

علیہ السلام کو بتایا کہ عذاب آئے گا تو ساتھ یہ بھی فرما دیا:

﴿وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ﴾ (سورۃ ھود: ۳۷)

اب ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا کہ کہیں آپ کے اندر جو رحمت کا مادہ ہے وہ اپنی قوم کو دیکھ کر دعا کیلئے مجبور نہ کر دے۔ اب آپ دعا نہ کیجئے گا۔ ان کو ہم نے غرق کر دینا ہے۔ اور وہی ہوا کہ اللہ رب العزت نے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

ہوا کا عذاب:

دنیا میں ایک ایسی قوم آئی جس کو اپنی طاقت پہ بڑا ناز تھا۔ وہ کہا کرتے تھے:

﴿مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (سورۃ حم سجدہ: ۱۵)

کون ہے ہم سے طاقت میں زیادہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں

﴿لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ (سورۃ الفجر آیت ۸)

ایسی قوم شہروں میں پھر پیدا نہیں ہوئی۔ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ہوا کا عذاب بھیجا۔

﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا﴾ (سورۃ حم السجدہ ۱۶)

وہ ایسی ہوا تھی کہ جب مومن محسوس کرتے تھے تو ان کی طبیعت کو وہ فرحت بخشتی تھی، اچھی لگتی تھی۔ جیسے گرمی کے موسم کی ٹھنڈی ہوا ہوتی ہے۔ لیکن کافروں کے لیے وہ اتنی تیز تھی کہ ان کو پٹخ کر زمین پر مارتی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ نیچے گرے اور مار دیے گئے۔ ان کی لاشیں اس طرح بکھری ہوئی تھیں۔

﴿كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (سورۃ الحاقۃ: ۷)

جیسے کہ درختوں کے تنے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔

قوم ثمود کی کوتاہی:

حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے بھیجا قوم ثمود کی طرف بیا تنے بڑے

قد و قامت والے لوگ تھے:

﴿وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا﴾ (سورۃ الحجر آیت ۸۲)

پہاڑوں کو کھود کر اپنے گھر بناتے تھے۔ اللہ رب العزت نے اس عاجز کو وہ بستی دیکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ قوم صالح حیران ہوئے کہ پہاڑوں کے اندر کھود کر گھر بنائے گئے تھے۔ ان کے اندر کمرے تھے۔ یا اللہ کیسے ہمت اور طاقت والے لوگ ہوں گے۔ لیکن ان کو ایک اونٹنی عطا کی گئی۔ اور حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بتایا کہ

﴿وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورۃ الاعراف: ۷۳)

اس اونٹنی کو برائی کا ہاتھ مت لگانا ورنہ پکڑ لے گا تم کو بڑا عذاب۔

اور وہی ہوا کہ اس قوم کے چند ایسے لوگ جو نفس کے پجاری تھے انہوں نے بالآخر اس اونٹنی کو ذبح کیا۔ اس کی وجہ سے

﴿فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۷۸)

اللہ کا ان پر عذاب آ گیا اوندھے پڑے ہوئے تھے زمین کے اوپر

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور اللہ کی پکڑ:

حضرت لوط علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ ان کی قوم کے اندر ایک کبیرہ گناہ عام ہو گیا کہ وہ اپنی خواہشات کو اپنی بیویوں کی بجائے لڑکوں کے ساتھ پورا کرتے بالآخر ان کے اوپر اللہ رب العزت کی طرف سے عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا﴾

جبرائیل علیہ السلام زمین پر آئے۔ انہوں نے زمین کے اس ٹکڑے کو اپنے پر سے توڑا اور آسمان کی بلندی پر لے جا کر اس کو الٹا کر دیا۔ جو اوپر کا حصہ تھا وہ نیچے بنا دیا گیا۔

﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ﴾ (سورۃ ھود: ۸۲)

پتھروں کی بارش ان پر برسا دی گئی۔

ناپ تول میں کمی کا انجام:

شعیب علیہ السلام کی قوم آئی۔ یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ بالآخر اللہ کا عذاب آیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾ (سورۃ ھود: ۹۴)

ایک چیخ کی آواز آئی اور پوری قوم جو تھی اس کے برے لوگوں کو ماردیا۔

فرعون وقارون کا حال:

فرعون آیا۔ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس کی قوم نے اس کا ساتھ دیا۔ بالآخر نتیجہ کیا نکلا۔

﴿وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۵۰)

فرعون کی آل کو غرق کردیا گیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

قارون کو اپنے مال پر بڑا ناز تھا۔ اس نے اللہ رب العزت کے حکم کو توڑا۔ نتیجہ کیا نکلا

﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ﴾ (سورۃ القصص: ۸۱)

اس کو اور اس کے گھر کو زمین کے اندر دھنسا دیا گیا۔ یہ اللہ کی طرف سے عذاب تھا۔ اس عاجز کو زندگی میں ایک ایسی جگہ دیکھنے کا موقع ملا افریقہ کے جنگلوں میں جو زمین میں دھنس گئی تھی۔ ہمارے ساتھی نے ایک بڑی ٹہنی لی کوئی دس پندرہ فٹ لمبی۔ اور دور سے اس کو اس نے اس جگہ کے اوپر ڈالا۔ اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹہنی پوری کی پوری زمین کے اندر غائب ہوگئی۔ اللہ کی قدرت کو دیکھا۔ کہ اللہ ہم اگر تیرے حکموں کی نافرمانی کریں گے تو آپ اس پر یقیناً قادر ہیں کہ زمین اس بندے کو اپنے اندر نگل لے۔ چنانچہ اس جگہ پر کوئی بھی جانور آتا ہے انسان آتا ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے۔

دین نصیحت ہے:

بنی اسرائیل نے اللہ رب العزت کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۶۱)

دیکھا اللہ نے ان کو ذلت اور مسکنت عطا فرمائی۔ لہٰذا یہ طے شدہ بات ہے کہ جو انسان اللہ کی نافرمانی پر ڈٹ جائے گا۔ اللہ اس دنیا میں بھی اپنے عذاب کا کوڑا اس پر پھینکیں گے اور آخرت میں بھی اس کو عذاب ملے گا۔

قرآن پاک کا شرطیہ انداز:

قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں یہ تذکرے موجود ہیں۔ چنانچہ بعض آیات میں "ان" کے لفظ سے اس کا تذکرہ فرمایا گیا۔ یہ شرطیہ ہے۔ اگر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾

کہ اگر اللہ سے ڈرو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے فرقان عطا فرمائے گا۔ فرقان ایک نور ہوتا ہے۔ جو فرق بین الحق والباطل کا کام کرتا ہے۔ انسان کو نیکی اور برائی کی تمیز آ جاتی ہے۔ اچھائی اور برائی کا پتہ چل جاتا ہے۔

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ﴾

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

﴿اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۱۴۷)

اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ۔ تو یہ مشروط ہے کہ اگر ایمان لاؤ اور شکر ادا کرو تو اللہ رب العزت تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اب مفہوم اگر سمجھنا چاہیں تو یوں ہے کہ تمہیں عذاب دے کر اللہ کے ہاتھ کیا آئے گا۔ اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ۔ ایک جگہ فرمایا

﴿اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾

اگر تم ان کی اتباع اور پیروی کرو گے تو تم ہدایت پا جاؤ گے۔ یہ مشروط باتیں ہیں۔

لفظ لو اور فلما کا خوبصورت اظہار:

اسی طرح لو کے ذریعے سے قرآن مجید میں اس کا تذکرہ کیا۔

﴿لَوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا﴾

کہ اگر وہ طریقت کے رو پر قائم ہو جائے تو ان کو پلایا جاتا خوش ذائقہ پانی

ایک جگہ پر فرمایا

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾

اگر وہ مان لیتے' کرتے جو ان کو نصیحت کی گئی تو یہ ان کے لیے اچھا ہوتا۔ تو دیکھیں اعمال کے ساتھ نتائج کا تعلق ہے۔ بعض جگہ پر فلما کے ذریعے سے اس کا تذکرہ کیا۔

چنانچہ فرمایا

﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ﴾

جس سے منع کیا گیا تھا تو جب وہ حد پار کر گئے

﴿قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ﴾

ہم نے کہا ہو جاؤ پھٹکارے ہوئے بندر تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بندروں کی شکل میں بدل کے رکھ دیا۔

نبی علیہ السلام کی دعا:

نبی علیہ السلام کی دعائیں ہیں جو ہماری حفاظت کر رہی ہیں۔ مسجد اجازہ میں جو دعائیں قبول ہوئیں ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ نبی ﷺ نے دعا مانگی اے اللہ میری امت کی شکلوں کو اس طرح مسخ نہ کر دینا جیسے بنی اسرائیل کی شکلوں کو مسخ کر دیا تھا۔ دعا قبول ہو گئی آج ہم اصلی شکلوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔

ادلے کا بدلہ:

ہم اگر نیکی کریں گے تو اجر پائیں گے اور اگر گناہوں کا ارتکاب کریں گے تو بالآخر اللہ کی طرف سے اس کی سزا پائیں گے۔ ایک اور آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾

یہ آیت پڑھتے ہیں تو یقیناً کانپتے ہیں۔ جب انہوں نے ہمیں متاسف کیا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پھر ہم نے ان سے انتقام لیا۔ اب ذرا اللہ کی عظمت کو سامنے رکھیے۔ کہ اللہ رب العزت ارشاد فرمائیں کہ ہم نے ان سے انتقام لیا۔ اللہ اکبر کبیر۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت:

ابن قیم فرماتے تھے کہ اے دوست گناہ کو نہ دیکھنا کہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھنا جس کے حکم کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔ وہ بہت بڑی ذات ہے۔ اللہ رب العزت دنیا میں بھی انتقام لیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انتقام کا ارادہ کر لیتے ہیں تو پھر گھر بیٹھے بٹھائے بندہ کو ذلت نصیب ہو جاتی ہے۔

نیکی اور بدی کا انجام قرآن کی روشنی میں:

اسی طرح قرآن مجید میں فا کے حرف سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔ مثلاً:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾

یہ پہلا فا جو ہے یہ عاطفہ ہے۔ عطف کے لیے استعمال ہوا۔ کہ اگر وہ توبہ کریں نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں۔ فاخوانکم یہ فاسببیہ ۔پس وہ تمہارے بھائی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اعمال اگر کریں تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ ایک جگہ فرمایا:

﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾

پس انہوں نے نافرمانی کی رسول کی پس ان کو پکڑ لیا عذاب نے

فکذبوھما انہوں نے دونوں کا انکار کیا۔ فکانو من المھلکین دونوں ہو گئے ہلاک ہونے والوں میں۔ کہیں ذٰلِكَ کا لفظ استعمال کر کے اشارہ کر دیا گیا۔ فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾

یہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔ ذالک یہ کس لیے ہوا۔

﴿بِمَا كَفَرُوا بِآيَاتِنَا﴾

انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا۔ تو قرآن مجید کی یہ آیات ہمیں وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہیں کہ اگر انسان اللہ رب العزت کی نافرمانی کرے گا تو اس کا انجام برا اور اگر نیکوکاری کی زندگی گزارے گا تو اللہ رب العزت کی طرف سے رحمتوں اور نعمتوں کا مستحق بنے گا۔ ہمارے اعمال ہی ہیں جن کے نتیجے ہم بھگت رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے روایت میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف بندوں کے اعمال پہنچائے جاتے ہیں۔ ان کے اعمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ویسے ہی ان پر حالات نازل فرماتے ہیں۔ جیسے اعمال ویسے احوال۔

جب کہا میں نے یا اللہ تو میرا حال دیکھ
حکم آیا میرے بندے نامہ اعمال دیکھ

ہم اپنے نامہ اعمال کو دیکھیں ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ کیوں ہمیں پریشانیاں آئیں

﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

پانچ کے بدلے پانچ:

چنانچہ ابن ماجہ کی روایت ہے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانچ کے بدلے پانچ چیزیں وقوع پذیر ہو کر رہیں گی۔

جب بے حیائی اور فحاشی عام ہو جائے گی تو مہلک بیماریوں کو عام کر دیا جائے گا۔

آج آپ غور کیجئے ہر دوسرے چوتھے دن آپ ایک نئی بیماری کا نام سن لیتے ہیں۔ ایسی بیماریاں جن کا نام ہمارے باپ دادا نے کبھی سنا ہی نہیں یہ بے حیائی اور فحاشی کا نتیجہ ہے۔

عدل کی حقیقت:

جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی تو اللہ رب العزت اس پر ظالم حکام کو مسلط کر دیں گے۔ ہم عام طور پر ناپ تول میں کمی سمجھتے ہیں کہ کریانے کی دکان ہے اور بندے نے سودا تولنا ہے تو ایک طرف باٹ ہیں اور ایک طرف سودا یہ ناپ تول میں کمی ہے۔ یہ بھی ناپ تول میں کمی ہے لیکن یہ میزان تو ہر بندے کی زندگی میں ہے۔ مثلاً میاں بیوی ان کے درمیان ایک میزان ہے۔ خاوند اگر چاہتا ہے کہ بیوی نیک بن کر زندگی گزارے تو پھر خاوند کو خود بھی تو چاہیے کہ وہ نیک بنے۔ جس چیز کی توقع بیوی سے کر رہا ہے۔ اس کے اوپر کیوں نہیں پورا اترنے کی کوشش کرتا۔ آپ دیکھیں ناپ تول میں یہاں کمی ہوگئی۔ خاوند چاہتا ہے کہ بیوی تو بس میرے اشارے کے اوپر پلاسٹک کی بنی ہوئی بے بی کی طرح چلتی پھرتی 'اٹھتی بیٹھتی رہے جو کہہ دیا جائے۔ اور اپنے بارے میں 'میں اپنی مرضی کا مالک ہوں' اور دوسری طرف بیویوں کا بھی یہ معاملہ ہے کہ وہ چاہتی ہیں کہ خاوند تو بس ہمارے اشارے پہ انگلیوں پہ ناچتا رہے۔ اور ہم چاہے تو بات مانیں چاہے تو نہ۔ یہ بھی ناپ تول میں کمی ہے۔ یہ بھی مطفف ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾

بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو مطفف ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے والے ہیں۔

﴿الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾

لینے کا موقع آئے تو پورا سودا لینے کی کوشش کریں اور دینے کا وقت آئے تو کم دینے کی کوشش کریں۔ ماں باپ اور اولاد کے درمیان میزان۔ اولاد یہ تو چاہتی ہے کہ ماں باپ

ہمارے ساتھ شفقت' محبت کا معاملہ کریں' ہمیں محبت دیں' ہمیں اخلاقی اعتبار سے Back up کریں۔ ہمارے اوپر ہر طرح سے مہربانیاں کریں۔ تو کیا اولاد کی ذمہ داری نہیں کہ وہ بھی ماں باپ کی نیک باتوں کے اوپر توجہ دیں۔ اور ان پر عمل کریں۔ یہ بھی میزان ہے اولاد اور ماں باپ کے درمیان۔ ایک مسلمان اور دوسرے مسلمان کے درمیان میزان۔ حقوق ہیں اللہ نے متعین کر دیے ہم اگر دوسروں سے حقوق لینے کے متمنی ہیں۔ اور دینا نہیں چاہتے یا دینے میں کمی کرتے ہیں۔ تو ہم بھی مطفف ہیں۔ ہم بھی ناپ تول میں کمی کرنے والے ہیں۔ استاد اور شاگرد کے درمیان میزان۔ شاگرد یہ تو چاہتا ہے کہ استاد محنت سے پڑھائے مگر کیا وہ اس پڑھائے ہوئے علم کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بھی ایک میزان ہے۔

تو ناپ تول میں کمی اگر وسیع النظر سے دیکھا جائے تو آج ہمارے اندر بہت زیادہ ہے۔ اس ناپ تول کی کمی میں فرمایا کہ جب امت میں ناپ تول میں کمی آجائے گی اللہ ان کے اوپر ظالم حکمران متعین کر دیں گے۔

﴿اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ﴾

تمہارے اعمال ہی تمہارے عمال ہیں

زکوۃ نہ دینے کا نقصان:

تیسری بات فرمائی گئی کہ جب میری امت زکوۃ کو تاوان اور بوجھ سمجھنا شروع کر دے گی۔ اللہ رب العزت قحط کو ان کے اوپر مسلط کر دیں گے۔ بارشیں کم ہونگی' یا بارشیں ہوئیں تو بیماریاں آجائیں گی۔ پھلوں کو اور اجناس کو ختم کر دیں گی۔ ہم کتنی مرتبہ یہ دیکھ چکے' اخباروں میں بیان آتے ہیں کہ جی فلاں فصل اس مرتبہ بہت زیادہ لگائی گئی جب فصل لینے کا وقت آتا ہے تو کہتے ہیں کہ جی موسم کی خرابی کی وجہ سے گندم کا دانہ چھوٹا رہا۔ لہٰذا وزن کم رہا۔ یہ کسی اختیار رکھنے والے پروردگار نے کنڈی ہلائی پیچھے سے۔ نتیجہ وہ نہیں ملا جو ہم

چاہیے تھے۔ گندم کے علاوہ Cotton لگائی جاتی ہے۔ شروع میں بیانات آتے ہیں کہ جی اتنی کاٹن لگا دی گئی۔ پھر اخیر میں نتیجہ نکلتا ہے کہ مکڑیوں نے فلاں نے اسکے اوپر حملہ کر دیا' فصل خراب ہوگئی۔ تو فصلوں کا خراب ہو جانا' پھلوں کا خراب' کھیتی کا خراب یہ قحط سالی ہی کی ایک شکل ہے۔ کبھی بارش ہی نہیں دی جاتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زمین کے نیچے کے پانی کو نیچا کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ کئی شہروں میں آپ سنیں گے کہ پانی نیچے ہو گیا۔ پانی پورا نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ جب میری امت زکوۃ کو بوجھ سمجھنا شروع کر دے گی تو ان کو قحط سالی کے اندر لپیٹ دیا جائے گا۔

عہد شکنی پر عذاب الٰہی:

چوتھی بات فرمائی کہ جب میری امت عہد شکنی کے جرم میں مبتلا ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان کے اوپر دشمنوں کو مسلط فرما دیں گے۔ اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ آج بات کا پاس ہی نہیں رکھا جاتا۔ زبان سے قسم کھا کر بات کی جاتی ہے اور پھر اس کو پورا نہیں کرتے۔ مومن کی تو یہ شان کہ اس کی زبان سے کوئی لفظ نکلے تو وہ اس بات کو پورا کر دکھائے۔ قسم کھا لیتے ہیں۔ اور جھوٹی قسم کھانا بہت عام ہو گیا۔ عہد شکنی عام ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا آج دشمن مسلط ہوتے جا رہے ہیں۔

احکامِ خداوندی کی نافرمانی:

پانچویں بات ۔ جب امت حکم خدا کو توڑنا آسان سمجھے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو نااتفاقی اور خانہ جنگی کے اندر مبتلا کر دیں گے۔ حکم خدا کو توڑنا ان کو کچھ محسوس ہی نہیں ہوگا' جوں بھی نہیں رینگی جیسے۔ نتیجہ یہ نکلے گا اللہ تعالیٰ خانہ جنگی میں نااتفاقیوں کے اندر امت کو ملوث کر دیں گے۔

چنانچہ ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے

اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِذَنْبٍ يُصِيبُهُ

کہ بندہ اپنے گناہوں کے سبب اس رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کو عطا ہونے والا تھا۔ بندے نے گناہ کیا اللہ نے رزق میں کمی کر دی' رزق میں تنگی کر دی۔ اور آج آپ دیکھیں لاکھوں کماتے ہیں مگر پھر بھی ہاتھ تنگ' ہر دوسرے بندے سے پوچھ لیجئے' ہر تیسرے سے پوچھ لیجئے۔ آج تھوڑا کمانے والے شاید تھوڑے تنگ ہوں گے اور کاروبار اور فیکٹریاں چلانے والے زیادہ تنگ ہیں۔ جتنے کروڑوں پتی نظر آتے ہیں اتنے کروڑوں ہی قرضے میں دبے ہوئے ہیں۔ معیشت تنگ تو حکم خدا کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ معیشت کو تنگ کر دیتے ہیں۔ بندے کو جو نعمتیں دی ہوئی ہوتی ہیں اللہ ان نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا

حیران کن واقعہ:

کہتے ہیں ایک تاجر تھا جسے اللہ نے بہت زیادہ مال سے نوازا تھا اس نے اپنے من پسند کی ایک خوبصورت لڑکی سے شادی کی۔ بڑا اچھا محل بنوایا۔ بیٹھا اپنی بیوی کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا۔ دروازے کے اوپر دستک ہوئی تو کسی سائل نے آواز دی۔ اَجْرُکُمْ عَلَی اللّٰہِ بیوی کی عادت تھی وہ اپنے دروازے سے کسی سائل کو خالی نہیں جانے دیتی تھی۔ اس نے خاوند سے اجازت مانگی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان میں سے ایک روٹی سائل کو دے دیتی ہوں۔ اس نے کہا دے دو۔ اس نے جا کر اس کو ایک روٹی دی تو جانے آنے میں جو منٹ آدھا منٹ لگا تو خاوند کا موڈ آف ہو گیا۔ واپس آ کر کھانا کھانے لگی تو وہ بولنے لگا یہ بدمعاش لوگ ہوتے ہیں' بہانے بنا لیتے ہیں مانگنے کے' کماتے کیوں نہیں۔ غرض خوب اس نے باتیں کیں۔ بیوی نے کہا کہ بھئی وہ اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہے۔ اس کا معاملہ اللہ جانے۔ مگر اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں گفتگو کی۔ اور اللہ کو اس کا تکبر ناپسند آیا۔ یاد رکھنا جو پروردگار دینا چاہتا ہے وہ پروردگار لینا بھی جانتا ہے۔ حالات

بدل گئے۔ چنانچہ کاروبار کے اندر نقصان ہونے لگ گیا۔ one way down نقصان ہوتے گئے۔ حتی کہ اس کو اپنا کاروبار ختم کرنا پڑ گیا۔ ایک وقت آیا کہ اپنا مکان بیچنا پڑا۔ اور ایسا بھی وقت آیا اس نے اپنی بیوی کو بھی طلاق دے کر فارغ کر دیا۔ وہ اللہ کی نیک بندی اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی۔ کہ اللہ میرے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے۔ کچھ عرصے کے بعد ایک اور تاجر تھا اس نے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھجوایا۔ چونکہ اس کو اللہ نے حسن و جمال بھی دیا تھا اور فضل و کمال میں نیکوکاری بھی عطا فرمائی تھی۔ ماں باپ نے نکاح کا پیغام قبول کر لیا اس کی شادی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصے کے بعد یہ اپنے خاوند کے ساتھ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ کسی نے اللہ کے نام پر مانگا۔ اس نے خاوند سے اجازت چاہی عادت کے مطابق کہ اگر اجازت ہو تو میں سائل کو دے دوں اس نے کہا دے دو۔ یہ ایک روٹی لے کر گئی جب جا کر دروازہ کھولا تو اس نے کیا دیکھا کہ اس کا جو پہلے والا شوہر تھا اتنا بڑا تاجر۔ آج اس کے دروازے پر سائل بن کر کھڑا۔ اللہ کے نام پر مانگ رہا تھا۔ اس نے چیخ ماری۔ خاوند بھاگا میری بیوی کو کیا ہوا دیکھا تو رنگ پیلا بڑی پریشان۔ پوچھا کہ کیا بنا۔ اس نے کہا میرے دروازے پر میرا پہلا خاوند سائل بن کر کھڑا ہے۔ اس نے بھی اسے دیکھا۔ پہچانا اور کہنے لگا کیا تم نے مجھے پہچانا۔ میں وہی سائل ہوں جو ایک مرتبہ تمہارے دروازے پر سائل بن کر گیا۔ اللہ نے سائل کو گھر اور بیوی کا مالک بنا دیا۔ اور گھر کے مالک کو دروازے پر سائل بنا کر کھڑا کر دیا۔

لمحہ فکریہ:

تو کتنی نعمتیں ہوتیں ہیں۔ گناہوں کے سبب انسان ان سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ہم دوسروں پر الزام لگاتے ہیں۔ کسی نے جادو کر دیا' فلاں نے کچھ کر دیا۔ کوئی کچھ نہیں کرتا۔ رزق اللہ کے اختیار میں' کسی کو چھوٹا خدا نہ بنائیں۔ کہ جی فلاں نے کاروبار باندھ دیا ہے ہمارا' اللہ تعالیٰ دینا چاہیں تو ساری مخلوق مل کر اس کو روک نہیں سکتی۔ اور اگر اللہ نہ دینا چاہے

تو ساری مخلوق مل کر دے نہیں سکتی۔ ہمیں کسی نے پریشان نہیں کیا ہوا۔ ہمیں ہمارے اعمال نے پریشان کیا۔

مقام عبرت:

چنانچہ امام احمد بن حنبل ؒ نے روایت فرمائی کہ جب قبرص فتح ہوا تو ایک صحابیؓ نے ابودرداؓ کو روتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کہ حضرت رو کیوں رہے ہیں۔ فرمایا کہ عبرت کا مقام ہے۔ اللہ نے بنی اسرائیل کو کیا نعمتیں دی تھیں۔ آج اللہ نے ان سے یہ بیت المقدس والی نعمت اس کی کنجیاں لے کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ عبرت کا مقام نہیں ہے۔

اللہ کی نافرمانی کا انجام:

ابن ابی دنیا روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب نافرمانوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو ان کے بچے بکثرت مرتے ہیں۔ عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں۔ لوگ اپنے حکام کو برا کہنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ ہوتا ہے ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نافرمان بندے پر لعنت فرماتے ہیں تو اس لعنت کا اثر اس کی سات پشتوں تک آگے چلا جاتا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نصیحت:

سیدنا امیر معاویہ ؓ سیدہ عائشہؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ میری والدہ ہیں امت کی والدہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو عائشہ صدیقہؓ نے نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔

فرمایا کہ دیکھو اگر لوگوں کی خوشنودی کی خاطر تم اللہ کے حکموں کو توڑو گے اللہ ان لوگوں کے دلوں میں تمہاری بے وقعتی پیدا کر دیں گے۔ اور وہ تمہاری بے عزتی کر دیں گے۔ اور اگر لوگوں کو ایک طرف رکھ کر اللہ کے حکم کو تم سامنے رکھو گے تو جو لوگ تم سے ناراض ہیں اللہ ان کے دل میں تمہاری عظمت پیدا کر دیں گے۔ یہ بھی تم سے محبت کرنے

لگیں گے۔ ہم حکم خدا کی عظمت کو سمجھیں۔ آج گھر میں نہیں دیکھتے۔ خاوند ذرا سا ناراض ہو تو بیوی کو نکال دیتا ہے۔ بھائی بھائی کو نکال دیتا ہے۔ باپ بیٹے کو نکال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے ناراض ہو گئے تو پھر کیا بنے گا۔ لوگ کہتے ہیں جی رہنا دریا میں مگر مچھ سے بیر۔ تو بھی رہنا دنیا میں اور پھر دنیا کو بنانے والے سے بیر۔ تو گاڑی کیسے چلے گی۔ ایک ہی راستہ ہے پریشانیوں سے نجات پانے کا' اور وہ ہے اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کا راستہ۔

گناہوں پر سزا کے طریقے:

چنانچہ انسان کو گناہوں کے اوپر اللہ رب العزت کی طرف سے سزا ملتی ہے۔ مگر اس کے تین طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ نقید:

نقید کس کو کہتے ہیں۔ ادلے کا بدلہ ادھر گناہ کیا ادھر تھپڑ پڑا۔ اور کوئی لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جی ہم نے فلاں کام کیا تو یہ ہو گیا۔ یہ نقد معاملہ ہے۔ یہ سب سے نرم معاملہ ہے' کہ کچھ کرے اور فوراً اس کا نتیجہ دیکھ لے۔ کوئی نہ کوئی پریشانی آجاتی ہے۔

دوسرا طریقہ:

ایک طریقہ سزا کا ہے تاخیر۔ تاخیر کا کیا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نقد سزا نہیں دیتے' مہلت دے دیتے ہیں۔ رسی ڈھیلی کر دیتے ہیں۔ اور یہ رسی کا ڈھیلا کرنا پہلے سے بڑی سزا ہے۔ اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ انسان جب گناہوں پہ گناہ کرے۔ اور پھر اللہ کی نعمتوں کی بارش دیکھے تو یہ خطرے کی گھنٹی ہے۔ اب عنقریب اس کی رسی کو کھینچا جائے گا۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تاخیر کر کے بڑھاپے میں بیوی کو نافرمان بنا دیتے ہیں۔ خاوند کی سنتی نہیں۔ اولاد ماں کا ساتھ دیتی ہے۔ بچے ماں کا ساتھ دیتے ہیں۔ سب ایک ہو جاتے ہیں

اور خاوند کی کوئی نہیں سنتا۔ اتنا اس شخص کا بڑھاپا خراب ہوتا ہے عبرت ناک ہوتا ہے۔

سبق آموز واقعہ:

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے تو پیچھے شاگرد نکل رہا تھا۔ اس نے کسی غیر کی طرف نظر اٹھائی تو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روکا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ اپنا جرم تسلیم کرتا۔ اس نے آگے سے Logic دینی شروع کر دی کہ نہیں نہیں میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ میری نیت یہ نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ نوجوان قرآن کا حافظ تھا۔ اس گناہ کی اس کے اوپر ذلت بڑی عذاب آیا کہ بیس سال کے بعد قرآن مجید کو بھول گیا۔ آج کے بچے کہتے ہیں کہ جی ہمیں سبق یاد نہیں ہوتا۔ یہ نسیان کی بیماری کہیں عصیان کا نتیجہ تو نہیں ہے؟ تو ایک ہے نقد سزا ایک ہے تاخیر ذرا سی ڈھیل چھوڑ دینا۔

تیسرا طریقہ:

اور ایک ہے اللہ رب العزت کی خفیہ تدبیر۔ یہ خفیہ تدبیر سب سے بڑی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾

جب وہ بھول گئے جوان کو نصیحت کی گئی۔

﴿فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾

ہم نے ان پر تمام نعمتوں کے دروازے کھول دیے۔

﴿حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا﴾

حتی کہ جب وہ بڑے خوش ہو گئے کہ ہمیں کیا نعمتیں مل گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً﴾

ہم نے اچانک ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔ تو یہ اللہ رب العزت کا قانون جزا اور سزا ہے۔ ہم اللہ رب العزت کے حکموں کو مان کر چلیں گے تو رحمتیں برکتیں ہمارے شامل حال

ہونگی۔ اور اگر اللہ رب العزت کے حکموں کی نافرمانی کریں گے تو پریشانیاں اور مصیبتیں ہماری جان نہیں چھوڑیں گی۔ تسبیح جیسے ٹوٹتی ہے اور ایک کے اوپر دوسرا دانہ جیسے گرتا ہے۔ اس طرح ایک پریشانی کے اوپر دوسری پریشانی ہے۔ پھر کئی مرتبہ تو تنگ آ کر موت مانگتے ہیں۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ رب العزت کی کرم نوازی:

یہ تو اللہ رب العزت کی رحمت اور کرم نوازی ہے کہ وہ اس دنیا میں پکڑنے میں جلدی نہیں فرماتے۔ بندے کو مہلت دیتے ہیں۔ جیسے بجلی ہے کہ پہلی غلطی بھی معاف نہیں کرتی۔ ہاتھ لگاؤ جھٹکا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ مہلت دے دیتے ہیں۔ اور یہ مہلت اسی لیے ہوتی ہے کہ بندہ شاید سمجھ جائے اور اپنے راستے کو بدل لے۔ ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں۔ جہاں جہاں ہم سے خلاف شریعت کوئی بات ہوتی ہے۔ ہم اللہ کے حضور اس کی توبہ کریں۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

تین اہم باتیں:

انسان اگر اپنے گناہوں پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کے گناہوں کو اس کی نیکیوں میں بدل دیں۔ اس لیے تین باتیں یاد کرنے کے قابل ہیں.

رضا بالقدر:

پہلی بات: رزق بقدر مقدر جو اللہ نے لکھ دیا ملتا وہی ہے۔ تو پھر حرام طریقہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی کی جیب کاٹنے کی، کسی کے مال پر ہاتھ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو اللہ نے مقدر میں لکھ دیا وہ ملتا ہے۔ تو اس کا یقین کرتے ہوئے انسان اچھائی کی زندگی گزارے۔ اپنی طرف سے محنت کرے جو مقدر ہوگا وہ مل کے رہے گا۔ اس

پر اللہ سے خوش ہو جائے۔ اللہ نے جو نصیب میں لکھا اس میں برکت ہو۔ جو رزق ملے گا برکتوں والا رزق ملے گا۔ کبھی ڈاکٹروں کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ کبھی گھر میں کوئی ایسی پریشانی ہی نہیں آئے گی۔ پرسکون زندگی ہوگی۔

مال کی حقیقت:

یاد رکھنا کہ مال جب آتا ہے تو اپنے ساتھ وبال بھی لے کر آتا ہے۔ اسی لیے ہمیشہ مال کا آنا اچھا نہیں ہوتا۔ ایسا مال جس میں وبال نہ ہو اللہ سے وہ مانگیں اور وہ حلال ہوتا ہے۔ حرام آتا ہے تو وبال لے کے آتا ہے "رزق بقدر مقدر" جس کا جو اللہ نے نصیب لکھ دیا وہ اس کو ملتا ہے۔

دوسرا فرمایا کہ "عقوبت بقدر معصیت" جتنی نافرمانی ہوگی اتنی سزا' اتنی پریشانیاں۔ چنانچہ بے نماز آدمی کی زندگی کو آپ دیکھیں آپ کو اکثر پریشان نظر آئے گا۔ بظاہر اس کے پاس مال و دولت ہو مگر کبھی دل سے پوچھ کر دیکھو اس کا دل ہمیشہ غمزدہ رہے گا۔ کبھی کاروبار کی طرف سے' کبھی گھر بار کی طرف سے' کبھی صحت کی طرف سے کوئی نہ کوئی سبب ہوگا' اس کی پریشانی کا۔ راتوں کو نیند نہیں آتی' نیند کی گولیاں کھا کھا کے سوتے ہیں۔ تو "عقوبت بقدر معصیت"۔

اور تیسرا فرمایا "سلوک بقدر مشقت" روحانی بلندی اتنی ہوگی جتنا مجاہدہ ہوگا۔ آج ہم چاہتے ہیں مجاہدہ تو ہمیں کرنا نہ پڑے اور روحانیت ہمیں مفت مل جائے۔ اس سلوک کو طے کرنے کے لیے بندے کو مجاہدے کی بھٹی میں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ عبادات کے ذریعے مجاہدہ کرے۔ اپنے نفس کی خواہشات کو توڑ کر مجاہدہ کرے' ہر حال میں سنت پر عمل کر کے مجاہدہ کرے۔ ہر حال میں اللہ کے حکم پر عمل کر کے مجاہدہ کرے۔ یہ مجاہدہ کرنا ہی ہے سلوک تب طے ہوگا۔ تو "رزق بقدر مقدر' عقوبت بقدر معصیت' اور سلوک بقدر مشقت"

پریشانیاں کم کیسے ہوں:

یہ جو پریشانیوں میں تاخیر ہوتی ہے کمی ہوتی ہے اس کی وجوہات ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے استغفار کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادیا:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ﴾

اے میرے پیارے حبیب ﷺ اللہ انکو عذاب نہیں دے گا جب تک آپ ﷺ ان میں موجود ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

اوران کو اس وقت تک بھی عذاب نہیں دے گا۔ جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے۔ تو ایک تو استغفار کی کثرت دل میں بھی نادم ہو جائیے زبان سے بھی استغفراللہ پڑھیے اور دوسرا کبھی انسان ہاتھ سے صدقہ کر دیتا ہے۔ ضروری نہیں ہوتا کہ لاکھوں کا صدقہ ہو۔ خشک کھجور بھی صدقہ کر دے تو اللہ کے ہاں اس کا مقام بھی کئی مرتبہ پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایک کھجور انسان کو دوزخ کے عذاب سے نجات دینے کے برابر ہو سکتی ہے۔ اگر اخلاص کے ساتھ ہو۔ تو صدقہ دیتا ہے اور

﴿اِنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ﴾

اللہ کے غضب کو یہ بجھا دیتا ہے۔ کسی کے ساتھ بھلائی کی حسن سلوک کیا یہ جو صلہ رحمی ہے اور حسن سلوک ہے حدیث میں آیا اس کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ بندے سے عذاب کو ٹال دیتے ہیں۔ ہم بھی اپنے گناہوں سے اللہ رب العزت سے معافی مانگیں۔ اللہ رب العزت بڑے کریم ہیں۔ بندے کی توبہ کو جلدی قبول فرمالیتے ہیں۔ ہم تو صبح وشام گناہوں کی زندگی گزارنے والے لوگ ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا طریق:

جو اس دنیا میں معصوم ہستیاں آئیں اور جنہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری اس کے

باوجود انہوں نے اللہ سے معافیاں مانگیں۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے کہا:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

سیدنا نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال دعوت دی اپنی قوم کو اور آخر میں کیا ہوا کہ بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا، اتنا کہا اے اللہ

﴿اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ﴾

آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے اہل کو میں بچالوں گا اور میرا بچہ ڈوب گیا اور یہ میرے اہل میں سے تھا۔ تو اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾

وہ تیرے اہل میں سے نہیں تھا۔

﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾

اس کے عمل برے تھے اور پھر آگے فرمایا:

﴿وَلَا تَسْئَلْنِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾

ایسی بات مجھ سے نہ پوچھیے جس کا آپ کو علم نہیں۔

﴿اِنِّيْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾

میں نصیحت کرتا ہوں آپ کو جاہلوں میں سے نہ ہو جائیے۔ اللہ اکبر ساڑھے نوسو سال اللہ کی طرف بلایا۔

﴿رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا﴾

اور پھر اتنی سی بات سے اللہ کا جلال دیکھیے فرمایا میں نصیحت کرتا ہوں

﴿اِنِّيْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾

جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ جب یہ حکم ہوا کوئی آگے سے Excuse نہیں فوراً کہا

﴿وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ اَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

اللہ آپ اگر مجھے معاف نہیں کریں گے میرے اوپر رحم نہیں کریں گے میں تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

یونس علیہ السلام کی دعا:

حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھئے۔ قوم کو دین کی دعوت دی لیکن جلدی ان سے الگ ہو گئے۔ مچھلی نے اپنے پیٹ میں لے لیا۔ اللہ کے سامنے کہتے ہیں۔

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾

اگر وہ مچھلی کے پیٹ میں ہماری تسبیح بیان نہ کرتے قیامت تک ہم ان کو مچھلی کے پیٹ کے اندر رکھتے آج یہ پریشانیاں یہ مچھلی کا پیٹ ہی تو ہے۔ جنہوں نے ہمیں گھیرے میں لیا ہوا ہوتا ہے۔ ہم بھی ان پریشانیوں میں جو مچھلی کے پیٹ کی مانند ہے۔ اللہ کی تسبیح بیان کریں، اللہ سے معافیاں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے ہمیں ان پریشانیوں کی مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرما کر پرسکون زندگی عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○
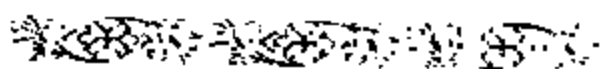
اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ○

اماں جی رحمۃ اللہ علیہا کا سفر آخرت

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003

اقتباس

جنھوں نے اپنی ماں کی خدمت کی اوران کی دعائیں لیں اللہ رب العزت نے دنیا و آخرت میں ان کو کامیاب فرمایا۔ ماں کی دعائیں اللہ رب العزت کے حضور اس طرح قبول کی جاتی ہیں۔ جس طرح کے اولیاء اللہ کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ حتی کہ کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ماں فاسق گناہ گار صحیح' ماں خطا کار اور غافل صحیح' دینی زندگی نہ بھی ہو مگر ماں ماں ہے اگر بیٹے کیلئے ہاتھ اٹھائے گی اللہ تعالیٰ اس گناہ گار ماں کی دعا کو بھی اسی طرح قبول فرمائیں گے جس طرح کے اپنے اولیاء کی قبول فرماتے ہیں۔

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اماں جی رحمۃ اللہ علیہا کا سفرِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ○

وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا○ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ○ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ○ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ○ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ○ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ○ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ○

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

دنیا فنا کے داغ سے داغدار ہے:

دنیا کی ہر چیز فنا کے داغ سے داغدار ہے ہر چیز کا انجام موت ہے جو گھر بنایا جاتا ہے ایک دن اسے گرنا ہے جو بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے ایک دن اسے مرنا ہے۔

لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ لَهٗ مُلْكُ الْمَنَادِ كُلَّ يَوْمٍ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

اللہ رب العزت کا بنایا ہوا قانون ایسا کہ ہر آدمی اپنی مہلت گزار کر دنیا سے جاتا ہے ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد اس دنیا میں بستے رہے دنیا سے چلے گئے۔ آج ہم دھرتی پر مہمان ہیں کل ہم بھی چلے جائیں گے نئے لوگ ہونگے' نئے چہرے ہونگے' جو ان دیسوں بستیوں کو آباد کریں گے۔

کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے محفل کا ہے رنگ وہی
ساقی کی نوازش جاری ہے مہمان بدلتے رہتے ہیں

آج ہم دھرتی پہ مہمان ہیں جانے والے دنیا سے چلے گئے کل ہم بھی نہیں ہونگے۔ نئے لوگ ہونگے' جو ان دیسوں بستیوں کو آباد کریں گے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی کے لیے ہمیشہ رہنا نہیں لکھا۔ ساڑھے نوسو برس بھی عمر ہو تو بالآخر دنیا سے جانا ہے۔

دنیا فنا کا گھر ہے ہر چیز سے ہمیں یہی پیغام مل رہا ہے کہ یہ منزل نہیں یہ راہ گزر ہے۔ اس لیے دنیا سے دل لگانے سے منع فرمادیا گیا۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

بس اس دنیا کے بازار سے ہمیں گزرنا ہے اپنا دل مخلوق میں الجھانے کی بجائے پروردگار سے لگانا ہے اور جن لوگوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی ان کے لیے زندگی کی تمام مشکلات آسان ہوگئیں۔

موت کی یاد بڑی نعمت ہے:

موت کی یاد انسان کے لیے بڑی نعمت ہے۔ یہ انسان سے بڑے بڑے غموں کو آسان کردیتی ہے۔ کسی کا جدا ہو جانا ایک بڑا غم ہوتا ہے۔ صدمہ ہوتا ہے اس موقع پر ہمیں قرآن مجید کی ایک آیت سکھائی:

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾

اس آیت کے دو حصے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ ہم اللہ کے ہیں اللہ رب العزت ہمارا ہے اور مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنی چیز کو جب چاہے جہاں سجائے کوئی دوسرا نہیں پوچھ سکتا کہ آپ گھر میں فرنیچر لائے تو فلاں کمرے میں کیوں رکھا؟ یا تھوڑی دیر کے بعد دوسرے کمرے میں کیوں شفٹ کردیا۔ یہ مالک کی مرضی ہوتی ہے تو پروردگار جب تک چاہتے ہیں اپنے بندے کو دنیا میں رکھتے ہیں وہ چاہے تو پیدا ہوتے ہی واپس لے لے چاہے تو بچپن میں لے لے جوانی میں لے لے چاہے تو بڑھاپے میں لے لے۔ یہ سب مالک کا اختیار ہے یہ اسی کی شان ہے۔

جب ہم نے کہا انا للہ تو یہ تسلی ہوگئی کہ اب اللہ رب العزت نے جس کو لیا یہ اسی کا فیصلہ سو فیصد ٹھیک ہے۔ یہ اس کی شان ہے ہمیں اس پہ سر تسلیم خم کرنا ہے۔ لیکن اس کے

باوجود دل میں جدائی کا صدمہ تو رہتا ہے۔ اب اس کی تسلی کے لیے دوسرے فقرے میں کہہ دیا وانا الیہ راجعون کہ تمہاری جدائی ہمیشہ کی نہیں ہے تم بھی اسی منزل کے مسافر ہو۔ جہاں وہ جانے والے چلے گئے۔ اک دن آئے گا کہ تمہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ آپ نے دیکھا ہوگا ائرپورٹ کے اوپر لوگ اپنے رشتہ داروں کو الوداع کرتے ہوئے رہے ہوتے ہیں لیکن ایک بھائی وہ ہنس ہنس کے باتیں کر رہا ہوتا ہے اور وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ آپ جائیں اور ہفتہ کے بعد میری بھی فلائٹ ہے میں پہنچ رہا ہوں۔ باقی سارے روتے ہیں کیوں؟ ان کے دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم جدا ہو رہے ہیں اور وہ بھی ہنس ہنس کر اس کو جدا کر رہا ہوتا ہے کیوں؟ اس کے دل میں احساس ہوتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد میں بھی وہیں جانے والا ہوں تو جب یہ دل میں احساس ہو گیا "وانا الیہ راجعون" اب موت کا بڑے سے بڑا صدمہ جھیلنا بھی انسان کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ کہ ہماری یہ جدائی ہمیشہ کی نہیں ہم نے بھی تھوڑے دن میں وہاں آنا ہے۔

صفت رحمٰن رحیم کی تجلیات:

دنیا میں ماں باپ انسان کے لیے سر کا سایہ ہوتے ہیں۔ مخلص، پرخلوص دعائیں کرنے والی ہستیاں ہوتی ہیں۔ اللہ رب العزت کی رحمت کے عنوان پر دو نام ہیں ایک رحیم اور ایک رحمٰن۔ اللہ رب العزت کی صفت رحیم کی تجلی وہ ماں کے اوپر زیادہ ہوتی ہے اور اللہ رب العزت کی صفت رحمٰن کی تجلی وہ باپ پر زیادہ ہوتی ہے۔ غالب ہوتی ہے اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ باپ کو بھی اولاد سے محبت ہوتی ہے مگر اس میں عقل غالب ہوتی ہے اس کی عقل ہر وقت اس پر حاکم ہوتی ہے لہٰذا باپ نیک اچھے بیٹے کے ساتھ زیادہ محبت کرے گا۔ اور دل کے ساتھ محبت کی بجائے اس کو تنبیہ کرے گا اس کو ڈانٹے گا مگر ماں کے اوپر اللہ رب العزت کے اسم رحیم کی تجلی زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا دنیا میں ماں ہی وہ ذات ہے جو اپنے اچھے اور برے ہر طرح کے بیٹے سے محبت کرتی ہے۔ دنیا میں گناہ گاروں سے

محبت کرنے والی بھی اگر کوئی ذات ہے تو وہ ماں کی ذات ہے بیٹا نالائق نکل آیا باپ گھر سے نکالنے کو تیار ہو جائے گا مگر ماں ایک ایسی ذات ہے جو پھر بھی اسے سینے سے لگائے گی۔ ساری دنیا اس کی برائیاں کرے گی بھائی باپ بہن سب اس کو برا کہیں گے۔ مگر ماں ایسی ذات ہے جو اس برے کیلئے بھی دل میں حسرتیں رکھے گی۔ چاہتیں رکھے گی۔ پھر بھی اسے سینے سے لگائے گی۔ یہ اللہ رب العزت نے صفت رحیمیت کی تجلی ہر ماں کے اندر ڈال دی ہے۔

ننھی چڑیا کی اپنے بچوں سے محبت:

آپ دیکھئے کہ چڑیا ایک چھوٹی سی جاندار ہے اپنے گھونسلے میں رہتی ہے جب اس کے بچے ہوتے ہیں یہ اپنے بچوں کو پانی لاکر پلاتی ہے دانہ وغیرہ لاکر کھلاتی ہے۔ اب اگر دروازہ کبھی بند ہو اور چڑیا نے باہر نکل کر پانی لینے جانا ہو تو کبھی اس کی بے قراری کو دیکھا کرو۔ وہ پھڑ پھڑاتی ہے کبھی اس دیوار پر کبھی اس دیوار پر اسے اطمینان نہیں ہوتا اسے چین نہیں آتا' اسے سکون نہیں ہے۔ دروازہ بند ہے کوئی سوراخ نہیں جہاں سے وہ نکل سکے مگر کبھی وہ ادھر بیٹھتی ہے کبھی ادھر بیٹھتی ہے۔ اس کے بس میں یہی کچھ ہے وہ کر رہی ہوتی ہے۔ ذرا دروازہ کھلتا ہے وہ باہر نکل کر اپنی چونچ میں پانی لے کر آتی ہے دروازہ پھر بند ہوتا ہے وہ دروازہ کے ساتھ ٹکریں مارتی ہے۔ کتنی بار دیکھا کہ چڑیا نے بند دروازے کے ساتھ ٹکریں مار مار کر اپنی جان بھی ضائع کر دی' زخمی کر لیتی ہے کیوں؟ اس کے دل میں محبت ہوتی ہے میرے بچے کمرے کے اندر ہیں میں نے ان بچوں کو پانی پلانا ہے ننھی منی سی جان ہے مگر پروردگار نے اس کے دل میں بھی ایسی محبت رکھ دی کہ بچوں کی وجہ سے اداس ہے تڑپتی ہے اپنے پانی پینے کھانے کو بھول جاتی ہے مگر اپنی اولاد کی اسکو کتنی فکر ہوتی ہے۔

مرغی کی اپنے بچوں سے محبت:

مرغی ایک کمزور سا جاندار ہے اسے اچھی طرح پتہ ہے کہ میں بلی کے مقابلے میں

کامیاب نہیں ہو سکتی لیکن اگر اس نے بچے دیے ہوں اس کے اندر ماممتا کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ بلی بھی اگر آ جائے تو بچوں کو اپنے پروں میں سمیٹ کے اس بلی کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس کا سامنے کھڑے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چاہتی ہے کہ تم پہلے میری جان کے ساتھ کھیلو اس کے بعد بچوں تک پہنچو گے۔ چھوٹی سی کمزوری جاندار ہے محبت ایسی ہے کہ اپنی آنکھوں کے سامنے بھی نہیں دیکھ سکتی کہ بلی اس کے بچے کو اٹھا کے لے جائے۔

انسان تو پھر انسان ہے عقل سمجھ رکھنے والا انسان اس کی محبت کی انتہا تو کچھ اور ہوتی ہے۔ حتی کہ اگر کافر بھی ہو تو بھی ماں کو اولاد سے محبت ہوتی ہے۔

رشیا کا حیران کن واقعہ:

رشیا میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا کئی بڑی بڑی عمارتیں گر گئیں کرینوں کے ذریعے ان کا ملبہ ہٹایا گیا۔ ایک ملبہ کے نیچے سے ایک عورت کو سات دن کے بعد نکالا گیا جس نے اپنے بچے کو سینے سے لگایا ہوا تھا اور ابھی زندگی کے سانس لے رہی تھی ہسپتال لے گئے۔ ہوش میں لائے اس سے پوچھا کہ اللہ رب العزت نے تمہیں سلامت رکھا یہ بتاؤ۔ تمہاری انگلیاں زخمی کیوں نظر آتی ہیں۔ وہ کہنے لگی کہ میں ایسی طرح ملبے کے نیچے آ گئی کہ میں خود تو محفوظ تھی ٹنوں کے حساب سے میرے اوپر ملبہ تھا میں نکل نہیں سکتی تھی امید تھی کہ ممکن ہے میری زندگی باقی ہو بچے کو سینے سے لگائے رکھا میں اس کو ایک دو دن تک اپنا دودھ دیتی رہی۔ جب مجھے غذا نہ ملی تو میرے سینے سے دودھ آنا بند ہو گیا۔ بچہ روتا میں انگلی منہ میں ڈالتی بچے کی پیاس اور بھوک کی شدت کی وجہ سے اس کا رونا مجھ سے دیکھا نہ جاتا۔ پھر میں پریشان کہ کیا کروں میرے دل میں ایک خیال آیا کہ اگر میرے سینے میں دودھ نہیں مگر جسم میں خون تو موجود ہے۔ میں اپنے دانتوں سے اپنی انگلی کو کاٹتی حتی کہ اس میں سے قطرہ قطرہ خون نکلنے لگا اور وہ بچے کے منہ میں دے دیتی کہ اسے کچھ تو پینے کے لیے مل جائے۔

اور بقیہ پانچ دن میں اپنے بچے کو اپنے جسم کا خون پلاتی رہی اور یوں آج مجھے اور میرے بیٹے کو دوبارہ زندگی نصیب ہوئی۔ محبت کی انتہاء دیکھئے اپنی انگلیوں کو کاٹ کاٹ کر اپنے بیٹے کو اپنا خون پلا رہی ہے کہ بچے کی زندگی بچ جائے۔ تو ماں کو اولاد کے ساتھ والہانہ محبت ہوتی ہے۔ جسے ماں کی ماتا کہتے ہیں اور یہ اللہ رب العزت نے ماں کے دل میں رکھ دیا کیوں کہ اس کی گود میں بچے نے پرورش پائی تھی وہ بچپن سے لے کے بڑی عمر تک اپنے اس بچے کے ساتھ اسی طرح والہانہ محبت کرتی ہے جس طرح پہلے دن کیا کرتی تھی۔

شادی کے بعد پہلی خواہش:

اس لیے آپ دیکھیں کہ اگر کسی بچی کی شادی ہو اس کو خاوند اچھا ملا مال و دولت اس کے پاس ہے تعلیم یافتہ ہے دنیا کی عزت اس کے پاس موجود ہے مگر آپ اسے غم زدہ دیکھیں گے پوچھیں اس نوجوان بچی سے کہ کیوں غم زدہ ہو؟ کہے گی کہ دو سال شادی کو ہو گئے اور ابھی تک کوئی امید نہیں اس لیے میرا دل افسردہ رہتا ہے۔ بس دعائیں کریں اللہ تعالیٰ مجھے بھی خوشی عطا فرمائیں۔ اس کا اتنا بڑا گھر اسے اچھا نہیں لگتا اسے سکون نہیں ملتا۔ وہ کہیں کسی نیک بندے کی محفل کے بارے میں سنتی ہے تو وہاں جا کر اولاد کے لیے دعائیں مانگتی ہے۔ وہ تلاوت کرتی ہے اولاد کے لیے دعائیں' وہ تہجد پڑھتی ہے اولاد کے لیے دعائیں' وہ حج اور عمرہ پر گئی غلاف کعبہ کو پکڑ کر اولاد کے لیے دعائیں' مقام ابراہیم پر نفل پڑھے تو اولاد کے لیے دعائیں۔ نہ کوئی علاج میں کمی کرتی ہے نہ دعا میں کمی کرتی ہے جب کسی کے بارے میں سنا کہ نیک آدمی ہے دعاؤں کے پیغام بھیجتی ہے۔ ایک ہی دعا اللہ مجھے اولاد عطا فرما دے۔ اس بچی کے پاس دنیا کا سب کچھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبت کرنے والا خاوند دیا' گھر دیا' مال دیا' جمال دیا' عزت دی' سب کچھ دیا مگر ایک نعمت ایسی ہے جسکی خاطر یہ تڑپتی پھرتی ہے۔ رو رو کے دعائیں مانگتی ہے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد کی نعمت عطا فرما دے اس کا بس نہیں چلتا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت اسے مل

سکے لہذا دعائیں مانگتی ہے لمبے لمبے سجدے کر کے روتی ہے۔ اللہ مجھے اولاد عطا فرما اور جب اس بچی کو اللہ رب العزت خوشی دیتے ہیں تو پھر یہ خوشی سے پھولی نہیں سماتی ابھی بچہ پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت یہ اپنے بچے کے لیے دعائیں مانگ رہی ہوتی ہے۔ بچہ ابھی پیٹ میں ہے ولادت نہیں ہوئی لیکن اس وقت سے دعائیں مانگتی ہے قرآن مجید اس پر گواہی دیتا ہے۔

عمران علیہ السلام کی بیوی کی دعا:

عمران علیہ السلام کی بیوی نے اپنی بچی کے لیے اس وقت دعا مانگی جب پیٹ میں تھی اور کیا کہا

﴿رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ﴾

اے اللہ جو میرے بطن میں ہے میں نے اسے تیرے دین کے لیے وقف کر دیا اللہ اس کو میری طرف سے قبول کر لیجیے۔

ماں کی محبتوں کا محور:

اندازہ کیجیے ماں کی محبتوں کا ابھی بچے کی ولادت نہیں ہوتی لیکن ماں کی دعائیں اس وقت سے شروع ہو گئیں ماں اس وقت سے بچے کیلئے دعائیں مانگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو نیک بنائے اس کا بچہ دنیا کے اندر نیک بنے۔ اچھا بنے اس وقت سے ماں کی تمنائیں شروع ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بچے کی ولادت ہوتی ہے ماں اپنے آپ کو بھول جاتی ہے۔ اس بچے کے چہرے کو دیکھ کر اس کو سکون ملتا ہے اس کو اطمینان مل جاتا ہے بچے کو ایک کمرے میں سلا کر وہ کچن میں آ کے کام کر رہی ہے مگر کان بچے کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ ذراسی آہٹ ہوئی دوسرے لوگ نہیں پہچانتے ماں کو فوراً پتہ چلتا ہے کہ میرا بچہ جاگ گیا۔ بھاگ کر جاتی ہے کپڑا اٹھا کر بچے کے چہرے کو دیکھتی ہے۔ اگر سویا ہوا ہے پھر واپس آتی ہے کام میں لگ جاتی ہے۔ ورنہ بچے کو اٹھا کر دودھ دیتی ہے۔ بچے کی تکلیف اس کی

اپنی تکلیف اور بچے کی خوشی اسکی اپنی خوشی ہوتی ہے۔ بچے کی پیدائش سے پہلے رشتہ داریوں کے انداز اور تھے اب بچے کی پیدائش کے بعد انداز بدل گئے۔ جو شخص اس کے بچوں سے محبت کرے گا بھائی ہو بہن ہو کوئی بھی عزیز ہو اس کو وہ اپنا سمجھے گی اور جو اس کی اولاد سے محبت نہیں کرتا چاہے کوئی بھی ہو تو وہ سمجھے گی کہ اس کو میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ قریب کی رشتہ داریوں کے انداز بھی بدل گئے اب وہ بچہ مرکب اور محور بن گیا۔ کہتی ہے کہ جو میرے بچے سے پیار کرے گا میں سمجھوں گی وہی میرا اپنا ہے۔ وہی میرا رشتہ دار ہے۔

ماں کی محبت کا انداز:

چنانچہ پہلے بھی اپنے خاوند کے ساتھ بازار جاتی تھی تو اپنے کپڑے جوتے کا خیال کرتی تھی اب بھی بازار میں کئی چھوٹی چھوٹی چیزیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوتی ہے۔ بچے کا کھلونا ملے اس کے کپڑے ملیں۔ چھوٹے چھوٹے جوتے ملیں۔ بے چاری کو خود اپنا آپ یاد نہیں ہوتا ہر وقت اپنے بچے کی خدمت میں لگی ہوتی ہے۔ اس ماں کو اللہ نے ایسی محبت دی یہ پہلے بچے کو کھلاتی ہے بعد میں خود کھاتی ہے۔ پہلے بچے کو پلاتی ہے بعد میں خود پیتی ہے۔ پہلے بچے کو سلاتی ہے بعد میں خود سویا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ بچہ جوان ہو گیا نوکری کے لیے دور کہیں چلا گیا رات کو آتے ہوئے دیر ہو گئی گھر کے سارے لوگ سو جاتے ہیں باپ بھی سویا پڑا ہوتا ہے مگر ماں چارپائی کے اوپر کروٹیں لے رہی ہوتی ہے اسے نیند نہیں آتی اس لیے جاگتی ہے کہ معلوم نہیں میرا بیٹا کس وقت آئے گا وہ دروازہ کھٹکھٹائے گا ایسا نہ ہو کہ اسے انتظار کرنی پڑے۔ اس لیے کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈا کھانا نہ کھانا پڑے۔ ماں رات کے آخری حصے تک جاگتی ہے۔ بچے کو اپنے ہاتھ سے کھلائے گی۔ دعائیں دے گی کہ بیٹا میں تو تیری انتظار میں بیٹھی رہی یہ محبت ہے جو اللہ نے اس کے دل میں رکھ دی ماں کے لیے اللہ رب العزت نے ایسی محبتیں رکھ دیں ہیں لہٰذا اولاد کے لیے ہر وقت اٹھتے بیٹھتے دعائیں رکھتی ہے۔ چلتے پھرتے دعائیں کرتی ہے۔

ماں کا مقام:

اس لیے دنیا کے اندر ماں کو بڑا مقام عطا فرمایا گیا۔ فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

جنت تو ماں کے قدموں کے نیچے ہے

جنہوں نے اپنی ماں کی خدمت کی اور ان کی دعائیں لیں اللہ رب العزت نے دنیا و آخرت میں ان کو کامیاب فرمایا۔ ماں کی دعائیں اللہ رب العزت کے حضور اس طرح قبول کی جاتی ہیں۔ جس طرح کے اولیاء اللہ کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ حتی کہ کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ماں فاسق گناہ گار صحیح' ماں خطا کار اور غافل صحیح' دینی زندگی نہ بھی ہو مگر ماں ماں ہے اگر بیٹے کیلیے ہاتھ اٹھائے گی اللہ تعالیٰ اس گناہ گار ماں کی دعا کو بھی اسی طرح قبول فرمائیں گے جس طرح کے اپنے اولیاء کی قبول فرماتے ہیں۔

ماں کی دعا جنت کی ہوا:

ماں کے منہ سے جب دعا نکلتی ہے اس کے اور اپنے رب کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں ہوتا۔ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یہ دعا اپنے رب کے حضور پیش ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ماں کی دعا کو قبول فرماتے ہیں اسی لیے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ماں کی دعا جنت کی ہوا ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی بات کہی جا سکتی تو وہ بھی کہہ سکتے تھے۔ اللہ رب العزت کی رحمتیں ہوتی ہیں کہ ان کی ماں کو اللہ رب العزت نے وہ محبت دی کیونکہ پرخلوص دعائیں کرتی ہے اس لیے اس کی دعاؤں کا ہمیشہ نتیجہ اچھا دیکھنے میں آتا ہے۔ اللہ رب العزت ماں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جس کی ماں دنیا سے رخصت ہو چکی والدین رخصت ہو چکے اب وہ اپنے والدین کے لیے نیکی کے ذریعے انکو تحفے بھیج سکتے ہیں۔ دعائیں کر سکتے ہیں۔ نیکوں کی زندگی گزار کے اپنے والدین کے لیے آخرت کا ذخیرہ بن سکتے ہیں۔

انسان کی زندگی بڑا سانحہ:

ماں باپ کی جدائی انسان کی زندگی کا بہت بڑا سانحہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے باپ کا جنازہ اٹھایا جس شخص نے اپنی ماں کا جنازہ کندھے پہ اٹھایا اور پھر اس کی زندگی میں دین نہ آیا اس سے زیادہ بدبخت آدمی دنیا میں کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور کون سا موقع ہوگا عبرت حاصل کرنے کا' اور کون سا وقت ہوگا اپنے نفس کو پامال کرنے کا' اور کون سا وقت ہوگا اللہ کے سامنے سر جھکانے کا۔ اتنی بڑی نعمت ماں والی جو ہر وقت دعائیں کرتی تھی جب جدائی ہوگئی ان دعاؤں سے بندہ محروم ہوگیا۔ اب اس محرومی کے وقت میں بھی اگر اللہ رب العزت کی رحمت کو نہ مانگے اور اللہ رب العزت کے سامنے عاجزی کے سر نہ جھکائے تو پھر اس کی شقاوت میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ماں کی جدائی آدمی کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے پر اجر:

چنانچہ نبی علیہ السلام اپنے حجرے میں تشریف فرما ہیں چراغ چل رہا ہے چراغ بجھ گیا محبوب ﷺ نے فرمایا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے محبوب ﷺ یہ تو کسی کے مرنے اور جدائی پر پڑھا کرتے ہیں فرمایا کہ جب مومن کو دنیا میں کوئی صدمہ پہنچتا ہے اور وہ یہ آیت پڑھے اللہ تعالیٰ اس صدمے کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اس کے دل کو خوشی عطا کر دیتے ہیں۔ مومن کے لیے چراغ کے بجھ جانے پر بھی اس کو اجر اور ثواب مل جاتا ہے۔ اب سوچیے تو کسی گھر کا ایک چراغ بجھ جائے اس پر بھی اجر دیتے ہیں۔ تو جن کے گھر میں ان کی والدہ کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا اور یہ جدائی انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی اور اپنے ہاتھوں سے اس کا جنازہ اٹھایا اگر شریعت کے مطابق صدمہ کو برداشت کریں گے تو پروردگار ان پر کیا رحمت فرمائیں گے۔ پروردگار ان

پر کیا محبتیں عطا فرمائیں گے۔

ماں کی دعا کا بدل کوئی نہیں:

ماں کی دعا کا بدل کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ سوائے اللہ رب العزت کی رحمت کے تو لہٰذا ماں کی جدائی کے بعد ایک راستہ باقی ہوتا ہے کہ اللہ اب تو اپنی رحمت کا سہارا عطا فرما۔ کہ جو مجھے دعائیں کرنے والی ذات تھی وہ جو پشت پناہی کیا کرتی تھی اللہ دنیا سے رخصت ہو چکی۔ میرے مولا ہم بے سایہ ہو گئے دنیا میں۔ اب تو مہربانی فرما دے اور ہمارے اوپر اپنی رحمت عطا فرما ہمارے اوپر اپنی رحمتیں نازل فرما چنانچہ اسی لیے کہا گیا کہ جب کوئی فوت ہو جائے تو یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ﴾

اے اللہ ہمیں اس کی جدائی کے اجر سے محروم نہ فرما اور اسکے بعد ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈال

اور اگر ماں فوت ہو جائے تو یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهَا

اور اس کے بعد ہمیں اس کی جدائی کے اجر سے محروم نہ فرما

وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهَا

اور اس کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ فرما تو یہ دعائیں حدیث پاک میں سکھائی گئیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اتریں مہربانیاں اتریں تو ماں کی دعاؤں کا بدلہ اب اللہ رب العزت کی رحمتیں ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مہربانی فرمائیں اور اپنی رحمتیں عطا فرمائے اور ماں جو دعائیں کرتی تھی دن رات میں اللہ تعالیٰ ان کے بدلے میں اپنی رحمتوں کا معاملہ فرمائے اور پھر ماں اگر غافلہ بھی ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے رحمتیں عطا فرماتے ہیں اور اگر ماں نیک ہو، تقیہ، نقیہ، پاک بازی کی زندگی گزارنے والی ہو، تہجد گزاری کی زندگی

ہو۔ اس کو اللہ رب العزت نے شروع سے دین دارانہ زندگی دی ہو تو پھر ایسی قدسی روح کی دعائیں وہ تو اللہ کے ہاں بہت مقبول ہوتی ہیں۔ ان کی تو زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اللہ کے ہاں قبول ہوتے ہیں ایسی دعاؤں سے محروم ہو جانا یقیناً انسان کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ لیکن ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی جدائی کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صحابہ کو آخران سے جدا ہونا پڑا ہر انسان کو اپنے ماں باپ سے عزیز رشتہ دار سے ایک دن جدا ہونا ہے۔ لہٰذا موت کی یاد انسان کے لیے اس غم کو آسان کر دیتی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں دنیا کے اندر دینی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی ماں کی جن کی مائیں زندہ ہیں باپ زندہ ہیں ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جن کے ماں باپ دنیا سے رخصت ہو چکے اللہ تعالیٰ ان کی آگے کی منزلوں کو آسان فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کی رحمتیں جوان کی وجہ سے دنیا میں تھیں ان برکات کو سلامت رکھے۔ ان کی دعاؤں کے اثرات کو قیامت تک کے لیے سلامت رکھے اور اپنی رحمت کا سایہ عطا فرما دے کہ یہ وہ دعائیں دینے والی ہستی دنیا سے چلی گئی۔

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے:

ایک بزرگ کے بارے میں ایک عجیب بات پڑھی کہ جب ان کی والدہ فوت ہوئی، اللہ رب العزت نے ان کو الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے وہ جو ہستی تیرے لیے دعائیں کیا کرتی تھی وہ اب دنیا سے چلی گئی اب ذرا سنبھل کے زندگی گزارنا۔ سنبھل کے قدم اٹھانا۔ کہ وہ دعائیں دینے والی ہستی اب دنیا میں نہیں ہے اللہ رب العزت ہمارے اوپر رحمت فرمائے اور ہمیں دنیا کے اندر آزمائشوں میں مبتلا ہونے سے محفوظ فرمائے اور ماں کی دعاؤں کے اثرات اللہ رب العزت پوری زندگی ہمارے اوپر سلامت رکھے اور یہ نعمت کہ اس کا نعم البدل دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ جو محبت بندے کو ماں سے ملتی ہے دنیا میں کسی دوسرے سے نہیں مل سکتی ماں کی محبتوں کا تو کوئی کیا اندازہ لگائے؟

ماں کی محبت ہمالیہ پہاڑ:

یہ ہمالیہ پہاڑ ہے جس کی بلندیوں کو کوئی نہیں ماپ سکتا۔ یہ وہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ یہ وہ سدابہار گلشن ہے جس کے پھولوں کو کبھی خزاں نہیں آتی ہمیشہ بہار رہتی ہے۔ چنانچہ ماں بوڑھی ہو کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جائے اس کے بچوں کے اپنے بال سفید ہو جائیں مگر ماں ماں ہے اور اولاد اولاد ہے۔ ماں اسی نظر سے دیکھتی ہے اسی نظر سے بچوں کو بلا کر پیار کرتی ہے۔ ماں کے دل کی محبتوں کو الفاظ میں کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ ماں کی محبتیں کتنی زیادہ لہٰذا ماں کی محبت اللہ رب العزت کی ایک نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اب دنیا میں اپنی صفت رحیمیت کی ایک جھلک دکھلا دی کہ میرے بندو اگر ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے ایک ماں اپنے بیٹے سے ناراض ہو اور کہے میں نے اس سے نہیں بولنا اگر بچہ اس کی طرف چل کر آ جائے ماں چل کے آ جانے کا لحاظ کر لیتی ہے کہتی ہے بیٹا میں نے تجھے معاف کر دیا تو چل کے میرے پاس آ گیا۔ لیکن اگر دل پھر بھی اس سے تنگ تھا کہتی ہے میں تجھے نہیں معاف کروں گی وہی بیٹا اگر پاؤں پکڑ لیتا ہے کوئی بھی ماں ایسی نہیں بیٹا پاؤں پکڑے اور ماں کا دل نرم نہ ہو ماں کہتی ہے اچھا بیٹا میں نے تجھے معاف کر دیا۔ جس کو اللہ کی رحمت کا اتنا سہارا ہو ہم دل میں یقین رکھتے ہیں اللہ رب العزت اس آدمی کی توبہ کو قبول فرمائیں گے اور ا ے جنت عطا فرمائیں گے۔

اللہ میرے بیٹے کو ہدایت عطا فرما:

ماں کو اولاد کے ساتھ بڑی محبت ہوتی ہے۔ یہ ایک عجیب رشتہ ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہے ایک عورت بیوہ ہوئی بچہ جوان العمر ہے اب جب باپ کا سایہ سر پر نہ رہا بچے کی صحبت بری ہو گئی غلط ہو گئی۔ بچہ ہر وقت جوانی کے کاموں میں لگا رہتا اس کو عیاشی سے فرصت نہیں ہوتی نہ دن میں نہ رات میں ماں کی بات ادھر سے سن کر ادھر سے نکال دیتا۔ اور توجہ ہی نہ کرتا ماں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے درس پر باقاعدہ آتی اور دعائیں مانگتی

مگر بیٹے کی زندگی میں تبدیلی نظر نہ آئی وہ ایک مرتبہ بیٹے کو حضرت کے پاس لائی انہوں نے نصیحت فرمائی مگر بچے کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ چنانچہ معمول بن گیا کہ وہ بار بار ان کے پاس لاتی حضرت نصیحت فرماتے علیحدہ بیٹھ کر سمجھاتے مگر نوجوان کی زندگی نہ بدلی اسی طرح وقت گزرتا رہا ماں کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اس کا دل مغموم رہتا دل اداس رہتا اللہ میرے اس بیٹے کو تو ہدایت عطا فرما مگر بیٹے کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

چنانچہ بار بار دعائیں بار بار کا سمجھانا' نصیحت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ بات آئی شاید اس بچے کی قسمت میں ہدایت نہیں کہ نہ یہ قرآن کا درس سنتا ہے نہ حدیث کا درس سنتا ہے نہ کوئی بات اس کے دل پر اثر کرتی ہے۔ شاید یہ بچہ اسی طرح گمراہی کی حالت میں دنیا سے جائے گا۔ ان کے دل میں یہ بات آنے لگی۔

چنانچہ ایک مرتبہ یہ بچہ بیمار ہو گیا۔ جب یہ بیمار تھا ماں اس کی خیر خبر گیری کر رہی تھی خدمت کر رہی تھی ماں نے ایک دن بچے کو کہا تو بیمار ہے تیری اب وہ صحت نہیں جو پہلے تھی اب تیرے لیے معلوم نہیں کون سا وقت آ جائے بہتر ہے توبہ کر لے میں تیری ماں ہوں میں تجھے یہ نصیحت کرتی ہوں بچے کے دل میں احساس ہوا کہنے لگا اماں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مجھے لے جائیے تاکہ میں سچی توبہ کروں اور میں ان سے دعائیں بھی لوں ماں نے کہا بیٹا میں تمہیں اٹھا کر تو لے جا نہیں سکتی البتہ میں یہ کرتی ہوں کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو تمہارے پاس بلا کر لاتی ہوں تاکہ وہ تمہیں نصیحت کر دیں توبہ کے بارے میں ترتیب بتا دیں۔ اس نے کہا بہت اچھا وہ گئی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور کہنے لگی کہ حضرت میرا بچہ اس وقت توبہ کرنے پر آمادہ ہے۔ آپ آ جائیے حضرت ابھی درس قرآن سے فارغ ہوئے تھے اور اس کے بعد قیلولہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ ان کی ساری زندگی عبادت میں گزرتی تھی۔ دوپہر کا سنت آرام ان کو بہت محبوب ہوا کرتا تھا۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ بچہ ماں کو ایسے ہی ٹرخا رہا ہے آج تک اس نے بات نہ مانی اب یہ بات کیا مانے گا۔

انہوں نے کہہ دیا کہ میں تو اس وقت اپنے معمولات پورے کروں گا جائیں اس بچے سے کہہ دیں کہ میں اس کے پاس نہیں آؤں گا۔ اتنی مرتبہ اس نے میری نصیحت کا کوئی اثر نہ لیا اب بھی میرا وقت ضائع کرنا چاہتا ہے۔ جب انہوں نے یہ بات کہہ دی تو اس نے کہا کہ اس بچے نے تو یہ بات بھی کہی ہے اگر میں مرجاؤں تو حسن بصری سے کہنا کہ وہی میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں انہوں نے غصے میں کہہ دیا نماز تو وہ پڑھتا نہیں کام تو کوئی نیک کرتا نہیں اسے کہنا کہ میں تمہارے جنازے کی نماز بھی پڑھانے کیلئے تیار نہیں۔ اب ماں نے یہ بات سنی تو چپ ہو کے واپس آ گئی مگر ماں تو ماں تھی۔ واپس آئی بچے نے جب دیکھا اکیلی آئی ہے حضرت تو نہیں آئے پوچھنے لگا۔ اماں آج وہ بزرگ کیوں نہیں آئے؟ اس نے کہا بیٹا تو نے اتنا ان کا وقت ضائع کیا اتنی زیادہ مرتبہ انہوں نے تمہیں سمجھایا آخر ان کے دل میں تیری نیکی کی امید نہ رہی وہ کہتے ہیں کہ میں کیوں اپنا وقت برباد کروں اس لیے وہ نہیں آئے اور ماں نے کہا ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ بیٹا اگر تو مر بھی گیا تو میں تو اس کے جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھاؤں گا اس لیے کہ اس نے تو نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔

چنانچہ جب بچے نے یہ بات سنی اتنے بڑے بزرگ نے میری جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کر دیا بچے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس کے دل کی دنیا بدل گئی ماں سے کہنے لگا اماں پھر میری آخری وصیت سن لے ماں نے کہا بیٹا کیا وصیت ہے؟ کہنے لگا کہ اماں میری وصیت یہ ہے کہ جب میری روح نکل جائے تو تو ایک تو اپنا دوپٹہ میرے گلے میں باندھ کر اس صحن کے اندر مجھے کھینچنا میری لاش کو کھینچنا تا کہ دنیا کو پتہ چل جائے جو ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اپنے پروردگار کا نافرمان ہوتا ہے کتے کی طرح اس کی لاش کو گھسیٹا جاتا ہے اور اماں مجھے قبرستان میں دفن نہ کرنا ماں نے پوچھا بیٹا کیوں؟ کہا اماں میں اتنا گناہ گار ہوں کہیں میری وجہ سے قبرستان کے دوسرے مردوں پر بھی عذاب نہ آ جائے۔ کہیں ان کا وقت بھی پریشان نہ گزر جائے مجھے گھر میں دفن کر دینا۔ ابھی بچے نے وصیت

کی اور اس کی روح نکل گئی اتنے میں دروازے پر دستک ہوتی ماں بھاگتی ہوئی جاتی ہے پوچھتی ہے کون؟ بتایا گیا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آیا ہوں حضرت آپ کیسے تشریف لائے فرمانے لگے کہ میں نے جب انکار کر دیا تو میں تو سو گیا تھا مگر مجھے خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا اللہ رب العزت نے فرمایا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تو میرا کیسا دوست ہے؟ میرے دوست کے جنازے کے پڑھنے سے تو انکار کرتا ہے؟ میری آنکھ کھل گئی میں سمجھ گیا اللہ نے تیرے بیٹے کی توبہ کو قبول فرمالیا تو دنیا مایوس ہو جاتی ہے ماں اس آخری وقت تک اپنے بچوں سے مایوس نہیں ہوتی اس کی نظر میں اس کے گناہ گار بچے بھی بیٹے ہوتے ہیں۔ کتنی بے لوث دعائیں کرنے والی ماں کتنی بے لوث محبت رکھنے والی ماں جب بندے سے جدا ہوتی ہے تو انسان کے دل پر کتنا صدمہ ہوتا ہے تاہم اللہ رب العزت مصیبتوں کو آسان فرما دیتے ہیں۔

پیغامِ قرآنی:

ہمارے لیے قرآن مجید کا پیغام کافی ہے:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ رب العزت ہمیں اس مصیبت کو آسانی کے ساتھ صبر کے ساتھ جھیلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ رب العزت وہ رحمتیں اور برکتیں جو والدہ کی وجہ سے ہم عاجزوں کے اوپر تھیں ہم بے کسوں کے اوپر تھیں ہم کم کوشوں پر تھیں وہ حفاظت جو ماں کی دعاؤں کی وجہ سے پروردگار کی طرف سے تھیں ایمان کی حفاظت دوسری دنیا کے اسباب کی حفاظت پروردگار عالم ان دعاؤں کی برکتوں سے ہمیں محروم نہ فرمائے اور ان برکات کو ہمارے لیے ہمیشہ جاری وساری رکھے اور ہمیں قیامت تک ہماری آنے والی نسلوں کو ایمان کی حفاظت فرمائے اور آنے والی نسلوں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کے اوپر چلنے والا بنائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○

مناجات

دل مغموم کو مسرور کر دے
دل بے نور کو پرنور کر دے
فروزاں دل میں شمع طور کر دے
یہ گوشہ نور سے پرنور کر دے
مرا ظاہر سنور جائے الٰہی
مرے باطن کی ظلمت دور کر دے
مئے وحدت پلا مخمور کر دے
محبت کے نشے میں چور کر دے
نہ دل مائل ہو میرا انکی جانب
جنہیں تیری عطا مغرور کر دے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا
خدایا اسکو بے مقدور کر دے

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

مجالسِ فقیر

جلد ہشتم

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

حضرت مولانا پروفیسر محمد اسلم نقشبندی

ایم اے اسلامیات ﴿گولڈ میڈلسٹ﴾

ایم اے اردو ایل ایل بی

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

041-2618003
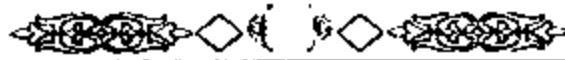
مکتبۃ الفقیر کی کتب ملنے کے مراکز

☆......معہد الفقیر الاسلامی ٹوبہ روڈ بائی پاس جھنگ:047-7626454

☆......دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور:062-2442059

☆......ادارہ اسلامیات 190 انارکلی لاہور 37353255

☆......مکتبہ مجددیہ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7231492

☆......مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور:042-722872

☆......مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور 042-7224228

☆......مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-4544965

☆......مکتبہ بیت العلم بنوری ٹاؤن کراچی 021-2018342

☆......مکتبہ الشیخ 445/3 بہادرآباد کراچی 021-4935493

☆......دارالاشاعت اردو بازار کراچی:021-2213768

☆......مکتبہ علمیہ بنوری ٹاؤن کراچی 021--4918946

☆......مکتبہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد سرائے نورنگ 09261-350364

☆......حضرت مولانا قاسم منصور صاحب مسجد اسامہ بن زید اسلام آباد 051-2288261

☆......جامعۃ الصالحات پیرودھائی موڑ پشاور روڈ راولپنڈی 051-5462347

☆......مکتبہ دارالاخلاص قصہ خوانی بازار پشاور:091-2567539

☆......مکتبہ علمیہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک:092-3630594

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد